باپ بیٹے
تورگنیف
مترجم
انور عظیم
PDF CREATION BY
SHAMIM KHAN
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی
اشتراک
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی

تورگنیف

باپ بیٹے

مترجم

انور عظیم

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی

اشتراک

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی

Bap Bete
Transleted by
Anwar Azeem
Rs.144/-

صدر دفتر

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025 ☎ 011-26987295

Email: monthlykitabnuma@gmail.com

شاخیں

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، جامع مسجد دہلی۔110006 ☎ 011-23260668

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنس بلڈنگ، ممبئی۔400003 ☎ 022-23774857

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ۔202002 ☎ 0571-2706142

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، بھوپال گراؤنڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025 ☎ 011-26987295

قومی اردو کونسل کی کتابیں مذکورہ شاخوں پر دستیاب ہیں

سنہ اشاعت: 2013 تعداد: 1100 قیمت: -/144 روپے

ISBN:978-81-7587-987-4 سلسلۂ مطبوعات: 1747

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی۔110025

فون نمبر: 49539000 فیکس: 49539099

ای میل: urducouncil@gmail.com ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in

طابع: جے۔ کے۔ آفسیٹ پرنٹرز، بازار مٹیا محل، جامع مسجد۔110006

اس کتاب کی چھپائی میں 70 GSM TNPL Maplitho کاغذ کا استعمال کیا گیا ہے۔

چند معروضات

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ایک قدیم اشاعتی ادارہ ہے، جس نے معتبر ادیبوں کی سیکڑوں کتابیں شائع کی ہیں اور اپنے ماضی کی شان دار روایات کے ساتھ آج بھی سرگرمِ عمل ہے۔ مکتبہ کے اشاعتی کاموں کا سلسلہ ۱۹۲۲ء میں اس کے قیام کے ساتھ ہی شروع ہوگیا تھا جو زمانے کے سرد و گرم سے گزرتا ہوا اپنی منزل کی طرف گامزن رہا۔ درمیان میں کئی دشواریاں حائل ہوئیں۔ ناساعد حالات نے سمت و رفتار میں خلل ڈالنے کی کوشش بھی کی مگر نہ اس کے پائے استقلال میں لغزش ہوئی اور نہ عزمِ سفر ماند پڑا، چنانچہ اشاعتوں کا تسلسل کلی طور پر کبھی منقطع نہیں ہوا۔

مکتبہ نے خلاق ذہنوں کی اہم تصنیفات کے علاوہ طلبا کی نصابی ضرورت کے مطابق درسی کتب بھی شائع کیں اور بچوں کے لیے کم قیمت میں دستیاب ہونے والی دل چسپ اور مفید کتابیں بھی تیار کیں۔ ''معیاری سیریز'' کے عنوان سے مختصر مگر جامع کتابوں کی اشاعت کا منصوبہ بنایا اور اسے عملی جامہ پہنایا اور یہی عمل اس کا نصب العین قرار پایا۔ مکتبہ کا یہ منصوبہ بہت کامیاب رہا اور مقبولِ خاص و عام ہوا۔ آج بھی اہلِ علم و دانش اور طلبا مکتبہ کی مطبوعات سے تعلق خاطر رکھتے ہیں۔ درس گاہوں اور جامعات میں مکتبہ کی مطبوعات کو بہ نظرِ استحسان دیکھا اور یاد کیا جاتا ہے۔

ادھر چند برسوں سے اشاعتی پروگرام میں کچھ تعطل پیدا ہوگیا تھا جس کے سبب فہرست کتب کی اشاعت بھی ملتوی ہوتی رہی مگر اب برف پگھلی ہے اور مکتبہ کی جو کتابیں کم یاب بلکہ نایاب ہوتی جارہی تھیں ان میں سے دو سو ٹائٹل قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے اشتراک سے شائع ہو چکے ہیں اور ان سے زیادہ قطار میں ہیں (اسی دوران بچوں سے تعلق رکھنے والی تقریباً سو کتابیں مکتبہ نے بلاشرکتِ غیرے شائع کی ہیں)۔ زیرِ نظر کتاب مکتبہ جامعہ اور قومی کونسل کے مشترکہ اشاعتی سلسلے کی ہی ایک کڑی ہے۔

مکتبہ کے اشاعتی پروگرام کے جمود کو توڑنے اور اس کی ناؤ کو بھنور سے نکالنے میں مکتبہ جامعہ کے بورڈ آف ڈائرکٹرس کے چیرمین محترم جناب نجیب جنگ صاحب (آئی اے ایس) وائس چانسلر، جامعہ ملیہ اسلامیہ نے جس خصوصی دل چسپی کا مظاہرہ کیا ہے وہ یقیناً لائق ستائش اور ناقابلِ فراموش ہے۔ مکتبہ جامعہ ان کا ممنون احسان رہے گا۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے اربابِ حل و عقد کا شکریہ بھی ہم پر لازم ہے جن کے پُرخلوص تعاون کے بغیر یہ اشتراک ممکن نہ تھا۔ اوّلین مطبوعات میں کونسل کے سابق ڈائرکٹر کے تعاون کا کھلے دل سے اعتراف کیا جاچکا ہے۔ مکتبہ کی باقی کتابیں کونسل کے موجودہ فعال ڈائرکٹر ڈاکٹر خواجہ اکرام الدین صاحب کی خصوصی توجہ اور سرگرم عملی تعاون سے شائع ہورہی ہیں، جس کے لیے ہم ان کے اور کونسل کے وائس چیرمین پروفیسر وسیم بریلوی صاحب کے ممنون ہیں اور تہ دل سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ امید کرتے ہیں کہ مکتبہ کو ہمیشہ ان مخلصین کی سرپرستی حاصل رہے گی۔

خالد محمود

منیجنگ ڈائرکٹر

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی

تعارف

"باپ بیٹے" تورگنیف کی مشہور فنی تخلیق FATHERS AND SONS کا ترجمہ ہے جسے انور عظیم صاحب نے اُردو میں منتقل کیا ہے۔

تورگنیف گذشتہ صدی کے وسط میں اُبھرتے ہوئے نئے روس کے ابتدائی خط و خال کی تصویر کشی کرتا ہے۔ اس ناول میں ایک مرتے ہوئے دور کا کرب اور نئے طلوع ہوتے ہوئے دور کا اضطراب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تورگنیف کی اس تصنیف کو آج روسی ادب میں حقیقت پسندی کی ایک زندہ جاوید روایت کا درجہ حاصل ہے۔ یہی روایت ارتقائی منزلوں سے گذر کر میکسم گورکی کے یہاں اشتراکی حقیقت پسندی کی تب و تاب اور توانائی حاصل کر لیتی ہے اور "ماں" جیسے شاہکار کی تخلیق کا سبب بنتی ہے۔

اس کتاب کے مطالعے سے یہ چیز واضح ہو جاتی ہے کہ تورگنیف نے قلم اٹھانے سے پہلے اپنے موضوع سے متعلق زندگی کو بڑی گہرائی سے دیکھا ہے۔ اس کی نظر میں خارجی واقعات اور داخلی جذبات کے سارے راز اپنی پوری جزئیات کے ساتھ کھلے پڑے ہیں۔ فن کار نے اپنی چابکدستی سے اپنے موضوع پر اور موضوع کی تمام پیچیدگیوں پر پوری گرفت حاصل کر لی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مطالعے کے دوران میں بہت سی باتیں مصنف کی نہیں بلکہ اپنے تجربے کی معلوم ہوتی ہیں۔

جب تورگنیف کی یہ تصنیف منظر عام پر آئی تو اس پر خاص طور پر نئی پود نے بڑی سخت تنقید کی اور اسے اپنے خلاف ایک حملہ قرار دیا۔ ناول کا مرکزی کردار بزاروف

ہے۔ سنہ ۱۸۶۰ء کے بعد روس میں چلنے والی ایک نراجی اور کلبی تحریک نوجوانوں میں جڑ پکڑ گئی تھی۔ بزاروف اس خموشی کی نمائندگی کرتا ہے جو طوفان کے آنے کا پتہ دیتی ہے۔ عام شکایت لوگوں کو ناول کے مرکزی کردار بزاروف سے تھی جو روس میں "نہلزم" کی تحریک کی علامت اور نتیجہ بن کر اُبھرتا ہے۔ اس کے کردار میں حد درجہ انتشار پایا جاتا تھا۔ یہی انتشار آگے چل کر ایک منظم تحریک کی شکل اختیار کر گیا۔ اور ہر اثبات سے، ہر امید اور تعمیر کی ہر لطیف قوت سے انکار شیوۂ حیات بن گیا۔ نفی حیات کی یہ تحریک روس کے دور جاگیرداری کی موت کا کرب ہے۔ بزاروف اسی کرب کی ترجمانی کرتا ہے۔ تورگنیف کہتا ہے "شروع شروع میں تو میں بھی اس کو صاف طور پر سمجھ نہیں سکا لیکن میں نے اپنی آنکھوں اور کانوں پر زور دیا۔ اپنے گرد و پیش کو غور سے دیکھتا رہا اور صرف اپنی محسوسات پر بھروسہ کرنے کی کوشش کرتا رہا ——" ان جملوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ فنکار نے زندگی کی صداقت کو اس طرح دیکھا ہے جیسے ایک ڈاکٹر مریض کی ڈوبتی یا اُبھرتی ہوئی نبض کو محسوس کرتا ہے اور اس وقت وہ دوسروں کی تاویلات اور خیالات سے بلند ہو جاتا ہے۔ اس وقت نبض کی تحریک ہوتی ہے۔ اس کی اپنی انگلیوں کا جاگتا ہوا لمس ہوتا ہے یا پھر اس کا اپنا تصور اور ذمہ داری۔ یہ طریقہ تھا جس پر عمل کر کے تورگنیف نے "باپ بیٹے" جیسی تخلیق سے روسی ادب ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے ادب میں ایک قیمتی روایت کا سنگ بنیاد رکھا۔ زندگی کو پرکھنے سمجھنے، اور سنوارنے کے اس طریقے کو غور سے دیکھنا چاہیئے۔ اس سے ہندوستانی ادیب بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں اور اُردو میں اس صنف ادب کی محرومی دور کر سکتے ہیں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ زندگی کا مطالعہ کس طرح کیا جائے اور پھر اس کے بعد اس

مطالعہ کے نتائج کو جمال فن سے آراستہ کر کے کس طرح منظر عام پر لایا جائے۔ دونوں میں سے ایک کی بھی کمی پوری تخلیق کے اثر کو کند اور حسن کو داغ دار بنانے کے لئے کافی ہے۔

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اس داستان کا مرکزی کردار بزاروف ہے۔ پوری کہانی اس کے گرد گھومتی ہے۔ داستان کا یہ محور اپنے اندر بڑی ظالمانہ کشش اور بے باکی رکھتا ہے۔ بزاروف سنٹ پیٹرس برگ میں ڈاکٹری کا طالب علم ہے۔ اسے اپنی موجودہ زندگی پر بھروسہ نہیں ہے۔ وہ موجودات کی ہر چیز سے انکار کرتا ہے۔ رسم و رواج سے، سماجی ڈھانچے سے، طریقۂ پیداوار سے، عقیدے اور تصور سے، محبت اور راز و نیاز سے، زندگی کی ہر روایت سے۔ وہ زندگی کی ہر موجودہ حقیقت کی تخریب کے بغیر مستقبل کا کوئی تصور نہیں جگا سکتا۔ وہ کہتا ہے "نئی عمارت تعمیر کرنے سے پہلے زمین کو ہموار کرنا ضروری ہے۔" وہ روس کی غربت بے کاری اور جہالت کے کھنڈر مسمار کر کے زمین ہموار کر رہا ہے۔ وہ اپنی کوشش میں "نہل ازم" کے انتہائی عروج پر پہنچ گیا ہے۔ وہ اپنے نظریاتی دوست اور شاگرد ارکادی کے ساتھ اس کے گھر تعطیلات میں آتا ہے۔ وہیں سے کہانی میں زور اور کشمکش یا جد و جہد کے کئی رُخ پیدا ہو جاتے ہیں۔ ارکادی کا باپ اور چچا پرانی دنیا کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ لیکن دونوں بھائیوں میں فرق ہے۔ ارکادی کا باپ نوجوانوں کی نئی تڑپ، نئے تقاضوں اور نظریات سے سمجھوتہ کرنے پر آمادہ ہے۔ لیکن بڑا بھائی پاول ایک چٹان ہے جس کے سینے میں ماضی کا مقبرہ چھپا ہوا ہے۔ وہ بزاروف کا حریف بن جاتا ہے۔ دونوں

کردار ایک دوسرے کے مدمقابل زندگی کی دو متضاد حقیقتوں کی بڑی شدت کے ساتھ نمائندگی کرتے ہیں۔ پاول ماضی کے اندھیرے میں کھویا ہوا ہے اور اسے ہر نئی آواز سے، ہر نئی روشنی سے نفرت ہے۔ دوسری طرف بزاروف ماضی کی ساری قدروں سے اتنا بیزار ہے کہ اس کی بیزاری دیوانگی کی تلوار بن گئی ہے۔ دو انتہاؤں کے درمیان کچھ ایسے کردار بھی اُبھرتے ہیں جو ان دونوں حریفوں کے اندر انسانی لطافتوں کو جگاتے ہیں۔ لیکن بس گذرتی ہوئی موج صبا کی طرح۔ بزاروف جہاں خارجی عناصر سے جنگ کر رہا ہے۔ وہاں وہ خود اپنے اندرونی جذبات کی بھوک اور پیاس سے بھی دست و گریباں ہے۔ اس کے اندر محبت کی چنگاریاں سلگتی ہیں اور وہ ان پر گرد ڈال دیتا ہے۔ ہوا اور تیز ہوتی ہے اور تند ـــــ چنگاریاں شعلوں میں بدل جاتی ہیں۔ لیکن وہ اپنی ہار نہیں مانتا وہ ان شعلوں سے لڑتا ہوا موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ وہ زندگی کے آخر لمحوں تک تشنہ و ناکام رہتا ہے ـــــ اس کے ہونٹ خشک ہیں اور حلق میں کانٹے چبھ رہے ہیں لیکن وہ زندگی سے پانی نہیں مانگتا۔ وہ مرتے دم تک اپنی شکست تسلیم نہیں کرتا۔ وہ ایک اندھی جد و جہد میں یقین رکھتا ہے اور اسی طرح لڑتا ہوا موت کے اندھیرے میں کھو جاتا ہے۔

اس داستان کا حزن زندگی کی وہ ناقابل شکست حقیقت ہے جو مستقبل کی طرف منزل بہ منزل بڑھتی رہتی ہے اور وہ کرب جو ایک ماں کی قوت نمو کا درد ہے، زندگی کو آگے بڑھاتا ہے اور شکست و محرومی کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے۔ تورگنیف کی یہ تخلیق اسے ممتاز بناتی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ یہ ناول ادبی حلقوں میں پسند کیا جائے گا اور اردو میں دوسری زبانوں کا معیاری ادب منتقل کرنے کی مہم خوشگوار نتائج پیدا کرے گی۔

۱

۱۸۵۹ء ....

مئی کی ۲۰ تاریخ تھی۔ ایک شخص جس کی عمر چالیس سے کچھ اوپر ہی ہوگی ننگے سر، ایک گرد آلود کوٹ اور چار خانے کی پتلون پہنے اس نامی گھوڑے بدلنے کی چوکی کے نچلے زینوں سے اترتا ہوا باہر آیا۔

"کیوں پائتر ــــــ اب تک دکھائی نہیں دئے؟" اس نے خدمت گار سے پکار کر پوچھا۔

اس کا ملازم ایک گول مٹول سا نوجوان تھا۔ اس کی ٹھوڑی پر نرم نرم سفید روئیں اور اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں چمک سے محروم تھیں۔ اس کی ہر چیز سے، اس کے کانوں میں جھولتی ہوئی فیروزی بالیوں سے، اس کے تیل میں چپکے ہوئے سیدھے بالوں سے، اس کی حرکات و سکنات کی شائستگی سے اس کے ہر ہر انداز سے نئی پود کے ایک ترقی یافتہ انسان کی آئینہ داری ہو رہی تھی۔ اس نے فکرمندی کے ساتھ سڑک پر دور تک اپنی نگاہوں کو دوڑاتے ہوئے جواب دیا۔

"نہیں سرکار ــــــ دکھائی نہیں دیتے۔"

"دکھائی نہیں دیتے؟"

"نہیں سرکار نہیں۔"

اس کے آقا نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور چھوٹے سے بنچ پر بیٹھ گیا ــــــ اب وہ اپنے دونوں پاؤں ایک دوسرے پر رکھے انھیں بنچ کے نیچے سکیڑے بیٹھا ہوا ہے اور اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا چاروں طرف نظر دوڑا رہا ہے ــــــ آئیے ہم اس کا تعارف کرائیں۔

اس کا نام نکولائی پتروویچ کرسانوف تھا۔ گھوڑے بدلنے کی چوکی سے بارہ میل کے فاصلے پر اس کی اپنی جاگیر تھی جس میں اس کے دو سو آسامی آباد تھے۔ یا جیسا کہ اس کا کہنا تھا اس نے اپنی زمین تو کسانوں میں بانٹ دی تھی اور خود اپنے لئے تقریباً پانچ ہزار ایکڑ زمین پہ ایک فارم کھول رکھا تھا۔ اس کا باپ جو ایک فوجی جنرل تھا اور جس نے ۱۸۱۲ء میں فوجی خدمات انجام دی تھیں ایک اکھڑ، اجڈ اور نیم تعلیم یافتہ آدمی تھا۔ ویسے طبیعت کا برا نہ تھا۔ وہ ایک پکا روسی تھا۔ اس کی ساری زندگی عملی سرگرمیوں میں بسر ہوئی تھی۔ پہلے تو وہ ایک بریگیڈ کمانڈر تھا لیکن بعد میں ترقی کر کے وہ ایک ڈویژن کمانڈر بن گیا تھا۔ اس طرح وہ ہمیشہ اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے مختلف صوبوں میں اپنی زندگی گزارتا رہا تھا، جہاں اپنے اعلیٰ عہدے کے بل بوتے پر اس نے کافی ممتاز اور اہم کارنامے انجام دئے تھے۔ نکولائی پتروویچ اپنے بڑے بھائی پاول کی طرح جس کا ذکر آگے آئے گا جنوبی روس میں پیدا ہوا تھا۔ وہ چودہ سال

کی عمر تک فوجی بے فکروں، خوشامدی مصاحبوں اور دوسرے چھوٹے بڑے
افسروں سے بھرے ہوئے ماحول میں سستے قسم کے اتالیقوں سے گھر پر ہی
تعلیم حاصل کرتا رہا تھا۔ اس کی ماں، جو گولیازن خاندان سے تھی اپنی دوشیزگی
تک اگافتی کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ لیکن جب وہ ایک جنرل کی بیوی
بنی تو اس کا نام اگافنوکلید گرشتنا کرسانوف ہوگیا۔ وہ فوجی حلقے کی ان
عورتوں میں سے تھی جو سرکاری فرائض کا پورا احترام کرتی ہیں اور بڑے
وقار کے ساتھ مجلسی رکھ رکھاؤ کا بھرم رکھتی ہیں۔ وہ شوخ رنگ کی زرنگار
ٹوپیاں اور ریشم کے سرسراتے لباس پہنا کرتی تھی۔ گرجا گھر میں وہی سب
سے پہلی عورت ہوتی جو صلیب کی طرف بڑھتی، وہ بہت باتونی تھی اور
زور زور سے بولتی تھی۔ ہر صبح بچے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیتے اور
رات کے وقت سونے سے پہلے وہ انھیں دعائیں دیتی۔ سچ تو یہ ہے کہ زندگی
نے اسے وہ سب کچھ دے رکھا تھا جس کی وہ خواہاں تھی۔ نکولائی پتروویچ کو
بہادری اور شجاعت جیسی چیزیں چھو تک نہیں گئی تھیں اسی لئے کہنے والے
اسے ٹھیک ہی کہتے تھے "بودا کہیں کا" لیکن وہ ایک جنرل کا بیٹا جو تھا۔ اسے
بھی اس کے بھائی کی طرح فوج میں داخل کرنے کا ارادہ کیا جا رہا تھا مگر ٹھیک
اسی دن جب اس کی طلبی کی اطلاع آئی وہ اپنی ایک ٹانگ توڑ کر بستر پر ڈھیر
ہوگیا اور جب وہ دو مہینے بعد صحت یاب ہو کر دوبارہ اس کے پیر زمین پر لگے
تو اس کی ٹانگ میں ہلکا سا لنگ پیدا ہوگیا تھا جس نے زندگی کے آخری لمحے
تک اس کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اس کے باپ نے ناکارہ سمجھ کر اسے اپنے حال پر

چھوڑ دیا اور سول سروس میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ جب وہ
اٹھارہ سال کا ہوا تو اس کے باپ نے سنٹ پیٹرس برگ لے جا کر اسے یونیورسٹی
میں داخل کرادیا جہاں ہی دنوں اس کا بھائی "محافظ" دستے میں ایک عہدے
پر مامور ہوا تھا۔ دونوں بھائی چند کمروں کے ایک رہائشی مکان میں اپنی خالہ
زاد بہن ایلیا گولیان کی برائے نام نگرانی میں اکٹھے رہنے لگے۔ وہ خود ایک ممتاز
عہدے پر فائز تھی۔ ان کا باپ اپنے ڈویژن میں بیوی کے پاس واپس آگیا۔
وہ گاہے ماہے اپنے لڑکوں کو بادامی رنگ کے بڑے بڑے صفحوں پر ایک شرکتہ
سی جلی تحریر میں خط لکھا کرتا۔ ان خطوط کے اختتام پر بڑے اہتمام سے وہ اپنا نام
"پیوتر کرسانوف — میجر جنرل" اس طرح لکھتا جیسے نقش و نگار ابھارے گئے ہوں
۱۸۳۵ء میں گریجویٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد نکولائی پتروویچ نے یونیورسٹی
کو خیرباد کہہ دیا۔ اسی سال جنرل کرسانوف کو ایک معائنے میں ناکام ہونے کے باعث
پنشن مل گئی۔ اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے سنٹ پیٹرس برگ اٹھ گیا
وہ انگلش کلب کا ممبر بن گیا۔ اور اب وہ تفریحی گارڈنس میں ایک مکان لینے
کے منصوبے باندھ رہا تھا کہ اس پر مرگی کا دورہ پڑا اور وہ اچانک مرگیا۔ اگافنو
کرشتنا بھی اس کے بعد زیادہ دن تک زندہ نہ رہ سکی، راجدھانی کی پھیکی بے رس
اور بے رنگ زندگی اسے راس نہ آئی۔ فوجی زندگی سے کٹ جانے کا رنج اور زندگی
کی بیزاری اسے کھا گئی۔ نکولائی پتروویچ اپنے ماں باپ کی زندگی ہی میں ان کی
برہمی کے باوجود اپنے مکان دار اور ایک ادنیٰ افسر پری پلوئنسکی کی لڑکی کے
عشق میں گرفتار ہوچکا تھا۔ وہ ایک خوبصورت اور بظاہر ترقی یافتہ لڑکی تھی۔

رسالوں اور جریدوں کے سائنس کے کالموں میں چھپے ہوئے مضامین کے مطالعے
کا اسے بڑا شوق تھا جیسے ہی اس کے ماتم کی مدت ختم ہوئی اس نے اس سے
بیاہ رچا لیا اور سول سروس کے عہدے سے جو اس کے باپ نے اپنی کوششوں
اور سفارشوں سے اسے دلوایا تھا دست بردار ہو گیا۔ پہلے تو کچھ دنوں شہر سے
باہر مضافات میں لاٹنی انسٹیٹیوٹ کے قریب ایک چھوٹے سے مکان میں اپنی ماشا
کے ساتھ اپنی جنت بسائے رہا۔ پھر وہ شہر کے ایک چھوٹے سے فلیٹ میں منتقل
ہو گیا جس کے ڈرائنگ روم کی دیواریں نقش و نگار سے مزین تھیں اور کے زینے
صاف ستھرے اور چکنے تھے۔ وہیں اس نے اپنی مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اسی مکان
میں ان کا بیٹا ارکادی پیدا ہوا۔ یہ جوان جوڑا بڑے لطف اور آسودگی کی زندگی گزار
رہا تھا۔ دونوں شاذ و نادر ہی کبھی ایک دوسرے سے جدا ہوتے۔ وہ ایک ساتھ
رہتے پڑھنے پڑھانے کا شوق پورا کرتے، ایک ساتھ گاتے اور پیانو بجاتے۔ ماشا اپنے
پھول پودوں اور مرغی خانے کی نگہبانی کرتی۔ نکولائی کبھی کبھی شکار پر چلا جاتا۔ باقی وقتوں میں وہ
جاگیر کے معاملات کی نگرانی اور جانچ پڑتال میں مصروف رہتا۔ خوشی، سکون اور بے فکری
کی ایسی فضا میں ارکادی پروان چڑھا۔ دس سال خواب کی طرح گزر گئے۔ ۱۸۴۷ء
میں کرسانوف کی بیوی اسے چھوڑ کر چل بسی۔ اس ناگہانی صدمے نے اسے مردہ
اور نڈھال بنا دیا۔ چند ہی ہفتوں میں اس کے بال سفید ہونے لگے۔ وہ اپنے
غم نصیب دل کو بہلانے کے ارادے سے دوسرے ملکوں کی سیاحت کا ارادہ کر
ہی رہا تھا کہ ۱۸۴۸ء کا زمانہ آگیا ——— اور وہ دل برداشتہ
اپنی خواہش کے خلاف اپنی جاگیر پر واپس آگیا۔ بے عملی اور تعطل کی ایک طویل

مدت کے بعد، پھر ایک بار وہ اپنی جاگیر کی دیکھ بھال اور اس کے انتظام
کو بہتر بنانے کے لئے گوناگوں مصروفیتوں میں دلچسپی لینے لگا۔

۱۸۵۵ء میں وہ اپنے لڑکے کو یونیورسٹی لے گیا۔ اس نے تین جاڑے
سنٹ پیٹرس برگ میں اپنے بیٹے کے ساتھ گزارے۔ اس دوران میں وہ بہت کم
گھر سے باہر نکلتا۔ ان دنوں وہ ارکادی کے نوجوان دوستوں سے جان پہچان پیدا
کرنے کی کوشش کیا کرتا۔ گزشتہ سرما میں وہ اپنے بیٹے کے پاس نہ جا سکا تھا
اور یہاں ابھی ابھی ہم نے ۱۸۵۹ء کی مئی میں اسے اپنے بیٹے کے انتظار میں بیٹھے ہوئے
دیکھا ہے۔ جس نے ابھی ابھی ڈگری حاصل کی ہے، وہی ڈگری جو اس نے کبھی جوانی
میں حاصل کی تھی۔ اب تو اس کے بال سفید ہو گئے تھے۔ وہ موٹا ہو گیا تھا اور اس
کی کمر جھک گئی تھی۔

ملازم تعظیماً یا شاید اس وجہ سے کہ وہ اپنے آقا کے سامنے نہ رہنا چاہتا ہو، دروازے
سے ہٹ کر پھاٹک کی طرف چلا گیا تھا اور پائپ کے کش اڑا رہا تھا۔

نکولائی پیترووچ نے اپنا سر جھکا لیا اور ٹوٹتے ہوئے بوسیدہ زینوں کو
گھورنے لگا۔ ایک بڑا سا پنچ رنگا مرغ، اپنا سینہ پھلائے، اپنے چمکیلے زرد پیروں پر
چلتا ہوا بڑی بے نیازی سے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مٹیالے رنگ کی بلی سستی سے
جنگلے پر شرم سے اپنا جسم لپیٹے ہوئے رحمی نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ چمکیلی دھوپ
پھیلی ہوئی تھی۔ گھوڑے بدلنے کی چوکی کے نیم تاریک دروازے سے رائی کی روٹی کی
گرم گرم سوندھی خوشبو آ رہی تھی۔ نکولائی پیترووچ ایسے تصورات کی لہروں میں بہہ گیا
——— جیسے کوئی خواب دیکھ رہا ہو ——— "میرا بیٹا ——— ایک گریجویٹ ———

ارکاشا ——— میرا بیٹا ———" یہی خیالات تھے جو مسلسل اس کے دماغ میں گونج رہے
تھے۔ چکر لگا رہے تھے۔ وہ کچھ اور سوچنے کی کوشش کرتا۔ لیکن یہی خیالات پھر غالب
آجاتے۔ اسے اپنی مرحوم بیوی یاد آئی "بے چاری ——— افسوس وہ یہ دن دیکھنے
کو زندہ نہ رہی" وہ بڑی مغموم اور اداس آواز میں آہستہ سے بڑبڑایا۔ ایک بڑا
سا موٹا، گہرے نیلے رنگ کا کبوتر تیزی سے اڑتا ہوا سڑک کی طرف آیا اور کنوئیں کے
پاس چھوٹے سے گڑھے میں سے جلدی جلدی گدلا پانی پینے لگا۔ نکولائی پیترووچ اسے
دیکھنے لگا۔ لیکن دور سے آتی ہوئی پہیوں کی آہٹ پر اس کے کان کھڑے ہو چکے
تھے۔

"سرکار، سرکار ——— معلوم ہوتا ہے کہ وہ آرہے ہیں" ملازم نے پھاٹک سے
منہ نکال کر چلا کر کہا۔

نکولائی پیترووچ اچھل پڑا اور اس کی نگاہیں سڑک پر تیرتی چلی گئیں۔ ایک
گاڑی دکھائی دی جس میں چوکی کے تین گھوڑے ایک ساتھ جتے ہوئے تھے اس
نے گاڑی میں طالب علم کی ٹوپی کے اڑتے ہوئے نیلے فیتے کی ایک جھلک سی دیکھی
اور اس کی آنکھوں میں ایک پیارے چہرے کے مانوس خد و خال جگمگا اٹھے

"ارکاشا ——— ارکاشا" کرسانوف چیخ اٹھا اور اپنے ہاتھ ہلاتا ہوا اس کی
طرف دوڑا .... چند ہی لمحوں بعد اس کے لب ایک بے
داڑھی، گرد آلود اور دھوپ سے تمتماتے ہوئے گال کو بوسہ دے رہے تھے۔

۲

"ارے ذرا ٹھہرئے ابا جان ——— میں ذرا اپنی گرد تو جھاڑ لوں" ارکادی نے
سفر کی تھکان سے بوجھل، مگر توانائی سے بھرپور، نکھری اور گھنٹیوں کی طرح گونجتی ہوئی
صاف آواز میں کہا اور گرم جوشی سے اپنے باپ سے لپٹ گیا اور خود بھی اس
کے پیار کا جواب دینے لگا "لیجئے میں تو آپ کو بھی گرد آلود کئے دے رہا ہوں"
"ارے کوئی بات نہیں، کوئی بات نہیں" نرمی سے مسکراتے ہوئے اپنے
بیٹے کے لبادے سے دوبارہ گرد جھاڑتے ہوئے اور اپنے کوٹ پر ہاتھ مارتے ہوئے
نکولائی پیترووچ نے دہرایا "ذرا میں تمہیں نظر بھر کر دیکھوں تو سہی ——— ذرا تمہیں
دیکھوں تو سہی" اس نے اپنے بیٹے سے الگ ہوتے ہوئے اور پیچھے ہٹتے ہوئے
کہا۔ پھر تیز تیز قدموں سے چوکی کے احاطے کی طرف لپکتے ہوئے اس نے پکار
کر کہا "ادھر، ہاں ادھر ——— چلو گھوڑوں کو اس طرف لاؤ"

نکولائی پیترووچ اپنے بیٹے سے زیادہ جذبات میں بھرا ہوا معلوم ہو رہا تھا
وہ کچھ سہما سہما حیران پریشان نظر آرہا تھا۔ ارکادی نے بڑھ کر اسے روک لیا۔

"ابا جان — آئیے میں آپ کو اپنے بہترین دوست بزاروف سے ملاؤں - وہی بزاروف جس کے بارے میں اکثر آپ کو لکھتا رہا ہوں —
ہاں وہی - کتنی خوشی کی بات ہے کہ میرے دوست نے کچھ دنوں ہمارے ساتھ ٹھہرنے کا وعدہ کر لیا ہے "

نکولائی پترووچ تیزی سے پلٹا اور اس لمبے تڑنگے نوجوان کی طرف بڑھا جو ایک لمبا، ڈھیلا ڈھالا موٹے قسم کا کھردرا سا کوٹ پہنے ابھی ابھی گاڑی سے نیچے اترا تھا - اس نے گرم جوشی سے اپنے ہاتھ میں اس کے دستانے نکلے ہوئے سرخ ہاتھ کو دبایا جو اس نوجوان نے اس کی طرف نہیں بڑھایا تھا -

" مجھے بڑی خوشی ہوئی —— واقعی تم نے ہمارے گھر آ کر مجھے بڑا ممنون کیا ہے —— اچھا ذرا اپنا اور اپنے ابا جان کا نام تو بتاؤ "

یف گینی وسیل یف " بزاروف نے تھکی ہوئی سست مگر بھاری مردانہ آواز میں جواب دیا - اس نے اپنے کھردرے موٹے کوٹ کا کالر پیچھے کی طرف الٹ کر پترووچ کو اپنا پورا چہرہ بھی دکھا دیا - اس کا چہرہ لمبا اور پتلا تھا - اس کی پیشانی کشادہ اور ناک ذرا چپٹی مگر سرے کے اٹھان پر پتلی سی تھی - آنکھوں میں سبزی مائل چمک اور جھکی جھکی سی جٹیلے رنگ کی مونچھیں - اس کے لبوں پر ایک خاص پُر سکون مسکراہٹ کی ضو تیر رہی تھی جو اس کی خود اعتمادی اور ذہانت کی غماز تھی

" میرے عزیز یف گینی وسیل یف —— مجھے امید ہے کہ تم ہماری صحبت میں کسی قسم کی اکتاہٹ نہیں محسوس کرو گے - نکولائی پترووچ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا -

بزاروف کے ہونٹوں پر ایک بہت ہی خفیف سی تھرتھراہٹ ابھر کر رہ گئی وہ کوئی جواب نہ دے سکا - البتہ اس نے تعظیماً اپنے سر سے ٹوپی اتار لی - اس کے بال گھنے اور لمبے لمبے تھے پھر بھی اس کے سر کی ابھری ہوئی ہڈیاں صاف نمایاں تھیں

"اچھا ارکادی" نکولائی پترووچ نے پھر اپنے بیٹے کی طرف مڑتے ہوئے کہا -
"گھوڑے فوراً جوت دئے جائیں یا تم کچھ دیر یہاں سستانا پسند کرو گے - جیسا کہو "
"اب ہم گھر ہی پہنچ کر آرام کریں گے — ان سے کہئے گھوڑے تیار کریں "
"اچھا تو بس ابھی لو" اس کے باپ نے حامی بھری " اے پیوتر —— بھلے مانس کچھ سنتا بھی ہے ؟ جلدی ' ہاں جلدی "

پیوتر نئی تہذیب کا ملازم تھا اس لئے اس نے اپنے چھوٹے سرکار کے ہاتھ کو بوسہ نہیں دیا بلکہ اس کی طرف دور سے اپنے سر کو ہلکے سے خم کیا اور پھر پھاٹک سے باہر نکل گیا -

"میں تو ایک ہی گاڑی کے ساتھ آیا تھا —— لیکن تمہاری بگھی کے لئے بھی تین گھوڑے موجود ہیں" نکولائی پترووچ نے کچھ پریشانی اور گھبراہٹ کے ساتھ کہا - اس اثنا میں ارکادی لوہے کی بالٹی سے پانی پینے لگا جو چوکی کی ایک منتظم عورت اس کے لئے لائی تھی - بزاروف نے پائپ پینا شروع کر دیا اور وہ ٹہلتا ہوا ڈرائیور کے پاس پہنچ گیا تھا جو گھوڑوں کو باہر نکال رہا تھا " گاڑی میں صرف دو ہی جگہیں ہیں اور میں نہیں جانتا کہ تمہارے دوست ...... "
" وہ بگھی میں چلے جائیں گے" —— ارکادی نے بات کاٹ کر بہت دھیمی آواز میں کہا " آپ اس کے ساتھ کوئی تکلف نہ کیجئے - وہ بہت اچھا آدمی

ہے، — اتنا سادہ — وہ تو آپ خود ہی دیکھ لیں گے —"

نکولائی پیتروچ کا کوچوان گھوڑوں کو سامنے لایا —

"ارے او، ڈڑھیل، جلدی کرو، جلدی" بزاروف نے کوچوان سے کہا۔

"کچھ سنا ہے — ارے میتوہا" دوسرے کوچوان نے کہا جو دونوں ہاتھ اپنے بھیڑ کی کھال کے کوٹ میں پیچھے کی طرف گھسیڑے کھڑا تھا — "کچھ سنا سرکار نے تجھے کیا کہا؟ — تو بھی ہے نرا ڈڑھیل ہی"

میتوہا نے صرف اپنی ٹوپی کو ایک جھٹکا دیا اور بدکے ہوئے پچھلے گھوڑے کی لگام کھینچنے لگا۔

"چلو جلدی کرو — لڑکو ہاتھ بڑھاؤ ہاتھ —" نکولائی پیتروچ نے چلا کر کہا "آؤ ہمارے پاس اتنا بھر تو ہے کہ ہم ایک دوسرے کا جام صحت پئیں"

چند ہی منٹوں میں گھوڑے گاڑی میں جت گئے۔ باپ بیٹے گاڑی میں بیٹھ گئے پیوتر اچھلا اور اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ بزاروف بگھی میں سوار ہوا اور چمڑے کے گدے پر اپنا سر ٹکا کر آرام سے بیٹھ گیا — اور پھر دونوں گاڑیاں منزل کو چل پڑیں۔

۳

"اچھا تو تم — تم — آخر آ ہی گئے — یہاں — ایک گرمجوبیٹ، میرے پاس ۱۰ بجے گھر میں" نکولائی پیتروچ نے اس کے شانوں کو دباتے ہوئے اس کے گھٹنوں کو تھپکتے ہوئے کہا۔

"اچھا چچا جان کیسے ہیں؟ اچھے تو ہیں؟" اس کے باوجود ارکادی کا دل بچوں کی سی معصوم خوشی سے تڑپ اٹھا تھا۔ اس نے جذباتی گفتگو کا رخ موڑ کر عام بات چیت شروع کی۔

"بالکل اچھے ہیں — بالکل بخیریت — وہ تم سے ملنے کے لئے آنا چاہتے تھے لیکن کچھ ایسی مجبوریاں پیدا ہو گئیں کہ انھیں یہ خیال چھوڑنا پڑا۔"

"اچھا آپ کتنی دیر سے انتظار کر رہے تھے میرا؟"

"اوہ — پانچ گھنٹے سے۔"

"میرے اچھے ابو —"

ارکادی نے تیزی سے اپنے باپ کی طرف مڑ کر اسے بوسہ دیا۔ نکولائی پیتروچ

کے منہ سے ایک ہلکا سا قہقہہ نکل پڑا۔

"دیکھنا ——— میں نے تمہارے لئے کتنا شاندار گھوڑا رکھ چھوڑا ہے۔"
اس نے کہنا شروع کیا "ہاں دیکھنا ——— اور تمہارے کمرے میں نئے کاغذ منڈھوا دئے گئے ہیں۔"

"کیا بزاروف کے لئے بھی ایک کمرہ مل جائے گا؟"

"ہاں ہاں ——— ہم اس کے لئے بھی ایک کمرے کا انتظام کر دیں گے۔"

"دیکھئے ابا جان" مہربانی کرکے میرے دوست کا پورا پورا خیال رکھئے گا۔ کیا بتاؤں اس کی دوستی کو میں اپنے لئے کتنی بڑی نعمت سمجھتا ہوں۔"

"کیا تمہاری دوستی سال ہی میں ہوئی ہے؟"

"ہاں حال ہی میں ———"

"اچھا تو یہی وجہ ہے گزشتہ سرما میں میں نے اسے نہیں دیکھا تھا ——— وہ کیا پڑھتا ہے؟"

"اس کا خاص مضمون نیچرل سائنس ہے۔ لیکن اس کی معلومات بہت وسیع ہیں۔ آیندہ سال ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

"اچھا تو وہ ڈاکٹری پڑھ رہا ہے" نکولائی پیترووچ نے کہا اور کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گیا۔ "پیوتر" اس نے اپنے ہاتھ کو پھیلاتے ہوئے پوچھا ——— کیا وہ ——— وہاں ——— اپنے ہی مزارع چھکڑے ہانکے جا رہے ہیں؟"

پیوتر نے اس طرف دیکھا۔ جدھر اس کے آقا نے اشارہ کیا تھا۔ چند چھکڑوں کو بے لگام گھوڑے گھسیٹتے ہوئے تنگ سڑک پر سرپٹ بھاگے جا رہے تھے۔ ہر چھکڑے

میں ایک یا دو کسان بھیڑ کی کھال کے کوٹ پہنے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سارے بٹن کھلے ہوئے تھے۔

"جی ہاں، سرکار ———"

"کہاں جا رہے ہیں ——— شہر کو؟"

"جی ہاں، میرے خیال میں شہر ہی کو جا رہے ہیں۔ شراب خانے تک ——— شاید" اس نے ملامت اور نفرت آمیز لہجے میں کہا اور کوچوان کی طرف اک ذرا مڑ گیا جیسے وہ توسن کر پھڑک ہی اٹھے گا۔ لیکن اس میں تو ہلکی سی جنبش بھی نہ ہوئی وہ ٹھہرا پرانے زمانے کا آدمی۔ اسے نئی نسل کے جدید خیالات سے کچھ واسطہ تو تھا نہیں۔

——— "امسال کسانوں نے مجھے بڑا ستایا ہے" نکولائی پیترووچ نے اپنے بیٹے کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ "وہ تو لگان دینے کا نام ہی نہیں لیتے۔ اب ایسے میں کوئی کیا کرے؟"

"لیکن کیا آپ مزدوروں کو پسند کرتے ہیں؟"

"ہاں" نکولائی پیترووچ نے اپنے دانتوں کو بھینچتے ہوئے کہا "انھیں میرے خلاف ابھارا جا رہا ہے۔ یہی تو اصل شرارت ہے۔ وہ اب کام چور بھی ہو گئے ہیں۔ اوزار کو توڑ پھوڑ کر برباد کر دیتے ہیں۔ ہاں البتہ اب کے انھوں نے زمین کی جتائی بہت خوب کی ہے۔ ذرا معاملہ دب جائے تو سب ٹھیک ہو جائے گا، ہاں ——— ہاں ——— کیا اب تم کاشتکاری میں دلچسپی لے سکو گے؟"

"آپ کے یہاں کوئی سایہ دار جگہ نہیں ——— افسوس" ارکادی نے کہا اور آخری سوال کو ٹال گیا

"شمالی چھجے پر میں نے چھت ڈلوا دی ہے ——" نکولائی پتروویچ نے کہا۔ "اب تو ہم کھانا بھی کھلی ہوا میں کھا سکتے ہیں۔"

"اچھا اب تو یہ موسم گرما کا مکان معلوم ہوتا ہوگا —— چھوڑیے یہ سب فضول سی ہے۔ کتنی خوش گوار ہوا ہے۔ کتنی بھینی بھینی خوشبو بسی ہوئی ہے۔ سچ کہتا ہوں، ایسا لگتا ہے، جیسے ان سبزہ زاروں جیسی خوشبو دنیا میں اور کہیں نہیں ہے —— اور نہ ایسا آسمان۔"

ارکادی اچانک رک گیا، پیچھے کی طرف پلٹ کر دیکھا اور چپ ہو گیا۔

"بے شک،" نکولائی پتروویچ نے کہا "تم یہیں پیدا ہوئے ہو، اس لئے یہاں کی ہر چیز تم پر ایک خاص اثر ——"

"چھوڑیے ابا —— کسی کے کہیں پیدا ہونے سے کوئی خاص فرق نہیں پیدا ہوتا۔"

"پھر بھی"

"نہیں نہیں، اس سے قطعی کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

نکولائی پتروویچ نے کنکھیوں سے اپنے بیٹے کی طرف —— دیکھا اور جب اس کے بعد دوبارہ گفتگو شروع ہوئی تو گاڑی آدھے میل کا سفر اور طے کر چکی تھی۔

"یاد نہیں آتا۔ پتہ نہیں تمہیں لکھا بھی تھا کہ نہیں" پتروویچ نے کہنا شروع کیا "تمہاری بوڑھی انا یگوروفنا کا انتقال ہو گیا۔"

"ارے سچ؟ بے چاری —— چ چ چ —— کیا پروکوفیچ ابھی تک

زندہ ہے؟"

"ہاں —— وہ ذرا بھی نہیں بدلا ہے۔ ویسے کا ویسا ہی ہے، ہمیشہ کی طرح غراتا، بڑبڑاتا۔ سچ پوچھو تو اب کے میرینو میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔"

"کیا آپ کے پاس اب تک وہی پرانا کارندہ ہے؟"

"ہاں، اس میں تم تبدیلی پاؤ گے۔ میں نے طے کر لیا ہے کہ کسی ایسے کمیرے کو اپنے پاس پھٹکنے نہ دوں جو پہلے گھریلو ملازم رہ چکا ہو۔ یا کم سے کم کسی ایسی ذمہ داری کا کام تو سونپنا ہی نہیں (ارکادی نے پیوتر کی طرف ایک نظر دیکھا) —— سچ، وہ آزاد ہو چکا ہے ——" نکولائی پتروویچ نے دبی زبان سے کہا "لیکن —— وہ تو صرف ایک خدمت گار ہے۔ اب کے میں نے واقعی ایک کارندہ رکھا ہے۔ وہ ایک شہری ہے۔ آدمی محنتی اور کام کا معلوم ہوتا ہے۔ میں اسے سالانہ دو سو پچاس روبل دیتا ہوں لیکن ——" نکولائی پتروویچ نے اپنے ہاتھ سے اپنے ماتھے اور بھوؤں کو رگڑتے ہوئے کہا۔ یہ انداز ہمیشہ اس کے اندرونی خلفشار اور پریشانی کو ظاہر کرتا تھا "میں نے ابھی تم سے کہا تھا کہ تم میرینو میں کوئی خاص بڑا فرق نہیں پاؤ گے لیکن حقیقت نہیں ہے۔ میں تمہیں ابھی سے ہی اس کے لئے تیار کر دینا چاہتا ہوں —— حالانکہ ——"

وہ تھوڑی دیر کے لئے جھجکا، پھر فرانسیسی زبان میں بولنے لگا۔

"ایک کٹر اخلاق پرست کے نزدیک میری یہ صاف گوئی نامناسب

نظر آئے گی۔ لیکن، اوّل تو ایسی باتیں چھپی نہیں رہ سکتیں۔ دوسرے تمھیں معلوم ہے کہ باپ اور بیٹے کے رشتے کے بارے میں، ہمیشہ سے میرا ایک خاص، ایک عجیب تصور رہا ہے۔ گرچہ میں جانتا ہوں، مجھ پر الزام دھرنے میں تم حق بجانب ہوگے ـــــ یہ میری عمر ـــ یہ، مختصر یہ کہ ـــ وہ ـــ وہ لڑکی ـــ جس کے بارے میں تم اب تک سن بھی چکے ہوگے ـــــــ"

"فنشکا؟" آرکاڈی نے سہولت کے ساتھ پوچھا۔

نکولائی پٹروویچ کا چہرہ سُرخ ہوگیا۔"خدا کے لئے، اس کا نام زور سے نہ لو۔ ہاں دیکھو ـــ وہ اب میرے ساتھ رہتی ہے۔ میں نے اسے اپنے گھر میں رکھ لیا ہے۔ اس میں صرف دو ہی کمرے ہیں ـــ لیکن اب رد و بدل ہو جائیگا ـــ"

"لیکن، ابا، کس لئے؟"

"تمھارا دوست ہمارے ہی ساتھ ہی ٹھہرنے والا ہے نا، ـــ یہ کچھ بے موقع ـــ"

"دیکھئے، بزاروف کے لئے کسی پریشانی کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ان چیزوں سے بلند ہے۔"

"لیکن تم بھی تو ـــ" نکولائی پٹروویچ نے کہا ـــ "مکان بہت چھوٹا اور تنگ ہے۔ یہی تو اس کی سب سے بڑی خرابی ہے۔"

"عجیب بات ہے، ابا جان، آپ تو جیسے معذرت چاہ رہے ہیں ـــ آپ کو شرم تو نہیں محسوس ہو رہی ـــــ؟"

"یقیناً مجھے شرمندہ ہونا چاہیے ـــ" نکولائی پٹروویچ نے جواب دیا۔ اور اس کے چہرے کی سُرخی بڑھتی گئی، بڑھتی گئی۔

"فضول بے کار ابا جان، ایسا نہ کہیے" ارکاڈی محبت کے ساتھ مسکرایا۔ "آخر ایسی کون سی معذرت اور شرمندگی کی بات ہوگئی ہے؟" اس نے اپنے آپ سوچا اور اس کا دل اپنے مہربان اور نرم دل باپ کے لئے شفقت اور محبت سے بھر گیا جس کی تہہ میں اس کا احساسِ برتری بھی چھپا ہوا تھا۔ "اب اسے چھوڑیئے بھی" اس نے پھر دہرایا۔ وہ بے اختیارانہ اپنی آزاد خیالی اور ترقی پسندی کے احساس سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

نکولائی پٹروویچ نے اپنی انگلیوں میں سے، جن سے وہ اپنی پیشانی کو رگڑ رہا تھا، جھانک کر دیکھا۔ اور جیسے اس کے دل میں ایک دھچکا سا لگا ـــــ اور وہ اپنے آپ کو ملزم ٹھہرانے لگا۔

"یہ لو آخر ہماری چراگاہیں بھی آگئیں،" ایک خاموشی کے بعد اس نے کہا۔

"اور وہ، وہاں، سامنے ہمارا جنگل ہے نا؟" ارکاڈی نے پوچھا۔

"ہاں ـــ میں نے البتہ عمارتی لکڑی کے درخت بیچ دیئے ہیں۔ اس سال وہ کاٹ لئے جائیں گے۔"

"کیوں آپ نے بیچ کیوں دیئے؟"

"روپوں کی ضرورت تھی ـــ دوسرے وہ زمین کسانوں کو دی جارہی ہے۔"

"ان کو جو آپ کو لگان بھی نہیں دیتے؟"

"خیر یہ ان کا معاملہ ہے۔ وہ جانیں ــــ پھر کبھی نہ کبھی تو وہ دے ہی دینگے۔"

"مجھے جنگل کا بڑا افسوس ہے۔" ارکاڈی نے کہا اور اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

جس وادی سے وہ گزر رہے تھے، اس میں کوئی دلکشی نہیں تھی۔ میدان ہی میدان، میدانوں کا ایک لامتناہی سلسلہ، جو اُفق تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ کہیں بلندیوں پر اُٹھتے ہوئے، کہیں ڈھلان پر جھکتے ہوئے۔ کہیں کہیں جنگل بھی نظر آتے تھے۔ بل کھاتی ہوئی ندیاں اور نالے بھی، جن کے کناروں پر چھوٹی چھوٹی اور چھدری چھدری جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ یہ مناظر کیتھرین کے عہد کی قدیم تصویروں کی یاد تازہ کر رہے تھے۔ انکے راستے میں کہیں کہیں چھوٹے چشمے بھی ملے جن کے کنارے کٹے پھٹے اور کھوکھلے تھے۔ اور چھوٹی چھوٹی جھیلیں بھی جن کے دہانے تنگ تھے۔ چھوٹے چھوٹے گاؤں کی اونگھتی ہوئی مٹیالی جھونپڑیاں جن کی چھتیں گری پڑ رہی تھیں۔ ڈھلواں کھلیان۔ جن کو گھنی جھاڑیوں کی ٹٹیوں سے گھیر دیا گیا تھا، دروازے جو غلّہ گاہنے والی زمین کے پاس منہ پھاڑے نظر آرہے تھے۔ اور پھر گرجا گھر، جن میں کچھ تو اینٹوں کے تھے اور جن کے پلاسٹر اکھڑ اکھڑ کر گر رہے تھے اور باقی لکڑی کے، جن کی صلیبیں زمین بوسی کے لئے جھکی چلی آرہی تھیں۔ دھیرے دھیرے ارکاڈی کا دل ڈوبنے لگا۔ اس پورے منظر میں جو کسر رہ گئی تھی اسے ان کسانوں نے پورا کر دیا جو چیتھڑوں میں لپٹے ہوئے تھے اور چھوٹے چھوٹے مریل ٹٹوؤں پر سوار تھے۔ بید کے درخت

جن کی چھال اُتری ہوئی تھی اور شاخیں ٹوٹی ہوئی تھیں، سڑک کے کنارے فقیروں کی قطار کی طرح کھڑے تھے۔ دبلی اور جھبری بھوک سے نڈھال گائیں غاروں کے دہانوں پر اگی ہوئی گھاس کو حریصانہ تیزی کے ساتھ چر رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ابھی انھیں کسی جان لیوا خوفناک دیو کے جنگل سے چھڑایا گیا ہے۔ لہلہاتی ہوئی بہار کے ایک ایسے خوبصورت دن کے جلو میں، جانوروں کی یہ قابلِ رحم اور بھوکی زندگی ایک مہیب بھوت کی طرح ایک ایسے دائمی اور بے پناہ جاڑے کا بھیانک تصور اجاگر کرتی تھی جس میں آندھیاں ہی آندھیاں، شل کر دینے والے پالے اور برف کے طوفان ہی طوفان ہوں۔

"نہیں" ارکاڈی نے سوچا۔ "یہ ایک خوش حال دیس نہیں ہے۔ اس میں خوش حالی اور آسودگی کا نام ہے اور نہ کل کارخانوں کا وجود۔ لیکن اس طرح کام تو نہیں چل سکتا۔ یہ صورت حال زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہ سکتی۔ اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔ لیکن یہ اصلاح ہو کس طرح؟ اس کا آغاز کوئی کیوں کر کرے؟"

یہ تھی ارکاڈی کے خیالات کی رو ــــ لیکن خیالات کی اس لہر پر پھر بہار کی دلکشی چھانے لگی تھی۔ چاروں طرف، حد نظر تک، لہکتے سبزہ زاروں پر سونے کا پانی چڑھتا ہوا نظر آرہا تھا۔ سارے پیڑ پودے: جھاڑیاں، گھاس، ــــ ہر چیز چمک رہی تھی، جاگ رہی تھی، انگڑائیاں لے رہی تھی ــــ اور گرم ہواؤں کے نرم، لطیف اور نازک جھونکوں سے وہ سب بڑی بڑی موجوں کی طرح بہتی نظر آرہی تھیں ہر طرف سے گرم ہوا کے ہیجانی نغمے امڈے چلے آرہے تھے۔ کالے سروں والی مرغابیاں جب نیچے سبزوں پر جھکتیں تو چیختیں یا گھاس کے گچھوں پر اس طرح دوڑتیں کہ کوئی آہٹ بھی

پیدا نہ ہوئی۔ موسم بہار کی فصل لگی ہوئی تھی اور اس کے پودوں میں، جو ابھی پوری طرح بڑھے نہیں تھے، کوے اکڑ اکڑ کر چل رہے تھے ـــــ اور سبز پس منظر میں سیاہ دھبوں کی طرح نظر آ رہے تھے۔ آہستہ آہستہ وہ روئی کی سفیدی کے پیچھے چھپ گئے۔ ہاں البتہ کبھی کبھی سفید سیلاب میں کہیں کہیں ان کے سر جھانکتے نظر آ جاتے۔ ارکاڈی گھورتا رہا، دیکھتا رہا اور دیکھتا رہا۔ اس کے خیالات آہستہ آہستہ مٹنے لگے، مٹتے گئے، ـــــ اور پھر یکسر معدوم ہو گئے۔ اس نے اپنا کوٹ اتار کر الگ رکھ دیا، اور اپنے باپ کی طرف رُخ کر کے دیکھنے لگا اس وقت اسکے چہرے میں بچپن کی ایسی معصومیت دمک اٹھی تھی کہ اسکے باپ نے بے اختیار اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔

"ہم اب بہت دور نہیں ہیں،" نکولائی سپرٹوفچ نے کہا "بس اس پہاڑی کی چڑھائی ختم ہوئی نہیں کہ ہمارا گھر نظر آیا، چلو اب ہم ایک ساتھ بڑی اچھی زندگی گزاریں گے۔ ارکاشا تم فارم کی دیکھ بھال اور کھیتی باڑی میں میرا ہاتھ بٹاؤ گے نا؟ ایں؟ کاش تمھارا دل لگ جائے۔ ہمیں ایک دوسرے سے بہت قریب ہو جانا چاہیئے، ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے نا ـــــ کیوں؟"

"ہاں ضرور ضرور ـــــ" ارکاڈی نے کہا "ابا، آج کا دن کتنا سہانا ہے، کتنا خوبصورت؟"

"میرے بیٹے، یہ دن بھی تمھارا استقبال کر رہا ہے۔ ہاں بہار ہے تو پورے نکھار پر ـــــ لیکن تم جانو بھئی، میں تو پشکن کا ہم خیال ہوں ـــــ یقینی آنا چمن تمہارا مگر کتنا [illegible] تمھیں ـــــ

اے بہار، اے بہار، محبت کے شیریں ترین زمانے
تو میرے لئے اپنے ساتھ غم کے کتنے پھول لے کے آئی ہے؟
کیا ـــــ

"ارکاڈی" پیچھے بگھی سے بزاروف کے پکارنے کی آواز آئی "بھئی ذرا ماچس بھجوا دینا۔ پائپ جلانے کے لئے میرے پاس کچھ بھی نہیں۔"

نکولائی پیٹروچ دفعتاً خاموش ہو گیا۔ اور ارکاڈی نے، جو قدرے حیرت اور ہمدردی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اس کی باتیں سننے لگا تھا، جلدی سے اپنی جیب سے چاندی کی ایک ماچس کی ڈبیا نکالی اور پائٹر کے ہاتھ بزاروف کو بھیج دی۔

"سگار پیو گے؟" بزاروف نے پھر پکار کر پوچھا۔

"شکریہ ـــــ" ارکاڈی نے جواب دیا۔

"پائٹر گاڑی میں واپس آیا اور ماچس کے ساتھ ایک موٹا سا سیاہ سگار اسکے ہاتھ میں دیا جسے فوراً سلگا کر ارکاڈی دمادم دھوئیں کے کش لگانے لگا۔ اسکے چاروں طرف سستی تمباکو کا تہہ دار دھواں پھیل گیا۔ اسکی بو اتنی تیز اور تلخ تھی کہ اسکے باپ نے، جو اپنی جوانی سے ہی تمباکو سے بے نیاز تھا، مجبوراً اپنا منہ چپکے سے اس طرح دوسری طرف پھیر لیا کہ اسکے بیٹے کے جذبات کو ٹھیس نہ لگے۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد گاڑیاں ایک لکڑی کے مکان کے زینوں کے سامنے جا رکیں۔ مکان کا رنگ بھورا تھا اور اس پر لوہے کی ایک سرخ چھت پڑی ہوئی تھی۔ یہی تھا میرینو، جسے لوگ "نیو وک" کے نام سے بھی جانتے تھے لیکن کسانوں نے اس کا ایک اور نام بھی رکھ چھوڑا تھا ـــــ "غربت محل"

۴

ان کے استقبال کو ملازموں کا کوئی قافلہ زینوں پر سے دوڑتا ہوا نہیں آیا۔ البتہ بارہ سال کی ایک لڑکی ضرور نمودار ہوئی، اسکے پیچھے ایک لڑکا گھر سے نکل کر آیا۔ اس کی شباہت پاکٹرے سے بہت ملتی جلتی تھی۔ وہ سفید رنگ کا کوٹ پہنے ہوا تھا جس کے بٹنوں پر خاندانی نشانات کندہ تھے۔ وہ پاول پٹروونچ کرسناف کا ملازم تھا۔ بغیر ایک لفظ کہے اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور پردے کے بٹن کھولے۔ نکولائی پٹرونچ اپنے بیٹے اور بزاروف کے ساتھ ایک بڑے سے خالی اور اندھیرے کمرے سے گزر کر جب جدید ترین طرز پر آراستہ ڈرائنگ روم میں داخل ہو رہا تھا تو انھیں ایک خوبصورت جوان عورت کی ہلکی سی جھلک نظر آئی۔

"آخر ہم اپنے گھر پہنچ ہی گئے۔" نکولائی پٹرونچ نے اپنے سر سے ٹوپی اُتارتے ہوئے اور اپنے بالوں کو سہلاتے ہوئے کہا "یہ کتنی شاندار بات ہے؟ ایں؟ اچھا تو اب کھانا کھا کر آرام کرنا چاہیے۔ کیوں؟"

"ہاں کھانا اس وقت کچھ بے موقع نہ ہوگا" بزاروف نے اپنی کمر سیدھی

کرتے ہوئے کہا اور صوفے میں دھنس گیا۔

"ہاں، ہاں ہمیں کھانا ہی کھا لینا چاہیے ——— ابھی بس ابھی"

نکولائی پٹرونچ نے نہ جانے کیوں اپنے پاؤں کو پٹکتے ہوئے کہا ———

"اور یہ لو، پروکافنچ بھی بڑے وقت سے آگیا۔"

ایک سیاہ فام، پتلا دبلا، بوڑھا شخص داخل ہوا۔ اس کے بال سفید تھے اور وہ دارچینی کے رنگ کا ایک لمبا کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ اسکے رومال کا رنگ گلابی تھا۔ وہ مسکرایا، آگے بڑھا اور ارکاڈی کے ہاتھ کو بوسہ دے کر مہمان کی طرف آہستہ سے جھکا اور پھر دروازے کی طرف پلٹ گیا اور اپنے دونوں ہاتھ پیچھے باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

"دیکھو پٹروکافنچ، دیکھو۔ آخر یہ ہمارے پاس واپس آگیا۔ بتاؤ تو سہی، تمھیں دیکھنے میں کیسا لگ رہا ہے ———؟"

"بہت اچھے، بہت اچھے ———" بڈھے نے جواب دیا۔ اس کے دانت پھر نکل آئے۔ لیکن پھر فوراً ہی اس کی بھویں چڑھ گئیں اور پیشانی پر بل پڑ گئے۔ "کیا کھانا میز پر چنا جائے؟"

"ہاں ہاں ——— ضرور ——— لیکن، یف جینی وسیلیوچ، کیا تم کچھ دیر کے لیے اپنے کمرے میں جانا چاہتے ہو؟"

"نہیں، شکریہ، مجھے اس کی ضرورت نہیں صرف میرا چھوٹا بکس وہاں بھجوا دیجئے، اور ہاں اور یہ کپڑے بھی ———" اس نے اپنے کھردرے اوورکوٹ کو اتارتے ہوئے کہا۔

"ضرور، ضرور ——— پٹروکافنچ ——— دیکھو، آپ کا کوٹ لے جاؤ۔"

دپٹروکافیچ نے گھبراہٹ اور حیرانی کے ساتھ بزاروف کے کپڑے اپنے دونوں ہاتھ میں اُٹھالئے اور انھیں اپنے سر سے اُوپر اٹھائے ہوئے پنجوں پر چلتا ہوا باہر نکل گیا)۔ "اور تم، ارکاڈی، کیا تم ذرا اپنے کمرے میں جا رہے ہو؟"

"ہاں —— ذرا میں منہ ہاتھ دھولوں" ارکاڈی نے جواب دیا۔ ابھی وہ دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ٹھیک اسی وقت ڈرائنگ روم میں، پاول پٹروفچ کرسانف داخل ہوا۔ دیکھنے میں پینتالیس سال کا معلوم ہوتا تھا۔ اس کا قد میانہ تھا، وہ ایک انگریزی سیاہ سوٹ، فیشن ولی ٹائی اور بکری کی کھال کے جوتے پہنے ہوئے تھا۔ اس کے گھنے اور سفید بالوں میں ایک گہری چمک تھی، جیسے کچی چاندی۔ اس کا چہرہ زرد مگر جھریوں سے پاک تھا۔ اس کے چہرے کی لکیریں بڑے قرینے اور صفائی سے کھنچی ہوئی بہت دلکش معلوم ہوتی تھیں۔ جیسے کسی بہت ہی نازک چھینی سے ابھاری گئی ہوں۔ ان کی وجہ سے حسن میں ایک خاص جاذبیت اور دلاویزی پیدا ہو گئی تھی۔ خاص طور پر اس کی بادام جیسی آنکھیں حد درجہ دھلی ہوئی، شفاف اور سیاہ تھیں۔ ارکاڈی کے چچا کی شخصیت نے اپنے رئیسانہ وقار میں جوانی کی ان تمام کششوں اور دلربائیوں کو زندہ و باقی رکھا تھا جن سے اوپر ابھرنے، اٹھنے اور پرواز کرنے کی اس کیفیت کا اظہار ہوتا ہے جو اکثر بیس سال کی عمر کے بعد ایک انسان میں معدوم ہونے لگتی ہے۔

پاول پٹروفچ نے اپنی پتلون کی جیب سے اپنا خوبصورت ہاتھ نکالا اور بھتیجے کی طرف بڑھایا۔ اس کے مخروطی ناخن سُرخ تھے جو برف کی طرح سفید کف کی

وجہ سے جس میں دودھیا پتھر کے بٹن لگے ہوئے تھے، اور بھی زیادہ حسین نظر آ رہے تھے۔ اس نے پہلے تو یورپی تہذیب کے مطابق مصافحہ کیا۔ اور پھر روسی رسم کے مطابق اس کو تین بار بوسے دیئے۔ یا یوں کہیئے کہ اس نے اپنی معطر مونچھوں سے اس کے گال کو تین بار مس کیا اور کہا "خوش آمدید۔"

نکولائی پٹروفچ نے اس کا تعارف بزاروف سے کرایا۔ پاول پٹروفچ نے اپنے لچکیلے جسم کو ایک ہلکا سا خم دے کر اور اپنے ہونٹوں پر ایک نحیف سی مسکراہٹ پیدا کر کے اس کا خیر مقدم کیا مگر اپنا ہاتھ اس کی طرف مصافحے کے لئے نہیں بڑھایا۔ بلکہ الٹا اسے اپنی جیب میں واپس ڈال لیا۔

"مجھے تو یہ خطرہ پیدا ہو چلا تھا کہ اب آج تم نہیں آؤ گے۔" اس نے اپنی غنائی آواز میں، اپنے شانوں کو ایک خاص انداز میں جھٹکتے اور ہلاتے ہوئے اور اپنے سجیلے سفید دانتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا "راستے میں کوئی خاص واقعہ تو نہیں پیش آیا؟"

"نہیں کچھ بھی نہیں،" ارکاڈی نے کہا "ہم ذرا سست رفتار سے آئے لیکن اب تو ہم بھیڑیوں کی طرح بھوکے ہیں —— پروکافیچ —— جلدی کرو —— اور ابا، میں بس ابھی آیا ——"

"ٹھہرو، چلو میں بھی تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔" بزاروف بول اٹھا اور صوفے سے فوراً اُٹھ کھڑا ہوا دونوں جوان دوست باہر چلے گئے۔

"یہ کون ہے؟" پاول پٹروفچ نے پوچھا۔

"ارکاشا کا ایک دوست —— کہتا ہے بہت اچھا لڑکا ہے، بہت تیز، بہت

ذہین ــــ"

"کیا وہ ہمارے یہاں قیام بھی کرے گا؟"

"ہاں ــــ"

"وہ گنوار ہے"

"کیوں ــــ ہاں"

پادل پٹروفچ اپنی انگلیوں کو میز پر بجانے لگا ــــ میرے خیال میں ــــ" اس نے کہا "خیر مجھے خوشی ہے کہ وہ واپس آگیا ہے ــــ"

کھانے کے دوران میں، بہت کم گفتگو ہوئی۔ خاص طور پر بزاروف سرے سے خاموش رہا۔ لیکن اس نے خوب کھایا۔ نکولائی پٹروفچ نے اپنی زندگی کی داستان چھیڑ دی اور پھر بہت سی کہانیاں، واقعات اور طرح طرح کی باتیں ــــ اپنی کاشتکاری کے تجربات کی باتیں، جلد ہی نافذ ہونے والے نئے سرکاری قوانین کی باتیں، مجلسوں، وفدوں، اور نئی مشینوں کی باتیں وغیرہ، وغیرہ ــــ پادل پٹروفچ کھانے کے کمرے میں بس ٹہلتا رہا۔ (وہ رات کا کھانا کبھی نہیں کھاتا تھا) تھوڑی تھوڑی دیر پر سرخ شراب کا جام منہ سے لگاتا، ایک دو گھونٹ پیتا اور پھر ٹہلنے لگتا۔ اس کے منہ سے صرف اس طرح کے کلمے یا جملے نکل جاتے ــــ "اہ ــــ اہا ــــ ہونہہ" ارکاڈی نے سنٹ پٹرس برگ کی خبریں سنائیں۔ لیکن وہ ایک عجیب سی اجنبیت، گھبراہٹ اور ماحول میں ناہمواری سی محسوس کر رہا تھا۔ ایک ایسی گھبراہٹ جو ہر اس نوجوان میں پیدا ہو جاتی ہے جو ابھی ابھی اپنی لڑکپن کی سرحد پیچھے چھوڑ آیا ہو اور پھر ایک بار

وہ اس ماحول میں واپس آگیا جہاں اس سے ابھی تک ایک بچے کا سا سلوک کیا جاتا ہے۔ وہ بے ضرورت طول طویل جملوں میں باتیں کر رہا تھا۔ وہ ارادی طور پر لفظ "ابو" سے دامن بچاتا اور صرف "ابا" کہتا۔ اور وہ بھی اس طرح کہ اس کی آواز منہ کی منہ میں رہ جاتی اور صاف سنائی نہ دیتی۔ بڑی بے پروائی سے اپنے گلاس میں اپنی خواہش کے خلاف کہیں زیادہ مقدار میں شراب انڈیلتا اور پھر ایک ہی سانس میں غٹ غٹ چڑھا جاتا۔ پروکافی کی آنکھیں مسلسل اسی پر گڑی ہوئی تھیں۔ اور وہ برابر اپنے ہونٹ چبائے جا رہا تھا۔ کھانا ختم ہوتے ہی وہ سب منتشر ہو گئے۔

"تمہارے چچا ایک عجیب چیز ہیں" بزاروف نے ارکاڈی سے اس کے پلنگ کے کنارے پر بیٹھے ہوئے اور اپنے چھوٹے سے پائپ سے دھواں چھوڑتے ہوئے کہا "دیہاتی ماحول اور یہ لباس ــــ یہ ٹیپ ٹاپ ــــ عجیب بالکل عجیب ــــ اور وہ اُن کے ناخن وہ ناخن واقعی میری سنو، ان کو کسی نمائش میں بھیجنا چاہیے"

"کیوں ــــ ارے تم نہیں جانتے" ارکاڈی نے جواب دیا "وہ اپنے زمانے میں بڑے گھاگ تھے گھاگ ــــ تم کیا جانو ــــ اچھا کسی دن تمہیں ان کی کہانی سناؤں گا ــــ وہ بہت خوبصورت تھے اور عورتوں کا دل لبھانے اور دیوانہ بنانے میں کمال رکھتے تھے"

"اچھا تو یہ بات ہے ــــ تو یہ کہو کہ یہ سب ماضی کی یاد تازہ رکھنے کے لیے ہے ــــ ایں؟ لیکن افسوس کہ اس وقت کوئی بھی ایسا نہیں جس پہ اُن کا جادو چل سکے۔ میں تو ٹکٹکی باندھے ان کے خوبصورت کالر کو دیکھتا رہا۔ جیسے مرمر کے بنے ہوئے ہوں۔ اور ان کے رخسار ــــ اف داڑھی کس صفائی سے

بنائی گئی تھی ـــــــ اچھا ارکاڈی، تم ہی بتاؤ، کیا یہ سب مضحکہ خیز نہیں معلوم ہوتا؟"

"شاید ایسا ہی ہو، ـــــ لیکن اس کے باوجود وہ بہت ہی اچھے آدمی ہیں۔"

"ہاں ماضی کی ایک زندہ یادگار ـــــ! البتہ تمھارے آبا جان خوب انسان ہیں۔ لیکن وہ شاعری کے مطالعے میں اپنا وقت کیوں ضائع کرتے ہیں۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ کاشتکاری کے بارے میں ان کی واقفیت واجبی ہی واجبی معلوم ہوتی ہے ـــــ لیکن جو کچھ ہو، آدمی دل کے بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں۔"

"آبا جان؟ ـــــ ارے وہ تو ہزاروں میں ایک ہیں۔"

"تم نے دیکھا، تمہارے آبا جان کتنے گھبرائے گھبرائے، جھینپے جھینپے اور پریشان نظر آ رہے تھے؟"

ارکاڈی نے اس طرح سر ہلایا جیسے وہ خود پریشان اور جھینپا جھینپا سا نہیں تھا۔

"یہ کچھ عجیب سی بات ہے" بزاروف بولتا رہا "اگلے وقتوں کے یہ لوگ، خیالی دنیا میں کھوئے رہتے ہیں، اور اس طرح ان کے اعصاب تنے رہتے ہیں، کھنچے رہتے ہیں، یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے جب ایک جھٹکے سے ٹوٹ جاتے ہیں ـــــ اور توازن ختم ہو جاتا ہے ـــــ اچھا بھئی شب بخیر، میرے کمرے میں ایک انگریزی واش اسٹینڈ (Wash Stand) تو موجود ہے۔ لیکن دروازہ بند نہیں ہوتا۔ بہرحال ایسی چیزوں کا رواج بڑھانا چاہیے۔ انگریزی واش اسٹینڈ ترقی کی علامت ہے۔"

بزاروف وہاں سے چلا گیا۔ اور ارکاڈی کے دل میں مسرت اور انبساط

کا ایک نیا احساس جاگ اٹھا۔ اپنے گھر میں، اپنے بستر پر سونا، کتنی بڑی نعمت ہے، کیسی لطیف مٹھاس ـــــ! مانوس اور شفیق ہاتھوں کے تیار کردہ لحاف میں، جسے شاید اپنی انا کے پیارے ہاتھوں نے سیا ہو ـــــ وہ مہربان، نرم، کبھی نہ تھکنے والے ہاتھ ـــــ! ارکاڈی کے دل میں یگروفنا کی یاد تھرتھراتی ہوئی ابھرنے لگی۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور اس کے لئے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے جنت نصیب ہونے کی دعا مانگی۔ ہاں اپنے لئے اس نے کوئی دعا نہیں کی۔

بزاروف اور وہ جلد ہی گہری نیند میں سو گئے۔ لیکن گھر کے اور دوسرے لوگ دیر تک جاگتے رہے۔ بیٹے کی آمد نے نکولائی پٹروفچ کے اندر ایک ہلچل مچا دی تھی۔ وہ اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ اس نے موم بتی بھی نہ بجھائی، اور دیر تک اپنے ہاتھوں پر اپنا سر رکھے تصورات کے ریلے میں بہتا رہا۔ اس کا بھائی آدھی رات کے بعد تک اپنے مطالعے کے کمرے میں آتش دان کے سامنے آرام کرسی پر بیٹھا رہا۔ اس کے سامنے انگارے دھیمے دھیمے سلگ رہے تھے۔ پاول پٹروفچ نے سونے کے لئے اپنا لباس بھی نہیں بدلا تھا۔ ہاں صرف اس کے پیروں میں بکری کی کھال کے جوتوں کی بجائے سرخ چینی سلیپر نظر آ رہے تھے۔ اس کے ہاتھ میں گالگنانی کا پچھلا شمارہ تھا۔ لیکن وہ پڑھ نہیں رہا تھا۔ وہ ٹکٹکی باندھے ہوئے آتش دان کو گھور رہا تھا جس میں ایک نیلا شعلہ بھڑکتے بھڑکتے بجھنے لگتا تھا اور بجھتے بجھتے بھڑک اٹھتا تھا ـــــ خدا جانے اس کے خیالات کہاں کہاں گھوم رہے تھے۔ لیکن اتنا طے تھا کہ وہ صرف ماضی کے ہی تصور میں نہیں کھویا ہوا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بالکل تھمے ہوئے تھے اور ان سے ایک

تلخی ٹپک رہی تھی۔ جب ایک آدمی صرف ماضی کے تصور میں کھویا ہو تو ایسا نہیں ہوتا۔

مکان کے پچھلے حصے میں چھوٹے سے کمرے کے اندر ایک جوان عورت ایک بڑے سے صندوق پر بیٹھی تھی ـــــ فینشکا ـــــ وہ ایک نیلا جیکیٹ پہنے ہوئے تھی اور اس کی سیاہ زلفوں پر ایک سفید رومال بندھا ہوا تھا۔ وہ کچھ کچھ جاگ رہی تھی، کچھ کچھ سو رہی تھی۔ تھوڑی تھوڑی دیر پر دروازے کے باہر وہ کسی چیز کو دیکھنے لگتی جہاں ایک بچے کا پالنا نظر آرہا تھا اور اس میں سے ایک بچے کی سانسوں کا ہولے ہولے ابھرتا ہوا آہنگ مسلسل سنائی دے رہا تھا۔

۵

اگلی صبح، بزاروف سب سے پہلے اٹھا اور گھر سے نکل گیا۔ "اوہ ـــ ہاں" گرد و پیش نظریں دوڑاتے ہوئے اس نے سوچا "اس چھوٹی سی جگہ میں کوئی ایسی خاص بات نہیں جس کی بڑائی کی جائے ـــ" جب نکولائی پٹروچ نے اپنی زمین کسانوں میں تقسیم کی تو ساتھ ہی اس نے ـــ ایک انقل سی بنجر زمین پر ایک ڈیوڑھی بنوائی، ایک مکان، کچہریاں اور فارم کے گودام بنوائے۔ ایک باغ لگوایا، ایک تالاب اور دو کنویں کھدوائے۔ لیکن چھوٹے چھوٹے درخت پنپ نہ سکے۔ تالاب میں بہت کم پانی جمع ہوا۔ اور کنویں کا پانی کھاری نکل گیا۔ ہاں کیکر اور سوسن کا ایک کنج خوب گھنا ہو گیا تھا۔ وہ کبھی کبھی اس میں چائے پیتے اور کھانا کھاتے تھوڑی دیر میں بزاروف نے باغ کے سارے چھوٹے راستوں کا گشت لگا لیا۔ وہ گاؤشالے کی طرف گیا اور پھر اصطبل کی طرف۔ وہاں اس نے فارم کے دو لڑکوں کو جا لیا اور انھیں فوراً باتوں میں اپنا دوست بنا لیا۔ اور ان کو ساتھ لے کر گھر سے ایک میل کی دوری پر دلدل کی طرف مینڈک پکڑنے کے لئے چل پڑا۔

"سرکار، آپ مینڈکوں کا کیا کریں گے ؟" ایک لڑکے نے پوچھا۔

"کیا کروں گا — ابھی بتاتا ہوں" بزاروف نے جواب دیا۔ اسے نچلے طبقے کے لوگوں میں اپنے لے اعتماد پیدا کرنے کی خاص صلاحیت تھی۔ گرچہ وہ انھیں متاثر کرنے کی کبھی کوشش نہ کرتا اور ان سے بے تکلفی سے پیش آتا۔ "میں مینڈکوں کا پیٹ چاک کروں گا اور دیکھوں گا کہ اس کے اندر کیا ہوتا ہے۔ میں اور تم، سب ہی مینڈکوں سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ اس طرح میں یہ جان سکوں گا کہ ہمارے اندر بھی کیا کچھ ہو رہا ہے۔"

"اور آپ یہ سب کیوں جاننا چاہتے ہیں؟"

"اس لئے کہ جب تم بیمار پڑو اور مجھے تمھارا علاج کرنا پڑے تو میں کوئی غلطی نہ کروں۔"

"اچھا، تو کیا آپ ڈاکٹر ہیں؟"

"ہاں"

"ارے، واسکا، سنتا ہے، بابو جی کہتے ہیں، تو اور میں مینڈک جیسے ہیں۔ — ارے واہ —"

"میں تو مینڈکوں سے ڈرتا ہوں" واسکا نے کہا۔ اس کی عمر سات سال تھی، اس کا سر سن کی طرح سفید تھا۔ اس کے پیر ننگے تھے اور وہ سفید کرتا پہنے ہوئے تھا جس کا کالر اوپر اٹھا ہوا تھا۔

"ایں، اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے؟ کیا وہ کاٹتے بھی ہیں؟"

اسی اثنا میں نکولائی پتروچ جاگ گیا تھا۔ جب وہ ارکاڈی کو دیکھنے گیا تو وہ کپڑے بدل چکا تھا۔ دونوں باپ بیٹے چھجے پر صحن کے نیچے چلے گئے جنگلے کے پاس امیز پر لیلی کے گچھوں کے درمیان سماور کھول رہا تھا۔ ایک چھوٹی لڑکی ان کے پاس آئی۔ یہ وہی لڑکی تھی جو گزشتہ شام ان کی آمد پر سب سے پہلے زینوں پر نظر آئی تھی۔ اس نے بہت تیز آواز میں کہا "فیدوسیا نکولائیفنا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے — وہ نہیں آسکتی ہیں۔ انھوں نے پوچھا ہے کہ آپ خود چائے پی لیں گے یا دنیاشا کو بھیج دیا جائے؟"

"میں خود ہی پی لوں گا۔ خود ہی پی لوں گا" نکولائی پتروچ درمیان سے بول اٹھا "ارکادی، تم کیسے چائے پیتے ہو — ملائی سے، یا لیموں سے؟"

"ملائی سے۔" ارکادی نے جواب دیا اور تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد استفسارانہ طور پر پوچھا:۔

"ابا جان؟"

"کہو؟"

"ابا، مجھے معاف کیجیے، اگر میرا سوال بے جا ہو" اس نے کہنا شروع کیا "لیکن آپ نے کل خود ہی اپنی صاف گوئی سے مجھ میں صاف گوئی کی جرأت پیدا کی ہے۔ آپ ناراض تو نہیں ہوں گے ....؟"

"کہو"

"آپ نے مجھ میں یہ پوچھنے کی ہمت پیدا کی ہے" — کیا یہ وجہ نہیں کہ — ہوں — کیا یہ وجہ نہیں کہ — وہ اس لئے چائے چانے کے

سے یہاں نہیں آئیں گی کہ میں یہاں موجود ہوں ؟"

نکولائی پتروویچ اک ذرا دوسری طرف مڑ گیا۔

"شائد —" اس نے آخر کار کہا۔ "وہ سمجھتی ہے — وہ نادم ہے —"

ارکادی نے تیزی سے اپنی نگاہیں نکولائی پتروویچ کے چہرے پر دوڑائیں۔

"اسے شرمانے کی کوئی ضرورت نہیں، پہلی چیز تو یہ ہے کہ آپ میرے خیالات سے واقف ہیں" (ارکادی کو اس لفظ کے کہنے میں بڑا لطف آیا) "اور دوسرے یہ کہ کیا میں آپ کی زندگی میں یا آپ کی عادتوں کے رستے میں آنا پسند کروں گا ؟ یہ نہیں ہو سکتا — اس کے علاوہ مجھے یقین ہے کہ آپ نے کوئی برا انتخاب نہیں کیا ہو گا۔ اگر آپ نے اس کو اپنے گھر میں رہنے کی اجازت دے دی ہے تو یقیناً وہ اس کی مستحق ہو گی — کسی بھی حالت میں، — ایک بیٹا اپنے باپ کا احتساب نہیں کر سکتا — اور خاص طور پر میں، اور آپ جیسے باپ کا احتساب کروں، جو کبھی میری آزادی کے رستے میں نہیں آیا — نہیں نہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا —"

ارکادی کی آواز شروع شروع میں تھرتھرا رہی تھی — پھر اس میں ہمت اور قوت پیدا ہو گئی۔ مگر یہ وہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ اپنے باپ پر کچھ لکچر جھاڑ رہا ہے۔ لیکن ایک انسان میں خود اپنی آواز ایک خاص توانائی اور قوت کا احساس پیدا کرتی ہے۔ ارکادی نے اپنے آخری الفاظ ارادی طور پر زور ڈالتے ہوئے صاف صاف ادا کئے۔

"شکریہ — ارکاشا" نکولائی پتروویچ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور

اس کی انگلیاں پھر اس کی پیشانی اور ابروؤں پر تیرنے لگیں۔ "سچ تو یہ ہے کہ تمہارا قیاس صحیح ہے — بے شک اگر یہ لڑکی مستحق نہ ہوتی .... ہاں یہ محض میرے تلون کا نتیجہ نہیں ہے، تم سے اس کے بارے میں باتیں کرنا میرے لئے آسان نہیں ہے۔ لیکن تم اسے سمجھ سکتے ہو۔ اس کے لئے یہاں آنا دشوار ہے اور خاص طور جبکہ یہ تمہاری واپسی کا پہلا دن ہے —"

"ایسی حالت میں میں خود اس کے پاس جاؤں گا" ارکادی نے زور سے اپنے بے پایاں احساس قوت کے ساتھ کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا "میں اسے بتا دوں گا کہ میرے سامنے اسے شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں —"

نکولائی پتروویچ بھی کھڑا ہو گیا۔

"ارکاڈی" اس نے کہنا شروع کیا، "سنو تو سہی — کیسے — ہاں — میں نے تمہیں اب تک نہیں بتایا کہ ......"

لیکن ارکاڈی نے اس کی باتیں نہیں سنیں وہ چھجے سے نکل چکا تھا۔

نکولائی پتروویچ کی آنکھیں اس کے تعاقب میں دوڑیں اور پھر اس کے بعد وہ انتہائی گھبراہٹ میں کرسی میں دھنس گیا۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ کیا وہ اس وقت اپنے اور بیٹے کے مستقبل کے تعلقات کا تصور کر رہا تھا ؟ کیا وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اگر وہ اس موضوع کو اس کے سامنے نہ چھیڑتا تو شاید ارکاڈی اس سے زیادہ ادب کے ساتھ ملتا ؟ کیا وہ خود کو اپنی کمزوری کے لئے کوس رہا تھا — یہ کہنا مشکل تھا۔ یہ سارے احساسات اس کے اندر ابھر رہے تھے لیکن محض مبہم اور غیر واضح طور پر — اس کے

چہرے کا رنگ اسی طرح اترا رہا اور اس کا دل اسی طرح دھڑکتا رہا، دھڑکتا رہا۔

"تیز تیز قدموں کی آہٹ پیدا ہوئی اور ارکاڈی پیچھے پر نمودار ہوا۔ "ہم تو ایک دوسرے سے خوب مانوس ہو گئے" وہ چلایا۔ اس کے چہرے پر ایک پیارا، محبت اپنائیت سے بھری ہوئی فتح کا احساس نمایاں تھا۔ "واقعی فدوسیا نکولائیونا کی طبیعت ناساز ہے، وہ کچھ دیر کے بعد آئیں گی۔ لیکن مجھے یہ کیوں نہیں بتایا کہ میرا ایک چھوٹا بھائی بھی ہے۔ جس طرح میں نے اسے پیار کیا، اتنا ہی پہلے بھی اسے پیار کرتا۔"

نکولائی پتروویچ نے کچھ کہنا چاہا۔ اس نے اٹھ کر اپنے بازوؤں کو پھیلانے کی کوشش کی۔ ارکادی نے بڑھ کر اپنے ہاتھ اس کی گردن میں ڈال دئے۔

"ارے یہ کیا، پھر گلے مل رہے ہو؟" ان کے عقب سے پاول پتروویچ کی آواز سنائی دی۔

اس وقت اس کے وہاں آجانے سے دونوں باپ بیٹے کو بڑی خوشی ہوئی۔ بعض وقت ایسا موقع آتا ہے، جذبات کا ایسا موڑ، جس سے آدمی جلد از جلد آگے گزر جانا چاہتا ہے۔

"کیا آپ کو اس پر اچنبھا ہو رہا ہے" نکولائی پتروویچ نے خوشی کے ساتھ کہا "سوچئے تو سہی، کتنے زمانے سے میں ارکاشا کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ کل سے مجھے اسے نظر بھر کر دیکھنے کا موقع ہی نہ مل سکا تھا۔"

"نہیں مجھے ذرا بھی حیرت نہیں،" پاول پتروویچ نے کہا "خود میرا جی چاہتا ہے کہ اسے گلے لگا دوں۔"

ارکادی اپنے چچا کے پاس گیا تو چچا نے اسے پیار کیا۔ اور معطر مونچھوں کا

مس اس نے اپنے گالوں پر محسوس کیا۔ پاول میز کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ انگریزی طرز کا ایک نفیس صبح کا سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ اس کے سر پر ایک چھوٹی سی ترکی ٹوپی تھی۔ یہ ترکی ٹوپی اور بے پروائی سے بندھا ہوا ڈھیلا ڈھالا چھوٹا سا گلوبند دیہاتی زندگی کی آزادروی کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ لیکن اس کی قمیص کا سخت، سفید اور دھاری دار کالر جو صبح کے لباس کے لئے موزوں تھا اس کی اچھی طرح شیو کی ہوئی تھوڑی میں چبھتا ہوا نظر آرہا تھا۔

"تمھارا نیا دوست کہاں ہے؟" اس نے ارکادی سے پوچھا۔

"وہ گھر میں نہیں، وہ عام طور پر سویرے اٹھ جاتا ہے اور کہیں باہر نکل جاتا ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ہمیں اس کی طرف کوئی خاص توجہ دینے کی ضرورت نہیں۔ وہ نمائشی رسموں کو بالکل پسند نہیں کرتا۔"

"ہاں تو وہ ظاہر ہی ہے" پاول پتروویچ نے ارادی طور پر اپنی روٹی پر مکھن لگاتے ہوئے کہا۔

"کیا وہ ہمارے ساتھ کافی دنوں تک قیام کرے گا؟"

"وہ اپنے والد کے گھر جاتے ہوئے یہاں ٹھہر گیا ہے۔"

"اس کے والد کہاں رہتے ہیں؟"

"ہمارے ہی صوبے میں۔ یہاں سے چالیس میل کی دوری پر۔ وہاں ان کی ایک چھوٹی سی جائداد ہے۔ پہلے وہ ایک فوجی ڈاکٹر تھے۔"

"ٹٹ ٹٹ ٹٹ —— اچھا، کیا واقعی، میں خود سوچ رہا تھا۔ بھلا یہ نام بزاروف پہلے کہاں سنا تھا؟" نکولائی کیا تمہیں یاد ہے ابا جان کے ڈویژن

میں ایک بزاروف نامی سرجن تھا۔"

"یاد آتا ہے، کوئی تھا تو سہی"

"ہاں ہاں —— یقینی —— اچھا تو وہ سرجن اس کا باپ تھا —

ہوں" پاول پتروویچ نے اپنی مونچھوں پر تاؤ دیا "خود مسٹر بزاروف کیا ہیں؟"

اس نے ارادی طور پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔

"بزاروف کیا ہے؟" ارکادی مسکرایا "کیا آپ چچا جان، وہ جو کچھ ہے سننا پسند کریں گے؟"

"ضرور، —— میرے اچھے بیٹے۔"

"وہ ایک منکر ہے"

"کیا —— ؟ ——" نکولائی پتروویچ نے سوالیہ لہجے میں کہا اور پاول پتروویچ نے چھری کو اوپر اٹھایا جس کی نوک پر مکھن لگا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح بے حس و حرکت رہا

"وہ ایک منکر ہے" ارکادی نے پھر دہرایا۔

"منکر" نکولائی پتروویچ نے کہا "نہلسٹ —— جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ لفظ لاطینی سے نکلا ہے "نہل" —— مطلب "کچھ نہیں" —— اس لفظ سے مراد وہ شخص ہے جو کچھ بھی نہیں تسلیم کرتا ——"

"یعنی —— جو کسی چیز کا احترام نہیں کرتا" پاول پتروویچ نے لقمہ دیا اور پھر مکھن لگانے میں مصروف ہو گیا۔

"وہ جو ہر چیز کو تنقیدی نظر سے دیکھتا ہے" ارکادی نے کہا۔

"کیا دونوں ایک ہی چیز نہیں" پاول پتروویچ نے پوچھا۔

"نہیں —— دونوں ایک چیز نہیں۔ ایک منکر، ایک نہلسٹ وہ ہے جو کسی اقتدار کے سامنے سر نہیں جھکاتا۔ جو اصول کو اندھے عقیدے کے طور پر نہیں مانتا، چاہے وہ اصول کتنا ہی مقدس اور قابل احترام کیوں نہ سمجھا جاتا ہو"

"اچھا —— اور یہ کوئی اچھی بات ہے؟"

"چچا جان، یہ اپنے اپنے نقطۂ نظر پر منحصر ہے۔ کچھ لوگوں کے لئے یہ اچھی چیز ہے اور کچھ لوگوں کے لئے مضر ——"

"واقعی، —— یہ ہمارے کام کی چیز نہیں۔ ہم ٹھہرے پرانے خیال کے لوگ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بغیر اصول کے، جسے تم عقیدہ کہتے ہو ایک قدم اٹھایا ہی نہیں جا سکتا۔ ایک سانس نہیں لی جا سکتی —— خدا تمہیں اچھی صحت اور جنرل کا عہدہ عطا کرے، —— ہم تمہیں دیکھ کر ہی خوش ہو لیں گے —— میرے اچھے —— کیا کہا تھا تم نے؟"

"منکر —— نہلسٹ" ارکادی نے صاف آواز میں کہا۔

"پہلے کچھ لوگ ہیگلسٹ ہوا کرتے تھے —— اور یہ اب رہے نہلسٹ ہم دیکھیں گے تم کیوں کر خلا میں زندہ رہتے ہو، کس طرح ہوا میں معلق رہتے ہو —— ؟ اب، بھئی نکولائی پتروویچ، ذرا گھنٹی بجاؤ، میرے قہوہ پینے کا وقت ہو گیا ہے۔"

نکولائی پتروویچ نے گھنٹی بجائی اور آواز دی "دنیاشا" لیکن بجائے دنیاشا خود فینچکا چھجے پر آگئی۔ وہ تقریباً تیس سال کی ایک عورت تھی، سپید، نرم جلد

بال اور آنکھیں سیاہ، سرخ اور بچوں کی طرح ذرا ابھرے ابھرے ہونٹ اور چھوٹے چھوٹے نازک ہاتھ۔ وہ چھاپے دار کپڑے کا لباس پہنے ہوئی تھی۔ اس کے گول ابھرے ابھرے کندھے پر نیلا رومال ہلکے طور پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں قہوے کی ایک پیالی تھی۔ پیالی کو پاول پترووچ کے سامنے رکھنے کے بعد حیرانی اور گھبراہٹ نے اسے آدبوچا۔ اس کے خوب صورت چہرے پر گرم خون کا گلابی رنگ ایک لہر کی طرح تیر گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں جھکالیں اور میز کے پاس اپنی انگلیوں پر دباؤ ڈالتے ہوئے کھڑی ہوگئی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ وہاں آکر نادم تھی اور جیسے ساتھ ہی اسی وقت وہ یہ بھی سوچ رہی تھی کہ اسے وہاں آنے کا حق تھا۔

پاول پترووچ نے اپنی بھویں سکیڑ لیں، نکولائی پترووچ پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔
"گڈ مارننگ، فینچکا" اس کے دانتوں کے بیچ سے بدبداتی ہوئی آواز نکلی۔
"گڈ مارننگ۔" اس نے بلند آواز میں تو نہیں، مگر گونجتی ہوئی آواز میں جواب دیا اور ارکادی کی طرف کنکھیوں سے دیکھا۔ ارکادی جواباً دوستانہ انداز میں مسکرایا۔ وہ آہستہ سے پھر واپس چلی گئی۔ وہ کچھ لڑکھڑاتی ہوئی سی چال چل رہی تھی۔ لیکن اس کا یہ انداز بھی اس کی دلکشی میں اضافہ کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر تک چھجے پر خاموشی چھائی رہی۔ پاول پترووچ نے قہوے کی چسکی لی۔ اچانک اس نے اپنا سر اٹھایا "یہ دیکھو ——— ہمارے منکر معظم کی سواری ہماری طرف آرہی ہے" اس نے زیر لب آہستہ سے کہا۔

بزاروف سیدھے باغ کی طرف سے پھولوں کے فرش کو اپنے قدموں سے

روندتا ہوا چلا آرہا تھا۔ اس کا لنن کا کوٹ پتلون کیچڑ میں لت پت ہو رہے تھے اس کی پرانی گول ٹوپی کے بھرے پر دلدل کی گھاس پسٹی ہوئی تھی اس کے سیدھے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا۔ اس کے تھیلے میں کچھ زندہ چیزیں متحرک تھیں۔ وہ جلدی جلدی چھجے کے قریب آیا اور سر کو اک ذرا جھکاتے ہوئے بولا "آداب عرض ہے ——— جناب! افسوس ہے کہ میں چائے پر ذرا دیر سے پہنچا۔ بس ابھی واپس آیا، ذرا ان قیدیوں کو ٹھکانے لگا آؤں۔"

"کیا ہے تمہارے ہاتھ میں ——— جونکیں؟" پاول پترووچ نے پوچھا۔

"نہیں ——— مینڈک"

"تم انھیں کھاتے ہو ——— یا پالتے ہو؟"

"تجربہ کرتا ہوں ———" بزاروف نے بے پروائی سے کہا اور گھر کے اندر چلا گیا۔

"تو وہ انھیں چیر پھاڑ کرنے جا رہا ہے" پاول پترووچ نے کہا "اس کا اصول پر کوئی عقیدہ نہیں۔ لیکن اسے مینڈکوں سے عقیدت ہے۔"

ارکادی نے ترس بھری نگاہ سے اپنے چچا کی طرف دیکھا۔ نکولائی پترووچ نے چپکے سے اپنے کندھوں کو ہلایا۔ خود پاول پترووچ نے محسوس کیا کہ اس کی پھبتی کا وار خالی گیا ہے اور وہ کاشتکاری اور کارندے کے بارے میں گفتگو کرنے لگا جو گزشتہ شام اس سے شکایت کرنے کے لئے آیا تھا کہ "ایک مزدور توما بھی بد چلن ہو گیا ہے اسے قابو میں رکھنا مشکل ہے۔ وہ ایسا بدمعاش ہے" اس نے بہت سی باتوں کے ساتھ یہ بھی کہا ——— "وہ ایسا لگتا ہے ہر جگہ اینڈتا پھرتا ہے لگتا ہے اس کے سینگ نکل آئے ہیں، اپنی جگہ ٹکا بیٹھتا نہیں اور کسی کی جھاڑ پھٹک سنتا ہے۔ بس بیوقوف جدھر چاہے گا جاکر دیوار سے اپنا سر پھوڑ لے گا۔

۶

بزاروف آیا، میز پر بیٹھا اور جلدی جلدی چائے پینے لگا۔ دونوں بھائیوں نے خاموشی سے اس کی طرف دیکھا۔ ارکادی نے چپکے چپکے پہلے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور اس کے بعد چچا کی طرف۔

"کیا تم بہت دور نکل گئے تھے؟" نکولائی پتروچ نے آخر پوچھ ہی لیا۔

"آپ کی دلدل تک، سفیدے کے جنگل کے قریب۔ تقریباً آدھ درجن مینڈک پھانس لایا ہوں، ارکادی تم انھیں چیر پھاڑ سکتے ہو۔"

"تو کیا تم ایک شکاری نہیں؟"

"نہیں۔"

"کیا تمھارا خاص مضمون طبیعات ہے؟" پاول نے اپنی باری پر سوال کیا۔

"طبعیات، ہاں اور ویسے عام طور پر سائنس۔"

"کہا جاتا ہے اس علم میں ٹیوٹنس نے بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے۔"

"ہاں جرمن اس میں ہمارے استاد ہیں۔" بزاروف نے بے نیازی سے

جواب دیا۔

جرمن کے بجائے لفظ "ٹیوٹنس" پاول پتروویچ نے طنز کے لئے خاص طور پر استعمال کیا تھا۔ لیکن کسی نے اسے محسوس ہی نہ کیا۔

"کیا جرمنوں کے بارے میں تمھارا اتنا بلند خیال ہے؟" پاول نے غیر معمولی نرمی کے ساتھ کہا۔ وہ اندر ہی اندر ایک طرح کی جھنجھلاہٹ محسوس کر رہا تھا۔ اس کی نو بیگمانہ طبیعت میں بزاروف کی قطعی بے پروائی سے غصہ و نفرت کا ابال پیدا ہو رہا تھا۔ سرجن کا یہ چھوکرا نہ صرف یہ کہ بالکل مرعوب نہ ہوتا تھا بلکہ اس کے سوالوں کا جواب بھی بالکل بے نیازی اور تیکھے پن سے دیتا تھا۔ اس کے لب و لہجے سے ایک عجیب قسم کا اکھڑپن ظاہر ہوتا تھا جو کم و بیش گستاخی کے بمنزلہ تھا۔

"ہاں" وہاں کے سائنس داں بڑے ذہین اور ماہر ہیں۔"

"اوہ، اوہ ——— کیا میں کہنے کی جرأت کر سکتا ہوں یقیناً، روسی سائنس دانوں کے بارے میں تو تمھارا اتنا بڑھا چڑھا خیال نہ ہوگا ———؟"

"بہت ممکن ہے، ایسا ہی ہو۔"

"ہاں یہ انکار ذات قابل تعریف ہے" پاول پتروویچ نے اپنے آپ کو اوپر اٹھاتے ہوئے اور سر کو پیچھے جھٹکتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ابھی ابھی ارکادی کہہ رہا تھا کہ تم کسی اقتدار کسی سند کو نہیں مانتے، تو پھر تمھارا ایمان ان جرمن سائنس دانوں پر کیسے رہا؟"

"تو میں ان کو تسلیم کب کر رہا ہوں۔؟ اور ہم آخر اعتقاد رکھیں بھی کس چیز میں

سکتے ہیں؟ ہاں وہ ہمیں حقیقت سے آگاہ کرتے ہیں۔ اور میں ان سے اتفاق کرتا ہوں۔ بس قصہ ختم"

"کیا سارے جرمن سچ بولتے ہیں؟" پاول پتروویچ نے کہا اور اس کے چہرے سے ایسی غیریت، ایسی اجنبیت، ایسے غیر ہمدردانہ جذبات ظاہر ہونے لگے کہ جیسے وہ وہاں سے بہت دور چلا گیا ہو، جیسے وہ بادلوں کی بلندیوں میں کھو گیا ہو۔

"نہیں، سب نہیں،" بزاروف نے ایک ہلکی سی جماہی کے ساتھ کہا۔ ظاہر تھا کہ وہ اس بحث کو طول دینا نہ چاہتا تھا۔

پاول پتروویچ نے ارکادی کی طرف دیکھا، جیسے کہنا چاہتا ہو "تمہارا دوست بہت ہی نیک ہے" بغیر کسی ارادی کوشش کے اس نے پھر کہنا شروع کیا "میں کچھ ایسا متعصب ہوں کہ جرمنوں کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ میں روسی جرمنوں کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ وہ کس قسم کے انسان ہوتے ہیں لیکن جرمنی میں رہنے والے جرمنوں کو میں بالکل پسند نہیں کرتا پہلے وہ کبھی کبھار اِکا دُکا نظر آجاتے تھے۔ ہاں ان میں تھے ـــ شیلر ـــ گیٹے ـــ البتہ ـــ گیٹے ـــ میرا بھائی ـــ وہ ان لوگوں کے بارے میں بڑی اچھی رائے رکھتا ہے ـــ اور ـــ لیکن اب وہ سب کیمیا گر اور مادہ پرست ہو کر رہ گئے ہیں ـــ"

"لیکن ایک اچھا کیمیا گر کسی بھی شاعر کے مقابلے میں سو گنا زیادہ کارآمد ہوتا ہے" بزاروف نے درمیان سے ہی کہا۔

"ہاں، یقینی" پاول پتروویچ نے رائے زنی کی۔ اور اس نے آہستہ آہستہ

میں یقین نہیں رکھتے؟"

"آرٹ ـــ روپیہ بنانے کا آرٹ یا دوائی کی گولیوں کے اشتہار کا آرٹ!" ایک نفرت آمیز قہقہے کے ساتھ بزاروف زور سے چلایا۔

"اوہ ـــ ہوں ـــ تمہیں ہنسی ٹالتے ہوئے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ بے شک تم ان ساری چیزوں کو نہیں مانتے۔ اچھا تو تم صرف سائنس پر یقین کرتے ہو۔"

"میں اچھی طرح وضاحت کر چکا ہوں کہ میں کسی چیز میں اعتقاد نہیں رکھتا۔ اور پھر سائنس کیا ہے ـــ مجرد سائنس؟ پیشے اور دستکاری کی طرح سائنس کی بھی بہت سی قسمیں ہیں ـــ لیکن مجرد سائنس نام کی کوئی چیز نہیں۔"

"بہت اچھا ـــ اچھا اخلاق میں جو دوسری روایات ہوتی ہیں ـــ کیا ان کی طرف بھی تمہارا یہی منفی رویہ ہے؟"

"یہ ہے کیا؟ ـــ میرا امتحان؟" بزاروف نے پوچھا

پاول پتروویچ کا رنگ زرد پڑ گیا۔ نکولائی پتروویچ نے گفتگو میں بیچ بچاؤ ضروری سمجھا۔

"میرے عزیز یف گینی واسیلچ، اس موضوع پر کسی اور دن ہم تم تفصیل کے ساتھ بات چیت کریں گے۔ ہم تمہارے خیالات سنیں گے اور اپنے تمہیں سنائیں گے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے مجھے دلی خوشی ہے کہ تم قدرتی سائنس کا مطالعہ کر رہے ہو میں نے سنا ہے کہ لی بیگ نے زمین کو بہتر بنانے کے لئے بہت سی باتیں دریافت کی ہیں۔ تم تو زراعتی کاموں میں بڑی مدد پہنچا سکتے ہو تم مجھے خاصے مفید مشورے دے سکو گے۔"

میں ہر وقت خدمت کے لئے حاضر ہوں ۔ مگر لی بیگ تو ہماری سمجھ بوجھ سے
ابھی کوسوں دور ہے پہلے تو الف بے سیکھنا چاہئے ۔ اس کے بعد پڑھنا چاہئے
ابھی تو ہم نے صرف حروف تہجی پر نظر ڈالی ہے ۔"

"یہ تو میں دیکھ رہا ہوں ___ کہ تم واقعی ایک منکر ہو" نکولائی پتروویچ نے
سوچا " پھر بھی مجھے امید ہے کہ تم مجھے اپنے آپ سے درخواست کرنے کا ایک
موقع ضرور دوگے" اس نے زور سے کہا ___ " اور بھائی جان ___ میں
سمجھتا ہوں ___ اب تو کارندے سے بات کرنے کا وقت ہو گیا ہے ۔"

پاویل پتروویچ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا ۔

"ہاں" اس نے کسی کو دیکھے بغیر کہا "پانچ سال تک اتنے اعلیٰ دماغ لوگوں
سے کٹ چھٹ کر دور گاؤں میں رہنا ، واقعی بڑی بدقسمتی ہے ۔ آدمی بالکل احمق
ہو جاتا ہے ۔ جو کچھ تم نے پڑھا ہوا سے نہ بھولنے کی تم کتنی ہی کوشش کرو ___
لیکن ایک ہی جھٹکے میں سب صاف ___ وہ کہیں گے انھیں ایسی حماقتوں سے
کچھ نہیں لینا ___ اور پھر یہ کہ ___ تم ہاں تم ___ ایک دقیانوسی جاگیردار ہو ___
___ اور کچھ بھی نہیں ___ اب کیا کیا جائے ؟ ___ یہ جوان ہیں ۔ یقیناً ہم سے
زیادہ عقلمند اور سمجھ دار ہیں "

پاویل پتروویچ آہستہ سے اپنی ایڑیوں پر مڑا اور وہاں سے چلا گیا اور اس
کے پیچھے پیچھے کولائی پتروویچ بھی ۔

"کیا وہ ہمیشہ سے اسی طرح ہیں ؟" جیسے ہی دونوں بھائیوں کے جانے کے بعد
دروازہ بند ہوا ارکادی نے بڑی نرمی سے بزاروف سے پوچھا ۔

"یعف گینی ، مجھے کہنا پڑتا ہے ___ تم ان کے ساتھ اچھی طرح پیش نہیں
آئے" ارکادی نے کہا " تم نے ان کے جذبات کو صدمہ پہنچایا ہے ۔"

"اچھا تو کیا میں ان صوبائی رئیسوں کی کچھ پروا کرتا ہوں ، ہاں یہ سب غرور
بدمزاجی اور موٹاپن ہے ۔ اگر ان کا رجحان ایسا ہی ہے تو انھیں اپنی زندگی پیٹرس
برگ ہی میں گزارنا چاہئے تھی ۔ اچھا چھوڑو ان کے بارے میں بہت ہو گیا ۔ دیکھو
میں آبی بھونرے کا ایک نمونہ لایا ہوں ۔ کیا تم اسے جانتے ہو ؟ میں تمھیں دکھاؤں گا ۔"

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ ان کی کہانی سناؤں گا" ارکادی نے
شروع کیا ۔

"بھونرے کی کہانی ؟"

"چلو آؤ بھی ، یعف گینی ___ بس ___ ہاں اپنے چچا جان کی کہانی
دیکھنا وہ ویسے نہیں ہیں جیسا تم سمجھتے ہو ۔ وہ تضحیک سے زیادہ ہماری ہمدردی
کے مستحق ہیں ۔"

"میں اس سے اختلاف نہیں کرتا ، مگر آخر تم ان کے بارے میں اتنا پریشان
کیوں ہو ؟"

"آدمی کو انصاف پسند ہونا چاہئے یعف گینی"

"اچھا ، یہ نتیجہ تم نے کہاں سے نکالا"

"نہیں ___ سنو"

اور ارکادی نے اپنے چچا کی کہانی سنا ڈالی ___ اور وہ کہانی ___

اس پر ایک طرح کی اداسی اور افسردگی ٹپکتی تھی۔ اس کی آنکھیں سیاہ اور چھوٹی چھوٹی مونچھیں اور بال باریک اور نرم۔ اس میں سستی اور تھکن تھی۔ لیکن پڑھنے کا بے حد چاؤ تھا۔ وہ مجلسی صحبتوں میں بہت ہی شرمیلا، سہما سہما رہتا تھا۔ پاول پتروویچ ایک شام بھی گھر پر نکتا۔ اسے اپنی بے فکری اور جرأت رندانہ کا بڑا غرّہ تھا اور وہ نوجوانوں میں ورزش اور کھیل کود کا رواج عام کرنے کی کوشش کر رہا تھا) اس نے ملا جلا کر پانچ چھ فرانسیسی کتابیں پڑھ ڈالی تھیں۔ اٹھائیس سال کی عمر میں ہی وہ ایک کپتان بن چکا تھا اس کے سامنے ترقی کی شاہراہیں کھلی ہوئی تھیں۔ اچانک یہ سب کچھ بدل کر رہ گیا۔

اس زمانے میں پیٹرس برگ کی سوسائٹی میں ایک عورت، شہزادی آر نظر آتی تھی جسے آج تک بھلایا نہیں جا سکا ہے۔ اس کا شوہر کافی تعلیم یافتہ ہونے اور اعلیٰ خاندان ہونے کے باوجود نرا احمق تھا۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ یکایک روس سے باہر چلی جاتی اور پھر اچانک واپس آجاتی۔ اس کی زندگی میں اس کی تلون مزاجی کو بڑا دخل تھا۔ وہ ایک بے سہارا اور بے پروا معشوقہ کی حیثیت سے بہت مشہور تھی۔ وہ خود کو بے دھڑک ہر طرح کی نشاط انگیزیوں کی آغوش میں ڈال دیتی تھی۔ ناچتے ناچتے تھک جاتی۔ جوان مردوں سے خوب ہنسی مذاق کرتی ان کو وہ کھانا کھانے سے پہلے اپنی نشست گاہ کی مدھم روشنی میں بٹھاتی اور رات کے وقت آنسو بہاتی اور عبادت کرتی۔ اسے کسی کل چین نہ پڑتا تھا۔ وہ رات رات بھر غم اور افسردگی میں اپنے ہاتھ ملتی رہتی اور اپنے کمرے میں ٹہلتی رہتی یہاں تک کہ صبح ہو جاتی کبھی زبور کے سامنے بیٹھ جاتی۔ صبح زرد اور شل ہوتی اور پھر وہ

۷

اپنے چھوٹے بھائی کی طرح شروع میں پاول پتروویچ کو بھی گھر پر ہی تعلیم دی گئی تھی۔ اس کے بعد کورپس آف بے حیز" میں۔ بچپن ہی سے وہ اپنے حسن کی وجہ سے ایک امتیازی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ خود اعتماد تھا، طنز سے بھرا ہوا اور مزاج میں ایک طرح کی تلخی لیے ہوئے۔ اس میں لوگوں کو متاثر کرنے کی قوت تھی۔ جیسے ہی اسے کمیشن کے بعد افسر کا عہدہ ملا، پھر کیا تھا وہ ہر جگہ دکھائی دینے لگا۔ وہ سوسائٹی میں بڑی تعدد کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ اپنی ہر خواہش ہر جذبے کی، ہر تلون، ہر لغزش کی ترغیب پر بے تحاشا دوڑ پڑتا، ان میں ڈوب جاتا اپنے آپ کو زعم میں سنے دے رہتا لیکن یہ چیز بھی اس کے اندر کشش رکھی تھی عورتیں اس کے پیچھے ہوش و حواس کھو بیٹھتیں۔ مرد اسے چھیلا کہہ کر پکارتے وہ اندر ہی اندر جلتے رہتے۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ ہی جسے وہ دل سے چاہتا تھا ایک مکان میں رہتا تھا۔ حالانکہ وہ اس سے مختلف تھا نکولائی پتروویچ ہلکا ہلکا رنگ کھاتا تھا۔ اس کے خدوخال دلپذیر ضرور تھے لیکن

ایک شاندار عورت بن جاتی پھر وہ باہر جاتی، ہنستی، ٹھٹھول کرتی، گپیں کرتی اور
خود کو ہر اس چیز کے سپرد کر دیتی جو اس کے ذہن کو دوسری طرف ہٹا کر اپنی طرف
توجہ کر سکتی تھی۔ اس کا جسم بڑا ہی سڈول اور متناسب تھا۔ اس کی زلفیں سنہری
تھیں اور بھاری جیسے اس کے گھٹنوں تک سونے کی زنجیریں لٹک رہی ہوں لیکن
کوئی بھی اسے حسین نہ کہہ سکتا تھا۔ اس کے پورے چہرے پر صرف اس کی آنکھیں
اچھی تھیں۔ بلکہ اس کی آنکھیں بھی کوئی خاص اچھی نہیں تھیں۔ وہ بھوری تھیں۔ مگر بڑی
بڑی نہیں تھیں۔ لیکن ان کے دیکھنے کا انداز تیکھا، تیز اور گہرا تھا۔ گستاخی کی حد تک
بے پروا، اور حزن کی حد تک فکر انگیز ——— ایک معمے کی طرح ان میں ایک غیر معمولی
جلا تھی ——— یہ چمک اس کی آنکھوں کو اس وقت بھی نہ چھوڑتی جب وہ نہایت
کھوکھلی بے معنی باتیں کیا کرتی۔ وہ اپنے لباس کا بہت خیال رکھتی تھی۔ پاول پہلی بار
اس سے محفل رقص و سرود میں ملا۔ اس کے ساتھ مزرکا ناچ ناچا جس کے دوران
میں وہ ایک بھی سنجیدہ لفظ منہ سے نہ نکالتی۔ وہ اپنے پورے جذبات کے ساتھ
اس سے محبت کرنے لگا۔ وہ ایسی فتوحات کا عادی تھا۔ اس لئے اس بار بھی
اسے اس کی منزل آسانی سے مل گئی۔ لیکن اس کی آسانی سے حاصل کی ہوئی کامیابی
نے اس کا جوش ٹھنڈا نہیں کیا۔ اس کے برخلاف، اس عورت کا بندھن اور تکلیف دہ
اور مضبوط ہو گیا تھا، جس میں اس وقت بھی جب وہ اپنے آپ کو پورے طور پر
اس کے سپرد کر دیتی تھی، کوئی انجانا بھید، کوئی ناقابل تسخیر چیز تھی جسے پا لینا کسی کے
بس کی بات نہیں تھی۔ جس کی گہرائیوں میں اترا نہ جا سکتا تھا۔ اس کی روح میں
کیا چھپا ہوا تھا ——— خدا جانے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے اندر پراسرار قوتیں

چھپی ہوئی تھیں جنھیں وہ خود بھی نہیں سمجھ پاتی تھی وہ جب چاہتیں اس پر چھا
جاتیں۔ اس کی عقل اتنی پختہ نہیں تھی کہ ان جذباتی جھونکوں پر قابو پا سکے۔ اس کی
تمام عادتیں اور خصلتیں بے ربطیوں کا ایک سلسلہ تھیں۔ وہ ایک اجنبی کو بھی ایسے
خط لکھا کرتی تھی جو اس کے شوہر کے دل میں، اس کی طرف سے جائز شبہات پیدا
کر سکتے تھے۔ اس کی محبت میں بھی ہمیشہ الم ناکی کا ایک عنصر شامل ہوتا جسے وہ اپنا
محبوب بناتی اس سے ہنسنا بولنا بالکل ترک کر دیتی۔ وہ اس کی باتیں غور سے سنتی اور
اسے اپنی حیران نگاہوں سے گھورتی رہتی۔ اور کبھی اچانک یہ حیرانی ایک سرد خوف
میں بدل جاتی۔ اس کے چہرے پر ایک وحشت برسنے لگتی۔ وہ جاتی اور اپنے آپ
کو اپنی آرام گاہ میں بند کر لیتی اور تب اس کی ملازمہ دروازے کے سوراخ سے اس کی
دل خراش سسکیوں کی آوازیں سنتی۔ کئی بار جب کرسانوف لطف و اختلاط کے بعد
اس کے پاس سے واپس ہوا تو اسے وہ دل شکن اور تلخ کرب محسوس ہوا جو ایک انسان
اپنی انتہائی ناکامی پر محسوس کرتا ہے۔
"اور میں چاہتا کیا ہوں؟" جب اس کا دل بھر آتا تو وہ اپنے آپ سے پوچھتا۔
اس نے ایک بار اپنی انگوٹھی کا تحفہ دیا جس کے پتھر پر اس یونانی دیوی کا نقش
کھدا ہوا تھا جس کا جسم شیر کا تھا اور سر عورت کا۔
"یہ کیا ہے؟" اس نے پوچھا "وہ یونانی دیوی ہے؟"
"ہاں" اس نے جواب دیا "اور وہ دیوی تم ہو۔"
"میں؟" اس نے اپنی پراسرار نگاہوں کو آہستہ آہستہ اس کی طرف اٹھاتے
ہوئے پوچھا۔

"جانتے ہو ـــــ یہ کتنا مغالطہ پیدا کرنے والی بات ہے؟" اس نے ایک
بے معنی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور اس کی آنکھوں کی حیرانی اسی طرح لرزاں رہی۔
جب شہزادی تمارا ـــــ اس سے محبت کرتی تھی، اس وقت بھی پاول
کا دل دکھی تھا لیکن جب وہ جلد ہی سرد مہری برتنے لگی تو اس کا دماغ خراب ہو گیا۔
وہ اسے شکنجے میں رکھنا چاہتا اور دوسروں سے حسد کرتا۔ اسے بالکل چین نہ لینے دیتا۔
جہاں جاتی سائے کی طرح اس کا پیچھا کرتا۔ وہ اس کے تعاقب کی کوفت سے تنگ آ کر
روس سے باہر چلی گئی۔ اسے اس کے دوست سمجھاتے رہے۔ اس کے عزیز اور بزرگ
روکتے رہے، صلاح دیتے رہے مگر اس نے کمیشن سے استعفا دے دیا اور شہزادی
کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ چار سال اس نے غیر ممالک میں بتائے کبھی تو اس کا تعاقب کرتے
ہوئے اور کبھی جان بوجھ کر اسے اپنی آنکھوں سے اوجھل کرتے ہوئے۔ وہ خود اپنی ذات
سے شرمندہ تھا۔ وہ خود اپنی بے حوصلگی، اپنی کمزوری سے نالاں تھا۔ لیکن اس سے
کچھ نہ بنا۔ اس کا تصور ایک عقدہ، ایک بے معنی اور مسحور کن تصور، اس کے دل پر
چھاپہ مارے ہوئے تھا۔ باڈن میں پھر وہ ایک بار پہلے کی طرح اس سے قریب ہو گئی۔
ایسا لگا کہ پہلے تو اس نے اتنے والہانہ انداز سے اسے کبھی نہ چاہا تھا ـــــ لیکن
ایک ہی مہینے میں یہ نشہ پھر اتر گیا۔ چراغ کی لو آخری بار پھڑکی، جھلملائی اور ہمیشہ
کے لئے خاموش ہو گئی۔ اس ناگزیر جدائی کو دیکھتے ہوئے اس نے چاہا کہ کم از کم
اس کا دوست ہی باقی رہ جائے ـــــ گویا ایسی عورتوں سے دوستی کا نباہنا بس
کی ہی بات تو تھی۔ اس نے خاموشی سے باڈن چھوڑ دیا اور اس کے بعد ہمیشہ بڑی
چالاکی سے کرسانوف سے کتراتی رہی۔ وہ روس واپس آ گیا۔ پہلے کی طرح رہنے سہنے

کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن وہ بیتی چھوٹی ہوئی لیک تک واپس نہ پہنچ سکا۔ ایک
جگہ سے دوسری جگہ مارا مارا پھرتا جیسے اس پر کوئی آسیب سوار ہو۔ وہ اب بھی محفلوں
میں جاتا۔ اب بھی اس میں ایک دنیا دار آدمی کے خصائل موجود تھے۔ وہ پھر اپنی
دو تین تازہ بتازہ فتوحات کی ڈینگیں ہانک سکتا تھا لیکن اب اسے اور دوسروں
سے کچھ زیادہ توقع نہ تھی۔ اب وہ اپنے آپ کو کسی چیز سے وابستہ نہ کرتا۔ وہ بوڑھا
ہونے لگا تھا اور اس کے بال سفید پڑنے لگے تھے۔ وہ اپنی تمام شامیں کلب
میں گزارتا، رشک میں جلتا ہوا، اکتایا ہوا، گھٹا ہوا ـــــ کنوارے نوجوانوں کے
جھرمٹ میں خوش گپیاں اور بحثیں اس کا شیوہ بن گئی تھیں ـــــ ایک برا شگون جو ہم
سب جانتے ہیں۔ شادی کا ارادہ؟ اس کے بارے میں تو وہ سوچتا بھی نہ تھا۔ دس
سال اسی طرح بیت گئے ـــــ بے رنگ اور بے نتیجہ۔ دس سال، سرعت، ایک
خوفناک سرعت کے ساتھ بیت گئے۔ کہیں وقت اتنی تیز رفتاری سے نہیں گزرتا
جتنی تیز رفتاری سے روس میں گزرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جیل میں وقت اس سے زیادہ
برق رفتاری سے اڑا چلا جاتا ہے۔ ایک دن کلب میں کھانے کی میز پر پاول پتروچ
نے شہزادی تمارا کے مرنے کی خبر سنی۔ وہ پیرس میں نیم دیوانگی کے عالم میں مری تھی۔
وہ میز سے اٹھ گیا اور دیر تک کلب کے کمروں میں چکر لگاتا رہا۔ کبھی کبھی وہ تاش
کھیلنے والوں کے پاس بت کی طرح خاموش کھڑا ہو جاتا۔ اس رات وہ اپنے مقررہ وقت
سے پہلے گھر واپس نہیں گیا۔ کچھ دنوں بعد اسے ایک پارسل ملا جس میں اس کی وہ
انگوٹھی تھی جو اس نے شہزادی کو دی تھی۔ اس نے دیوی کے نقشے پر لکیریں کھینچ کر
صلیب کا سا نقشہ بنا دیا تھا ـــــ اور اسے لکھا تھا ـــــ ... عقدے کا حل صلیب ہے۔

یہ واقعہ [illegible] میں پیش آیا تھا۔ اس زمانے میں نکولائی پتروویچ اپنی بیوی کی موت کے بعد پٹرس برگ آیا ہوا تھا۔ پاول پتروویچ نے اپنے بھائی کے گاؤں میں جانے کے بعد شاید ہی کبھی مست دیکھا تھا۔ نکولائی پتروویچ کی شادی کے زمانے میں ہی پاول پتروویچ کی ملاقات شہزادی سے ہوگئی تھی۔ جب وہ پردیس کی سیاحت سے واپس آیا تو وہ اس کے پاس دو ماہ ٹھہرنے کے خیال سے گیا تھا کہ اس کی مسرتوں میں شریک ہو لیکن وہ مشکل سے ایک ہی ماہ وہاں ٹھہر سکا۔ دونوں بھائیوں کے حالات میں بڑا فرق تھا [illegible] میں ان کے حالات کا یہ فرق کچھ کم ہوگیا تھا۔ نکولائی پتروویچ اپنی بیوی کو کھو بیٹھا تھا اور پاول پتروویچ اپنی یادوں کو شہزادی کی موت کے بعد وہ اس کے بارے میں سوچنے کی بالکل کوشش نہ کرتا لیکن نکولائی پتروویچ کے لئے ایک خوشگوار زندگی کی یاد تھی۔ ایک اچھی طرح گزاری ہوئی زندگی کا احساس۔ اس کا بیٹا اس کی آنکھوں کے سامنے بڑا ہو رہا تھا۔ پروان چڑھ رہا تھا۔ پاول اس کے برخلاف ایک غیر شادی شدہ اکیلا انسان تھا۔ وہ آزردگیوں اور پچھتاووں کے ایک ایسے دھندلکے کی وادی میں داخل ہو رہا تھا جس کی کوئی حد نہ ہو۔ ایسی آزردگیاں اور پشیمانیاں جو امیدوں اور ایسی امیدیں جو آزردگیوں سے بہت قریب ہوتی ہیں۔ ایک ایسا زمانہ جب جوانی چھوڑ کر آگے نکل جاتی ہے اور بڑھاپا ابھی آ نہیں چکتا۔

یہ وقت خاص طور پر پاول جیسے انسان کے لئے بڑا سخت تھا۔ ماضی کے ساتھ وہ اپنا سب کچھ کھو رہا تھا۔

"اب میں آپ کو میرینو آنے کی دعوت نہیں دوں گا" نکولائی پتروویچ

نے اس سے ایک دن کہا (وہ اپنی بیوی کے اعزاز میں اپنی جاگیر کو اسی نام سے پکارتا تھا) "میری اچھی بیوی کی زندگی میں تو تم وہاں اکتا گئے تھے اور اب تو تم گھبرا کر وہاں مر جاؤ گے۔"

"اسے تب میں بڑا احمق اور بے تاب تھا" پاول پتروویچ نے جواب دیا "اس کے بعد میں عقلمند نہیں تو کم از کم گھبیر تو ضرور ہو گیا ہوں۔ اس وقت کو چھوڑو اب تو تم اگر اجازت دو تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمھارے ساتھ بس جانے کو تیار ہوں۔"

نکولائی پتروویچ نے اس کے جواب میں صرف اسے اپنے سینے سے لپٹا لیا۔ لیکن اس خیال پر عمل پیرا ہوتے ہوتے پاول پتروویچ نے ڈیڑھ سال بتا دئے۔ جب اس نے ایک بار گاؤں میں رہایش اختیار کرلی تو پھر اُسے نہیں چھوڑا۔ ان دنوں میں بھی نہیں جب تین جاڑے نکولائی پتروویچ نے اپنے بیٹے کے ساتھ پٹرس برگ میں کاٹے وہ زیادہ تر انگریزی کا مطالعہ کرنے لگا۔ اس نے اپنی پوری زندگی کو انگریزی طرز پر ڈھال لیا۔ وہ اپنے ہمسایوں سے شاذ ہی ملتا۔ وہ صرف سرداروں کے انتخابات کے موقع پر شرکت کرتا۔ وہاں بھی وہ عام طور پر خاموش ہی رہتا۔ ہاں کبھی کبھی دقیانوسی زمینداروں پر اپنی آزاد خیالی میں دہشت ناک اور بیزار کن جملہ بازی کر جاتا۔ مارشل اور زمیندار اُسے بالکل سڑی تصور کرتے تھے۔ وہ اس کے رئیسانہ ٹھاٹھ اور رکھ رکھاؤ کی وجہ سے، اس کی محبت کی شہرت کی وجہ سے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ بہترین لباس پہنتا تھا۔ اور ہمیشہ

بہترین ہوٹل کے بہترین کمرے میں قیام کرتا تھا ، اس کی بڑی عزت کرتے اس کا احترام اس وجہ سے بھی کیا جاتا تھا کہ وہ عام طور پر اچھا کھانا کھاتا تھا ، اور ایک بار تو اس نے لوئی فلپس کی میز پر ولنگٹن کے ساتھ بھی کھانا کھانے کا شرف حاصل کیا تھا ، اور اس وجہ سے بھی کہ وہ جہاں کہیں بھی جاتا تھا اپنے ساتھ ایک چاندی کا ڈریسنگ کیس اور سفری باتھ بھی لے جایا کرتا تھا ۔ وہ ہمیشہ عمدہ عطر میں اپنے آپ کو بسا ہوا رکھتا تھا کوٹ پیس کھیلنے میں کمال رکھتا تھا ۔ مگر ہمیشہ ہارتا تھا ۔ اور پھر لوگ اس کی عزت اس لئے بھی کرتے تھے کہ وہ ایک سچے کردار کا حامل تھا جسے داغ دار نہ کیا جا سکتا تھا ۔ عورتیں اُسے ایک بہت ہی سحر کار اور رومانی انسان سمجھتی تھیں لیکن وہ عورتوں سے زیادہ میل جول نہ بڑھاتا ....

"تو تم نے دیکھا یف گینی" ارکادی نے اس کی کہانی کو ختم کرتے ہوئے کہا "چچا جان کے بارے میں تمھاری رائے کتنی بڑی بے انصافی ہے ، خیر اس کو تو الگ چھوڑو کہ کتنی بار وہ ابا جان کے آڑے وقتوں کام آئے ہیں ۔ انھیں اپنی ساری دولت دے دی ہے ——— تمھیں نہیں معلوم انھوں نے تو اپنی جائداد بھی تقسیم نہیں کرائی .... وہ کسی شخص کی مدد کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں ۔ وہ ہمیشہ کسانوں کے معاملے میں ان کی ہی طرف داری کرتے ہیں ——— ہاں البتہ یہ ٹھیک ہے کہ جب وہ ان سے باتیں کرتے ہیں تو ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور ایڈی کلان سونگھتے رہتے ہیں ۔"

"ان کے اعصاب ——— بے شک" بزاروف درمیان سے بول اٹھا

"شاید ——— لیکن وہ دل کے بہت اچھے ہیں ۔ اور حماقتوں سے تو ان کو دور کا بھی واسطہ نہیں ، انھوں نے مجھے کتنے اچھے اچھے مشورے دئے ہیں خاص طور پر ——— عورتوں سے تعلقات رکھنے کے سلسلے میں ———"

"آہا ہم جانتے ہیں ——— دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک کر پیتا ہے ———"

"خلاصہ یہ کہ ———" ارکادی نے کہا "وہ بہت ہی غم زدہ انسان ہیں ، اور ان سے نفرت کرنا بہت بڑا پاپ ہے ۔"

"اور ان سے نفرت کرتا کون ہے ؟" بزاروف نے جواب دیا "لیکن میں پھر بھی کہوں گا ایک ایسا انسان جو اپنی ساری زندگی کی بازی تاش کے ایک پتے پر لگا دیتا ہے ——— ہاں ایک عورت کی محبت پر ——— اور جب وہ پتہ کٹ جاتا ہے تو اپنی زندگی کو تلخ بنا لیتا ہے ۔ یہاں تک کہ اپنے آپ کو کہیں کا نہیں رکھتا ، اپاہج اور ناکارہ ——— ہاں ایسا آدمی ، آدمی نہیں محض سور کا بچہ ہے ۔ تم کہتے ہو وہ ایک غم زدہ انسان ہیں ۔ تم بہتر جانتے ہوگے لیکن یہ تو یقینی بات ہے کہ انھوں نے اب تک اپنے دماغ کا خلل دور نہیں کیا ہے مجھے یقین ہے وہ اپنے آپ کو ایک برتر شخصیت تصور کرتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ وہ اس واہیات کتاب "گیلی گنانی" کا مطالعہ کرتے ہیں اور مہینے میں کم از کم ایک بار ایک کسان کو کوڑوں کی مار سے بچا لیتے ہیں ———"

"لیکن ان کی تعلیم کو ، اس دور کو نہ بھولو جس میں وہ پروان چڑھے ہیں" ارکادی نے اپنے خیال کا اظہار کیا ۔

"تعلیم؟" بزاروف نے بات کاٹ کر کہا ــــــ "ہر شخص کو خود ہی اپنے آپ کو تعلیم دینی چاہئے ــــــ مثال کے طور پر ــــــ جس طرح میں نے خود کیا ہے ــــــ اور جہاں تک عمر کا تعلق ہے، بھلا ہم عمر کے محتاج کیوں ہوں۔ عمر کو ہمارا محتاج ہونا چاہئے۔ نہیں میرے پیارے دوست! یہ سب کچھ نہیں، یہ محض تنگ نظری ہے۔ جرأت کی کمی ــــــ اور آخر یہ سب ہے کیا ــــــ یہ مرد اور عورت کے درمیان ایک پر اسرار رشتہ! تم آنکھوں کی جزئیات کی تشریح کرو، چیر کر دیکھو، پھر پتہ چلے گا کہ وہ پُر اسرار نظریں جن کا کہ تم ذکر کر رہے ہو کہاں سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ سب محض رومانیت ہے۔ حماقت، جمالیاتی بکواس ــــــ کہیں اچھا ہو کہ ہم چلیں اور آبی جھونروں کا جائزہ لیں۔"

اور دونوں دوست بزاروف کے کمرے کی طرف چل دیئے جس میں ادویات کی بو بسی ہوئی اور سستی تمباکو کی خوشبو رچی ہوئی تھی۔

٨

پاول پتروویچ کارندے اور اپنے بھائی کی گفتگو کے دوران میں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہرا۔ کارندہ لمبا تڑنگا اور پتلا دبلا سا آدمی تھا۔ اس کی نحیف کھسکھاتی ہوئی آواز اپنے اندر ایک سریلا پن لئے ہوئے تھی اور آنکھیں عیاری سے بھری ہوئی تھیں۔ وہ نکولائی پتروویچ کے ہر سوال کے جواب میں کہتا "بے شک سرکار" اور کسانوں کو ہمیشہ چور اور شرابی بتایا کرتا۔ کچھ ہی دنوں پہلے جاگیر کی تنظیم میں نئی اصلاح کی گئی تھی اور یہ مشین بے تیل کے پہیئے کی طرح چرخ چوں چرخ چوں کرتی ہوئی چل رہی تھی، گھر کے بنے ہوئے کچی لکڑی کے پلنگ کی طرح چیختی اور چرچراتی ہوئی۔ نکولائی پتروویچ جی نہ ہارا۔ لیکن اکثر وہ ٹھنڈی سانسیں بھرا کرتا اور مایوسیوں میں ڈوب جاتا۔ وہ محسوس کرتا کہ کام بغیر روپے کے نہیں چل سکتا تھا اور اس کے روپے اب بالکل ختم ہو چکے تھے۔ ارکادی نے یہ سچی بات کہی تھی کہ پاول نے اپنے بھائی کی مدد ایک ہی بار نہیں کی تھی۔ کئی بار کی تھی۔ جب وہ دیکھتا کہ اس کا بھائی کشمکش میں مبتلا ہے

اپنا سر نوچ رہا ہے۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ کیا کرے تو وہ اس وقت ارادی طور پر اپنے دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالے ہوئے کھڑکی کی طرف بڑھتا اور اپنے دانت بھینچتے ہوئے کہتا "لیکن میں تمھیں روپے سکتھوں اور اسے اپنے روپے دے دیتا۔ لیکن آج اس کے پاس خود ہی روپے نہیں تھے۔ اس لئے اس نے وہاں سے ٹل جانا ہی بہتر جانا۔ کاشتکاری کی چھوٹی چھوٹی تفصیلات سے وہ گھبرا جاتا۔ دوسرے وہ ہمیشہ یہ سمجھتا تھا کہ نکولائی پترووچ اپنی تمام جاں فشانی اور مستعدی کے باوجود صحیح قدم نہیں اٹھا پاتا تھا۔ گرچہ وہ خود بھی یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ اصل میں نکولائی پترووچ کی غلطی کہاں پر تھی "میرا بھائی عملی انسان نہیں ہے" وہ اپنے آپ سے بحث کرتا "وہ سب اس پر مسلط ہو جاتے ہیں!" دوسری طرف نکولائی پترووچ کا اپنے بھائی کے بارے میں بہت ہی اچھا خیال تھا۔ وہ پاول کو بڑا عملی انسان سمجھتا تھا۔ وہ اس سے ہمیشہ صلاح لیا کرتا "میں ایک نرم اور کمزور آدمی ہوں۔ میں نے اپنی زندگی جنگلوں میں بتادی ہے" وہ کہا کرتا "اور تم نے بال دھوپ میں سفید نہیں کئے ہیں، تم نے دنیا دیکھی ہے۔ تم انسان کو گہرائی میں اتر کر بھانپ لیتے ہو۔ تمھاری آنکھیں عقابی ہیں۔" اس کے جواب میں پاول پترووچ اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیتا لیکن اس کی تردید نہ کرتا۔

نکولائی پترووچ کو مطالعے کے کمرے میں چھوڑ کر وہ پچھلی گزرگاہ سے گزرنے لگا، جو مکان کے اگلے حصے کو پچھواڑے سے جدا کرتی تھی جب وہ پست دروازے کے سامنے پہنچا تو ایک جھجک کے ساتھ رک گیا

اور پھر اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے اس نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے — اندر آجاؤ" فے نیچکا کی آواز سنائی دی۔

"میں ہوں" پاول پترووچ نے کہا اور اندر چلا گیا۔

فے نیچکا کرسی سے اچھل کر کھڑی ہوگئی جس پر وہ اپنے بچے کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے تو اس نے ایک لڑکی کی گود میں ڈال دیا جو فوراً اسے اٹھا کر باہر چلی گئی اور پھر خود اپنے رومال کو سنبھالنے لگی۔

"معاف کرنا اگر کوئی تکلیف ہوئی ہو" پاول پترووچ نے اس کی طرف بغیر دیکھے ہوئے کہنا شروع کیا "میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتا تھا — آج کسی کو شہر بھیجا جا رہا ہے — میں چاہتا ہوں — مہربانی کر کے میرے لئے کچھ سبز چائے خرید کر منگوا دو۔"

"ضرور، ضرور" فے نیچکا نے جواب دیا "آپ کتنی چائے منگوانا چاہتے ہیں؟"

"میں سمجھتا ہوں — آدھا پونڈ کافی ہوگی۔ تم نے تو یہاں کا یا پلٹ کر دی ہے — ایں" اس نے فے نیچکا کے چہرے پر اپنی تیرتی ہوئی نظر کو چاروں طرف دوڑاتے ہوئے کہا "یہ پردے" یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ اس کی باتیں نہیں سمجھ رہی تھی اس نے مزید وضاحت کی۔

"اوہ ہاں یہ پردے نکولائی پترووچ نے تحفے میں دئے تھے لیکن یہ تو یہاں بہت عرصے سے پڑے ہوئے ہیں۔"

"ہاں آج میں بہت عرصے کے بعد ہی تم سے ملنے کے لئے آیا ہوں اب

یہاں بہت اچھے لگتے ہیں"

"یہ نکولائی پترووچ کی عنایت ہے" فینچکا نے دھیمی بھنبھناتی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہاں تم اس چھوٹے سے مکان کے مقابلے میں جہاں تم پہلے رہتی تھیں زیادہ آرام سے ہو؟" پاول پترووچ نے مروت کے لہجے میں پوچھا۔ لیکن اس کے لب مسکراہٹ سے محروم تھے۔

"یقینی زیادہ آرام دہ ہے"

"اب تمھاری جگہ پر کون رکھا گیا ہے؟"

"وہاں اب لانڈری کی ملازمائیں رہتی ہیں"

"ہوں"

پاول پترووچ خاموش تھا" وہ اب جانے والا ہے" فینچکا نے سوچا لیکن وہ نہیں گیا۔ اور وہ اس کے سامنے بت بنی کھڑی رہی۔

"تم نے اپنے ننھے کو باہر کیوں بھیج دیا؟" پاول پترووچ نے آخرکار کہا

"میں بچوں کو بہت پیار کرتا ہوں، میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں"

فینچکا گھبراہٹ اور خوشی میں سرخ ہوگئی۔ وہ پاول پترووچ سے ڈرتی تھی۔ اس نے شاید ہی کبھی اس سے بات کی تھی۔

"دنیاشا" اس نے آواز دی "ارے بھئی میتیا کو یہاں لانا" (فینچکا گھر میں کسی سے بھی بے تکلفی سے پیش نہ آتی تھی)

"ہاں ذرا ایک منٹ ٹھہرنا، اسے فراک تو پہنا دوں" فینچکا دروازے

کی طرف بڑھی۔

"ارے کوئی بات نہیں" پاول پترووچ نے کہا

"میں فوراً واپس آئی" فینچکا نے جواب دیا اور جلدی سے باہر چلی گئی۔

پاول پترووچ اب تنہا رہ گیا۔ اور اب وہ خاص توجہ کے ساتھ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہ چھوٹا نیچا کمرہ جس میں وہ اس وقت کھڑا تھا، بڑا صاف ستھرا، آرام دہ اور قرینے کا تھا۔ اس میں نئی رنگ گردانی اور بابونے کی بو بسی ہوئی تھی۔ دیواروں کے ساتھ بربط نما پشت والی کرسیاں لگی ہوئی تھیں جو پولینڈ پتیوں کی مہم میں جنرل مرحوم نے خریدی تھیں۔ کونے میں تن زیب کے چھتر کے نیچے ایک چھوٹا سا پلنگ تھا جو لوہے کی پتیوں سے جڑے ہوئے ایک محدب ڈھکن والے صندوق کے پاس پڑا ہوا تھا۔ دوسری طرف کونے میں ایک چھوٹا سا چراغ معجزہ نما سنت نکولائی کی ایک بڑی سی سیاہ تصویر کے سامنے جل رہا تھا۔ ایک چینی مٹی کا انڈہ سرخ فیتے میں بندھا ہوا سینٹ کے سینے میں ابھرے ہوئے سونے کے ہالے تک نیچے لٹک رہا تھا۔ کھڑکیوں کے پاس سنہری مائل شیشے کی صراحیاں پچھلے سال کی بنی ہوئی چٹنی سے بھری ہوئی بڑی ہوشیاری سے ٹنگی نظر آرہی تھیں ان پر چپکے ہوئے کاغذ کے پرچوں پر خود فینچکا نے جلی حروف میں لکھا تھا "انگور" نکولائی پترووچ اس کا خاص طور پر بہت شائق تھا۔ چھت میں ٹنگے ہوئے کڑے سے ایک پنجرا لٹک رہا تھا جس میں ایک چھوٹی دم والا سسکن (زیتون کے رنگ کا ایک خوش الحان پرندہ) بند تھا۔ وہ مسلسل چہچہا رہا تھا اور اچھلتا پھر رہا تھا۔ پنجرہ برابر مل رہا تھا۔ اور جھول رہا تھا اور اس میں سے حشیش کے بیج ٹپ ٹپ

زمین پر گر رہے تھے۔ چھوٹے صندوق کے بالکل پاس ہی دیوار پر نکولائی پترووچ کی مختلف پوزوں میں کھنچی ہوئی تصویریں آویزاں تھیں جو ذرا بھاری اور بری تھیں اور کسی سڑکی فوٹوگرافر کی کھینچی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ وہیں ایک تصویر فنیچکا کی بھی تھی جو حد درجہ ناکارہ تصویر تھی۔ ایک دھندلے تاریک چہرے میں اندھی آنکھیں، اور ہونٹوں پر زبردستی ابھاری ہوئی مسکراہٹ نظر آتی تھی۔ اس کے علاوہ اور کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ ٹھیک فنیچکا کی تصویر کے اوپر جنرل یرمولاف کی تصویر تھی۔ سرکیشین لباس پہنے اور فاصلے پر کھڑے قاف کے پہاڑوں کو قہر آلود نگاہوں سے دہشت انگیزی کے ساتھ گھورتے ہوئے ——

پانچ منٹ گزر گئے۔ دوسرے کمرے سے سرسراہٹ اور سرگوشی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ پاول پترووچ نے صندوق کی دراز سے چکنی سی کتاب "سکیٹر" کی ایک عجیب سی جلد اٹھائی اور اس کے چند اوراق الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ دروازہ کھلا اور فنیچکا اپنے بازوؤں میتیا کو لیے داخل ہوئی۔ اس نے اسے ایک سرخ لبادہ پہنا رکھا تھا جس کے کالروں پر زری کا کام تھا۔ اس نے اس کے بال میں کنگھا کر دیا تھا اور منہ دھلا دیا تھا۔ وہ زور زور سے سانس لے رہا تھا اور اس کا پورا جسم پھڑک رہا تھا۔ اس کی دونوں ننھی ننھی مٹھیاں ہوا میں لہرا رہی تھیں جو تندرست بچوں کا خاصہ ہے لیکن اس کا چست لبادہ غالباً مزا دے رہا تھا۔ اس کے گلگلے اور گدیلے چھوٹے سے جسم کے انگ انگ سے ایک خوشی کا اظہار ہو رہا تھا۔ فنیچکا نے خود اپنے بال بھی سنوار لیے تھے" اور اپنے

کیا دنیا میں ایسی چیز بھی ہے جو ایک خوب صورت جوان ماں کے مقابلے میں جس کی گود میں ایک تندرست بچہ بھی ہمک رہا ہو، زیادہ دل کش ہو ——

"کیسا گول گپا ہے" پاول پترووچ نے شفقت سے کہا اور اپنی مخروطی ناخن والی انگلیوں سے اس کی تھوڑی کو سہلانے لگا۔ بچے نے غور سے پنجرے میں چڑیا کی طرف دیکھا اور چہکنے لگا

"یہ تمہارے تایا جان ہیں" فنیچکا نے اپنے بچے کو ہلکے ہلکے اپنے بازوؤں میں جھلاتے ہوئے اور اپنے سر کو اس کی طرف نیوڑاتے ہوئے کہا۔ اس اثناء میں دنیاشا نے خاموشی سے سلگتی ہوئی اگربتی لا کر کھڑکی کے اندر رکھ دی۔

"کتنے مہینے کا ہوا یہ؟" پاول پترووچ نے پوچھا۔

"چھ مہینے کا، جلد ہی۔ بس گیارہ تاریخ کو سات مہینے کا ہو جائے گا۔"

"کیا یہ آٹھ مہینے کا نہیں، چندوسیا نکولایفنہ" دنیاشا ڈری ڈری بیچ سے بول اٹھی۔

"نہیں سات —— کیا بات کہی تم نے" بچہ پھر چہکا۔ صندوق کی طرف گھور کر دیکھا پھر اچانک اپنی پانچوں ننھی ننھی انگلیوں سے اپنی ماں کے منہ اور ناک کو نوچنے لگا۔ "نٹ کھٹ کہیں کا" فنیچکا اپنے چہرے کو دور ہٹاتے ہوئے بولی۔

"بالکل میرے بھائی جیسا ہے" پاول پترووچ نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

"اور بھلا کس کی طرح ہوتا؟" فنیچکا نے سوچا

"ہاں" پاول پترووچ نے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا، جیسے خود ہی بول رہا ہو "دونوں کی مشابہت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔" اس نے آنکھیں گاڑ کر،

غم انگیز نظروں سے فینچکا کی طرف دیکھا۔

"یہ تایا جان ہیں" اس نے دہرایا۔ لیکن اب کے بالکل سرگوشی کی سی آواز میں۔

"اچھا پاول ——— آپ یہاں ہیں" یکایک نکولائی پتروودچ کی آواز سنائی دی۔

"پاول پتروودچ تیزی سے جھنجھلاتے ہوئے مڑا، لیکن اس کے بھائی نے اسے ایسی مسرت، ایسی منت پذیری کے ساتھ دیکھا کہ وہ بھی مسکراہٹ کے ساتھ اس کا جواب دینے پر مجبور ہوگیا۔

"اوہ تمہارا بچہ کتنا خوبصورت کتنا بھولا بھالا ہے" اس نے اپنی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "میں ذرا یہاں چائے کے بارے میں کہنے چلا آیا تھا"

انتہائی بے نیازی دکھاتے ہوئے وہ فوراً ہی کمرے سے باہر چلا گیا۔

"وہ خود ہی یہاں آئے تھے" نکولائی پتروودچ نے فینچکا سے پوچھا۔

"ہاں؛ انھوں نے دستک دی اور اندر آگئے"

"اچھا، کیا ارکاشا بھی تم سے پھر ملنے کے لئے آیا تھا؟"

"نہیں، نکولائی پتروودچ! کتنا اچھا ہو اگر میں پھر اسی چھوٹے مکان میں واپس چلی جاؤں"

"ایسا کیوں؟"

"کیا یہ خود پہلے پہلے ارکاشا کے لئے بہتر نہ ہوگا؟"

"نہ .... نہیں" نکولائی پتروودچ نے جھجکتے ہوئے کہا "اگر ایسا کرنا ہی تھا تو پہلے کرلیتے ..... کیسے ہو میرے موٹو مل" وہ بچے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا اچانک اس کا چہرہ دمک اٹھا۔ اس نے بچے کے گال کو چوم لیا۔ پھر وہ ذرا

اور جھکا اور اس نے فینچکا کے سپید ہاتھ پر اپنے لب رکھ دئے جو میتیا کے چھوٹے سے سرخ لبادے پر دھرا ہوا تھا۔

"نکولائی پتروودچ کیا کر رہے ہو تم؟" اس کے لب آہستہ سے ہلے اس کی آنکھیں جھکیں اور پھر آہستہ آہستہ اوپر اٹھ گئیں۔ جب وہ نرمی اور قدرے الھڑپن کے ساتھ مسکراتی ہوئی اپنی پلکوں کی چھاؤں میں نظریں اٹھاتی تو ان میں ایک عجیب نکھار، ایک عجیب کشش پیدا ہو جاتی۔

نکولائی پتروودچ اور فینچکا کی ملاقات بھی کچھ اس طرح ہوئی تھی۔ تین سال قبل دور ایک ضلع کے صدر شہر کی ایک سرائے میں اسے رات کاٹنی پڑی تھی۔ اسے جو کمرہ ملا تھا اس کی صفائی اور چادر پلنگ کی ستھرائی اور تازگی نے اس پر بڑا اثر کیا تھا۔ یقینی وہاں رہنے والی خاتون کوئی جرمن عورت تھی یہ خیال تھا جو اس کے دل میں پیدا ہوا۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ وہ ایک روسی عورت تھی لگ بھگ پچاس سال کی عورت تھی، صاف ستھرا لباس پہنے ہوئے، خوبصورت اور بات چیت میں محتاط۔ چائے کے وقت اس سے باتیں شروع ہوگئیں وہ اسے بہت پسند آئی۔ نکولائی پتروودچ ابھی ابھی اپنے نئے مکان میں منتقل ہوا تھا اور کمیروں کو گھر میں رکھنا نہ چاہتا تھا۔ اس لئے وہ ایک تنخواہ دار ملازم کی تلاش میں تھا۔ عورت نے اپنے طور پر شہر آنے والے مسافروں کی کمی اور اپنی دقتوں کی شکایت کی۔ اس نے اس سے کہا کہ وہ اس کے گھر نگہبانی اور دیکھ بھال کے لئے اٹھ چلے۔ وہ راضی ہوگئی۔ اس کا شوہر بہت پہلے ہی مرچکا تھا جس سے اُسے ایک لڑکی تھی فینچکا۔ پندرہ دنوں کے بعد ارینا سیوشنا

یہ اس نئی گھر کی نگہبان کا نام تھا، اپنی بیٹی کے ساتھ میر یتو آ گئی۔ سفے نچکا کے بارے
میں جس کی عمر اس وقت سترہ سال تھی کوئی تذکرہ نہ ہوتا اور وہ مشکل سے کسی
کو کہیں دکھائی دیتی۔ وہ بہت خاموشی اور متانت کے ساتھ رہتی۔ صرف اتوار کے
اتوار نکولائی پیترووچ کو گرجا گھر میں کنارے کسی گوشے میں ایک طرف سے اس
کے سفید چہرے کا ایک لطیف رخ نظر آتا۔ ایک سال سے زیادہ عرصہ اسی طرح
گزر گیا۔

ایک روز صبح کے وقت، ارینا اس کے مطالعے کے کمرے میں آئی اور اس
نے پوچھا کہ کیا وہ اس کی بچی کے لئے کچھ کر سکتا ہے جس کی آنکھ میں چولھے کی
ایک چنگاری اڑ کر چلی گئی تھی۔ نکولائی پیترووچ نے گھر پہ مکھی مارنے والے لوگوں کی
طرح کچھ ڈاکٹری کا مطالعہ بھی کیا تھا اور خود ہی ہومیوپیتھک علاج معالجے کے
متعلق ایک ہدایت نامہ بھی مرتب کیا تھا۔

اس نے فوراً مریضہ کو اپنے پاس لانے کے لئے کہا۔ فنیچکا کو جب معلوم ہوا
کہ سرکار نے اسے بلوا بھیجا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ لیکن کسی طرح وہ اپنی
ماں کے پیچھے پیچھے وہاں گئی۔ نکولائی پیترووچ اسے کھڑکی کے پاس لے گیا اور
اس کے سر کو اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ اس کی سرخ اور سوجی
ہوئی آنکھوں کی کافی غور سے جانچ کرنے کے بعد اس نے اسے سینکنے کے لئے
ایک نسخہ تجویز کیا۔ اس نے فوراً خود ہی اپنے رومال کو پھاڑ کر بتایا کہ نسخہ کس طرح
تیار کرنا چاہیئے اور کس طرح آنکھوں کو سینکنا چاہیئے۔ فنیچکا اس کی ساری ہدایتیں
سن کر چلنے لگی تو ارینا نے کہا کہ "سرکار کے ہاتھ کو بوسہ دے پھوہڑ لڑکی"......

نکولائی پیترووچ نے اس کی طرف اپنا ہاتھ نہیں بڑھایا اور گھبراہٹ میں اس کے
ماتھے کو جہاں سے مانگ نکلتی ہے چوم لیا۔ فنیچکا کی آنکھ جلد ہی اچھی ہو گئی۔ مگر
نکولائی پیترووچ پر جو اثر اس نے ڈالا تھا اتنی جلدی ختم نہ ہوا۔ اس کی آنکھوں
میں ہمیشہ اس کا اچھوتا، معصوم اور سنجیدگی کے ساتھ اوپر کو اٹھا ہوا چہرہ ابھرتا
رہتا۔ وہ اپنی ہتھیلیوں میں اس کے نرم بالوں کا لمس محسوس کرتا۔ اور اس کے معصوم
ہلکے سے کھلے ہوئے ہونٹوں کو دیکھتا جن کے اندر موتی جیسے دانت دھوپ میں
ایک ہلکی سی نمی لئے ہوئے تابانی کے ساتھ چمک رہے تھے۔ اس نے گرجا گھر
میں اب اسے توجہ کے ساتھ دیکھنا شروع کیا اور اس سے بات کرنے کی کوشش
کرنے لگا۔ پہلے وہ اس سے بہت شرماتی تھی۔ ایک روز تو شام کے جھٹپٹے کے وقت
رائی کے کھیتوں میں سے ایک پگڈنڈی پر جاتے ہوئے جب اس کا آمنا سامنا
ہو گیا تو مڈبھیڑ سے بچنے کے لئے وہ رائی کے کھیت میں کود پڑی جو فصل کے پھولوں
اور [illegible] سے پٹا پڑا تھا۔ اس نے اس کے چھوٹے سے سر کو رائی کے جال میں پھنسا
ہوا دیکھا۔ جس میں سے وہ ایک چھوٹے سے جانور کی طرح جھانک رہی تھی۔ اس
نے اسے محبت سے آواز دی ——

"آداب عرض سفے نچکا —— میں کاٹتا تو نہیں"

"آداب —" وہ اپنی کمین گاہ سے نکلتے ہوئے آہستہ سے بولی۔

رفتہ رفتہ وہ اس سے بے تکلف ہونے لگی۔ اور ابھی اس کی موجودگی میں
لجاتے رہنے کا مرحلہ ختم نہیں ہوا تھا کہ اچانک اس کی ماں ہیضے کی نذر ہو گئی۔ اب
فنیچکا کا کیا ہو گا؟ اسے اپنی ماں سے خوش سلیقگی، باضابطگی اور شرافت ورثے

میں تی تھی۔ لیکن ابھی وہ اتنی کم سن تھی، اس قدر اکیلی۔ نکولائی پتروویچ خود بڑا بھلا بڑا بامروت آدمی تھا۔ ۔ پھر نتیجہ ظاہر ہے ——

"اچھا تو میرے بھائی صاحب تم سے ملنے آئے؟" نکولائی پتروویچ نے سوال کیا "انھوں نے دستک دی اور اندر چلے آئے؟"

"ہاں"

"اچھا ہے، یہ اچھا ہوا! لاؤ ذرا میتیا کو۔ ذرا اسے جھولا جھلاؤں۔"

اور نکولائی پتروویچ اسے ہوا میں اچھالنے لگا۔ اتنے زور زور سے کہ وہ چھت تک پہنچ جاتا۔ بچہ تو خوش ہو ہو کر چیخیں نکال رہا تھا لیکن ماں کا دل دھک سے ہو جاتا تھا اور وہ جب اسے اوپر اچھالتا تو وہ ہر بار اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اس کے ننھے اور ننگے پیروں تک پھیلا دیتی۔

پاول پتروویچ اپنے خوبصورت مطالعے کے کمرے میں گیا جس کی دیواریں نیلے اور بھورے رنگ کے پردوں سے ڈھکی ہوئی تھیں اور دیواروں پر طرح طرح کے ایرانی قالین کیلوں سے ٹنگے ہوئے تھے جن پر ہتھیار لٹک رہے تھے۔ وہیں پر اخروٹ کی میزیں اور کرسیاں رکھی ہوئی تھیں جن پر گہرے سبز رنگ کے مخمل کے غلاف چڑھے ہوئے تھے۔ اور جہاں کتابوں کے لئے شاہ بلوط کی الماری تھی۔ لکھنے کی میز پر کانسے کا ایک شاندار مجسمہ اور کٹ دہ سا آتش دان رکھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو صوفے میں گرا دیا۔ اپنے دونوں ہاتھ سر کے پیچھے جکڑ لئے اور انتہائی مایوسی سے بھرے ہوئے چہرے کے ساتھ چھت کو گھورنے لگا۔

۹

اسی دن بزاروف کی ملاقات فینچکا سے ہوئی۔ وہ ارکادی کے ساتھ باغ کی سیر کر رہا تھا اور اسے سمجھا رہا تھا کہ بعض درخت، خاص طور پر شاہ بلوط کے درخت، کیونکر اچھی طرح نشوونما نہ پا سکے۔

"اگر تم یہاں سفید سرو لگاتے اور شاید لائم (ایک درخت جس کے پتے دل کی شکل کے اور کلیاں زرد اور خوشبودار ہوتی ہیں) بھی ——— اور اس میں چکنی مٹی ملا کر تھوڑی سی کھاد ڈال دیتے تو بہت اچھا رہتا۔ دیکھو وہ کنج تو بہت اچھا پروان چڑھا ہے" اس نے پھر کہا "اس لئے کہ اس میں سوسن اور لیکر کے پودے ہیں۔ وہ مزے میں خود ہی ایک دوسرے کے سہارے بڑھتے ہیں۔ ان کی زیادہ دیکھ بھال کی ضرورت نہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے اس کے اندر کوئی ہے؟"

کنج میں دنیاشا اور میتیا کے ساتھ فینچکا بیٹھی ہوئی تھی۔ بزاروف خاموش کھڑا ہو گیا اور فینچکا نے اپنے پرانے دوست کی طرح اپنے سر کو خم کیا۔

"کون ہے وہ؟" جیسے ہی وہاں سے وہ آگے بڑھا بزاروف نے پوچھا "کتنی خوبصورت لڑکی ہے۔"

"کس کا ذکر کر رہے ہو تم؟"

"تم جانتے ہی ہو، ان میں صرف ایک ہی خوبصورت ہے"

ارکادی نے گھبراہٹ کے ساتھ اسے بتایا کہ فے نیچکا تھی کون۔

"اہا" بزاروف نے رائے زنی کی "ہاں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے ابا جان ذوق اچھا خاصا ہے۔ میں انھیں پسند کرتا ہوں ——— اوں ہوں کافی زندہ دل انسان ہیں۔ لیکن ہمیں اس لڑکی سے دوستی کرنی چاہیے،" اس نے کہا اور کنج کی طرف مڑ گیا

"یف گینی" ارکادی اس کے پیچھے دہشت کے ساتھ چلایا۔ "تم کیا کر رہے ہو، کچھ تو خیال کرو۔ خدا کے لئے۔"

"تم پریشان نہ ہو" بزاروف نے کہا "میں جانتا ہوں مجھے کیا کرنا چاہیے، میں دودھ پیتا بچہ نہیں ہوں" فے نیچکا کے پاس پہنچ کر اس نے اپنی ٹوپی اتاری۔

"مجھے اپنا تعارف کرانے کی اجازت دیجیے،" اس نے مودبانہ جھک کر کہا۔ "میں ایک بے ضرر آدمی ہوں ارکادی کا ایک دوست"

فے نیچکا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور بغیر کچھ کہے ہوئے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"کتنا اچھا بچہ ہے" بزاروف نے سلسلۂ کلام جاری رکھا "گھبرایئے نہیں ——— میری تعریف نے کبھی آج تک بدشگونی اختیار نہیں کی" اس کے گال ایسے سرخ

کیوں ہیں؟ کیا دانت نکل رہے ہیں؟"

"ہاں" فے نیچکا نے کہا "اس کے چار دانت نکل چکے ہیں، اور اب پھر اس کے مسوڑھے سوج رہے ہیں۔"

"دکھایئے مجھے ——— ذرا، ڈریئے مت، میں ایک ڈاکٹر ہوں۔"

بزاروف نے بچے کو اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ دنیاشا اور فے نیچکا کو اس پر بڑا تعجب تھا کہ وہ بالکل نڈر، بغیر چیخے چلائے اس کی گود میں چلا گیا۔

"اچھا، اچھا ——— کچھ نہیں، کچھ نہیں ——— سب ٹھیک ہے۔ اس کے دانت بڑے خوبصورت ہوں گے۔ اگر کچھ شکایت ہو تو مجھے بتایئے گا، اور کہیے آپ تو بالکل اچھی ہیں؟"

"شکر ہے ——— بالکل اچھی ہیں۔"

"شکر ہے ——— واقعی ——— یہ بڑی بات ہے ——— اور تم؟" اس نے دنیاشا کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

دنیاشا، جو مالک کے گھر میں بہت سنجیدہ اور مسکین کی طرح رہنے والی اور باہر خوب اودھم مچانے والی لڑکی تھی، جواب میں ہنس پڑی۔

"خیر وہ تو ٹھیک ہے ——— اور یہ رہا آپ کا پہلوان"

فے نیچکا نے اپنے بچے کو بازوؤں میں لے لیا۔

"اوں، ——— تمہارے ساتھ کیسا اچھا سلوک کیا اس بچے نے" اس نے زیر لب کہا ۔۔۔

"بچوں سے تو میری ہمیشہ گاڑھی چھنتی ہے" بزاروف نے جواب دیا "میں

ان سے پیش آنے کا ڈھنگ جانتا ہوں۔"

"بچے اپنے چاہنے والوں کو پہچانتے ہیں" ویناشا نے کہا۔

"ہاں وہ اچھی طرح جانتے ہیں" فنیچکا نے کہا "ورنہ بھلا میتیا کیوں کسی کے پاس جانے لگا تھا۔"

"کیا وہ میرے پاس آئے گا؟" ارکادی نے پوچھا جو تھوڑی دیر تک پرے کھڑے رہنے کے بعد کنج کے قریب آگیا تھا۔

اس نے میتیا کو اپنے پاس بلانے کی بہت کوشش کی۔ مگر میتیا اپنے سر کو پیچھے گرا دیتا اور زور زور سے چیختا۔ فنیچکا یہ دیکھ کر گھبرا گئی۔

"اچھا پھر کسی اور دن ——— جب وہ ذرا مجھ سے مانوس ہو جائے گا۔" ارکادی نے جذبات کے ساتھ کہا اور دونوں دوست ساتھ ساتھ وہاں سے چل دیئے۔

"کیا نام ہے اس کا؟" بزاروف نے پوچھا۔

"فنیچکا ——— فدوسیہ"

"اور اس کے باپ کا نام؟ اس کا نام بھی تو جاننا چاہیئے۔"

"نکولائیفنہ"

"خوب ——— جو چیز مجھے اس میں پسند آئی وہ یہ تھی کہ اس میں کوئی زیادہ بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ نہ تھی۔ کچھ لوگ، میرے خیال میں اس وجہ سے اس کے بارے میں بری رائے رکھتے ہوں گے۔ کیا حماقت ہے۔ اس میں الجھنے کی کیا بات ہے بھلا؟ وہ ایک ماں ہے ——— بہت اچھی ہے وہ۔"

"وہ بہت اچھی ہے" ارکادی نے کہا "لیکن میرے ابا ———"

"اور وہ بھی اچھے ہیں ——— بالکل درست"

"نہیں میں ایسا نہیں سمجھتا"

"میرے خیال میں تمھیں ایک اور وارث پسند نہیں"

"مجھے حیرت ہے کہ ایسے خیالات مجھ سے وابستہ کرنے میں تمھیں شرم نہیں معلوم ہوتی" ارکادی نے ذرا گرم ہوتے ہوئے کہا "میں اس نقطۂ نظر سے اپنے ابا کو غلط نہیں سمجھتا۔ میں سوچتا ہوں کہ انھیں اس سے شادی کر لینا چاہیئے"

"ہش" واہیات" بزاروف نے اطمینان کے ساتھ "اور ہم بھی کیسے اعلیٰ خیال لوگ ہیں۔ کیا تم ابھی تک شادی کو اہمیت دیتے ہو؟ مجھے تم سے اس کی امید نہ تھی۔"

دونوں دوست چند قدم خاموش چلتے رہے۔

"میں نے تمھارے ابا جان کی پوری بستی ——— سارا انتظام دیکھ لیا ہے" بزاروف نے کہنا شروع کیا "مویشی بہت معمولی ہیں، گھوڑے تو بالکل مریل سے ہیں، مکانات بھی کوئی خاص نہیں، اور مزدور تو بالکل کہیں کے پکے اٹھائی گیرے نظر آتے ہیں اور کارندہ یا تو نرا احمق ہے یا پکا بدمعاش۔ میں ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکا ہوں کہ دونوں میں سے وہ کیا ہے ———"

"آج یفگینی، تم ہر چیز سے سختی سے پیش آ رہے ہو اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں کے کسان تمھارے ابا جان کو جھکا رہے ہیں۔ انھیں پسپائی کی طرف لئے جا رہے ہیں۔ تم نے وہ روسی مثل سنی ہوگی۔ روسی کسان تو خدا کو

کو بھی جل دینے میں نہیں چوکتا۔"

"مجھے اپنے تایا جان سے اتفاق ہونے لگا ہے" ارکادی نے کہا "تم روسیوں کے بارے میں بڑی بری رائے رکھتے ہو۔"

"جیسے مجھے اس کی پروا ہی تو ہے ——— ایک روسی کی سب سے بڑی اچھائی یہ ہے کہ وہ خود اپنے بارے میں بہت ہی بری رائے رکھتا ہے۔ جو چیز اہم ہے، یہ ہے کہ دو اور دو مل کر چار ہوتے ہیں ——— اس کے علاوہ اور جو کچھ ہے حماقت ہے۔"

"اور کیا قدرت بھی حماقت ہے" ارکادی نے سورج کی نرم خوبصورت ضو میں، جو ابھی بلند نہیں ہوا تھا، دور چمکتے ہوئے کھیتوں کو لہلہاتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

ٹھیک اسی وقت وائلن کے بجنے کی آواز گھر سے نکل کر باہر آنے لگی۔ کوئی شوبرٹ کی دھن کو بہت ہی لگن سے بجا رہا تھا۔ گرچہ ابھی بجانے والے کے ہاتھ نوآموز اور اناڑی تھے۔ لیکن ہوا میں ایک شیرینی سی بہ رہی تھی۔

"یہ کیا ہے؟"

"ابا بجا رہے ہیں۔"

"تمہارے ابا وائلن بجاتے ہیں؟"

"ہاں"

"اور تمہارے ابا کی عمر کیا ہے؟"

"چوالیس۔"

بزاروف اچانک زور سے قہقہے لگانے لگا۔

"تم کس چیز پر ہنس رہے ہو؟"

"سچ کہتا ہوں ——— چوالیس سال کا ایک شخص اس دورافتادہ علاقے میں وائلن بجا رہا ہے۔ عجیب!"

بزاروف ہنستا رہا۔ ارکادی اپنے استاد سے بہت زیادہ عقیدت رکھنے کے باوجود اب کے مسکرایا بھی نہیں۔

۱۰

تقریباً دو ہفتے بیت گئے۔ میرینو کی زندگی اپنے معمول کے مطابق چلتی رہی۔ ارکادی پڑا پڑا خوب تفریح کیا کرتا اور بزاروف خود مصروفیتوں میں جتا رہتا۔ ہر شخص گھر میں اس سے، اس کی بے نیازانہ حرکتوں، جلی کٹی اور اکھڑی اکھڑی باتوں سے مانوس ہو گیا تھا۔ فینچکا خاص طور پر اس سے اتنا ہل مل گئی تھی کہ ایک بار تو اس کو اس نے سوتے سے اٹھا کر بلوا بھیجا۔ میتیا کے پیٹ میں کچھ مروڑ سی ہو رہی تھی۔ وہ اٹھ کر وہاں گیا اور حسب دستور کچھ مذاق کرتے ہوئے، کچھ جماہیاں لیتے ہوئے وہاں دو گھنٹے تک ٹھہرا رہا اور بچے کو چنگا کر دیا۔ دوسری طرف پاول پترووچ انتہائی شدت سے بزاروف سے نفرت کرنے لگا۔ وہ اسے ایک خود پسند، نراجی، گستاخ اور بیہودہ انسان تصور کرتا تھا۔ اسے شبہ تھا کہ بزاروف اس کا احترام نہیں کرتا تھا اور اس کے دل میں اس کے لئے صرف نفرت بھری ہوئی تھی۔ نکولائی پترووچ اس جوان نراجی نہلسٹ سے ڈرتا تھا اور اسے اس میں شبہ تھا کہ

اس کا کوئی اچھا اثر ارکادی پر پڑ رہا تھا۔ لیکن وہ اس کی باتیں سن کر خوش ہوتا تھا۔ اور اس کے سائنسی اور کیمیاوی تجربے کے وقت اس کے پاس رہنا پسند کرتا تھا۔ بزاروف اپنے ساتھ ایک خوردبین لایا تھا اور وہ اس کے ساتھ گھنٹوں مصروف رہتا۔ ملازم بھی گرچہ وہ ان سے مذاق کرتا اور انہیں چھیڑتا، اس کی طرف مائل تھے۔ وہ محسوس کرتے کہ وہ پھر بھی ان ہی میں سے ایک ہے۔ ان کا مالک نہیں ہے۔ دنیاشا اس کے ساتھ کھلکھلا کر ہنس پڑنے کے لئے ہر وقت آمادہ رہتی۔ اور وہ جب اس کے پاس سے چوہے کی طرح پھدکتی ہوئی گزرتی تو اس کو چوری چھپے خاص نظروں سے دیکھتی ہوئی گزرتی۔ پائتر جو پرلے درجے کا احمق اور فضول آدمی تھا ہمیشہ اپنی بھویں چڑھائے رکھتا۔ ایک ایسا شخص جس کا سارا کمال اس کے مہذبانہ ٹیپ ٹاپ میں تھا اور اس بات میں کہ وہ ایک آدھ صفحہ پڑھ لیتا تھا اور اپنے کوٹ کو بڑا باقاعدہ صاف ستھرا رکھتا اور بڑے انہماک سے اس پر برش کیا کرتا تھا۔ ہاں وہ بھی جب دیکھتا کہ بزاروف اس کی طرف ہلکی سی بھی توجہ کر رہا ہے تو مسکرا اٹھتا اور اس کے چہرے میں چمک پیدا ہو جاتی۔ بوڑھا پروکوفچ وہ واحد شخص تھا جو اسے بالکل پسند نہ کرتا تھا۔ وہ کھانے کے وقت چہرے پر کڑواہٹ بکھیرے ہوئے اسے پلیٹیں دیتا اور اسے 'قصاب' اور 'چھچھورا' کہا کرتا۔ وہ کہتا کہ وہ اپنی بھری بھری مونچھوں کے ساتھ ایک سور کی طرح نظر آتا ہے۔ پروکوفچ اپنے طور پر پاول پترووچ سے 'رئیسانہ ٹھاٹھ باٹھ' میں کچھ کم نہ تھا۔

سال کے بہترین دن آگئے تھے ــــــ جون کے دن۔ موسم بہت ہی حسین اور خوش گوار ہو گیا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ وہاں سے کچھ دوری پر ہیضے کا خطرہ بڑھ رہا تھا۔ لیکن اس علاقے کے لوگ ایک زمانے سے اس کے عادی ہو چکے تھے۔ بزاروف منہ اندھیرے اٹھتا اور دو تین میل چکر لگانے کے لئے نکل جاتا وہ یونہی بے کار نہیں ٹہلتا تھا ــــ وہ بے مقصد ٹہلنے کو برداشت ہی نہیں کر سکتا تھا ــــ بلکہ وہ پودوں اور کیڑوں مکوڑوں کے نمونے جمع کرتا۔ کبھی کبھی وہ ارکادی کو بھی ساتھ لے لیتا تھا۔ واپسی پر معمولاً دونوں میں کوئی نہ کوئی بحث چھڑ جاتی۔ عام طور پر ارکادی اپنے ساتھی سے زیادہ ہی بولتا اور آخر میں پسپا ہو جاتا۔

ایک دن دونوں زیادہ دیر تک باہر رہ گئے۔ نکولائی پتروویچ انھیں دیکھنے باغ تک چلا آیا اور جیسے ہی وہ کنج کے قریب پہنچا اس نے تیز تیز قدموں کی آہٹ اور دونوں جوان دوستوں کی آواز سنی۔ وہ کنج کی دوسری طرف چل رہے تھے اور اسے نہ دیکھ پائے تھے۔

"تم اباجان کو اچھی طرح نہیں جانتے" ارکادی نے کہا۔

"تمہارے ابا ہیں تو بہت بھلے آدمی" بزاروف نے کہا "لیکن وہ وقت سے پچھڑ گئے ہیں اور ان کے دن لد چکے ہیں۔"

نکولائی پتروویچ نے غور سے سنا ــــ ارکادی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ شخص جس کے دن لد چکے تھے، دو منٹ تک بے حس و حرکت کھڑا رہا اور پھر چپکے سے آہستہ آہستہ گھر میں چلا گیا۔

"پرسوں میں نے انھیں پشکن کو پڑھتے دیکھا" اس دوران میں بزاروف کی گفتگو جاری تھی "براہ کرم انھیں سمجھاؤ، اس دنیا میں اس کا کوئی فائدہ نہیں وہ اب لڑکے نہیں ہیں۔ یہ وقت ہے کہ وہ اس خرافات کو ختم کریں۔ ان کی اس وقت رومانیت کی بھی اچھی رہی۔ انھیں کوئی کام کی چیز پڑھنے کے لئے دو۔"

"انھیں کیا دینا چاہئے؟"

"میرے خیال میں بیوخنر کی کتاب اسٹوف اینڈ کرافٹ ابتدا کرنے کے لئے ٹھیک رہے گی۔"

"میں بھی یہی سمجھتا ہوں" ارکادی نے اتفاق کرتے ہوئے کہا "اسٹوف اینڈ کرافٹ عام فہم زبان میں لکھی ہوئی ہے......"

"تو ایسا معلوم ہوتا ہے" اسی دن کھانے کے بعد اس کے بھائی نے مطالعے کے کمرے میں بیٹھے بیٹھے کہا "آپ اور میں، دونوں وقت سے پچھڑے ہوئے ہیں ہمارے دن لد چکے۔"

"ہاں، ہاں ــــ بزاروف ٹھیک کہتا ہے۔ لیکن ایک بات میں اعتراف کرتا ہوں، یہ چیز بہت ہی تکلیف دہ ہے۔ میں امید کرتا تھا، خاص طور پر اب کہ ارکادی اب مجھ سے بہت قریب اور بے تکلف ہو جائے گا۔ اور اب پتہ چلا کہ میں پچھڑ کر پیچھے رہ گیا ہوں، وہ آگے جا چکا ہے، اور ہم اب ایک دوسرے کو سمجھ نہیں سکتے۔"

"وہ کس طرح آگے بڑھا ہے؟ اور کس معنے میں وہ ہم سے برتر ہو گیا ہے؟" پاول پتروویچ نے چلا کر بے صبری سے کہا "یہ وہ بلند دماغ اور سورما

صاحب بہادر ہیں، جنھوں نے یہ سب کچھ اس کے بھیجے میں بھر دیا ہے۔ میں اس ڈاکٹر سے نفرت کرتا ہوں۔ میرے خیال میں وہ محض اناڑی شیخی باز ہے مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے تمام مینڈک کے بچوں سے کے باوجود طب کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔"

"نہیں بھائی جان، آپ ایسا نہیں کہہ سکتے۔ وہ ایک ہوشیار آدمی ہے اور اپنے مضمون میں اچھی دسترس رکھتا ہے۔"

"اور اس کی خود بینی بہت ہی بیزار کن ہے" پاول پتروو چ نے کہا

"ہاں" نکولائی پترووچ نے اپنی رائے کا اظہار کیا "وہ خود بیں تو ہے مگر ایسا لگتا ہے کہ اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ یہی ایک چیز تھی جسے کبھی میں نے پاس پھٹکنے نہیں دیا۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وقت کا ساتھ دینے کے لئے سب کچھ کر رہا ہوں۔ میں نے ایک مثالی فارم کی بنیاد رکھی۔ کسانوں سے میرے تعلقات اچھے خاصے ہیں، اور اسی لئے میں اس سارے علاقے میں ایک "سرخ انتہا پسند" کے نام سے یاد کیا جاتا ہوں، میں پڑھتا ہوں، چیزوں کا جائزہ لیتا ہوں، میں ہر ممکن کوشش کرتا ہوں کہ وقت کے تقاضوں کا خیال رکھوں — اور وہ کہتے ہیں کہ میرے دن پورے ہو چکے — اور بھائی میں سوچنے لگا ہوں کہ واقعی ایسا ہی ہے"

"کیوں بھلا؟"

"میں بتاؤں ایسا کیوں — آج صبح میں بیٹھا پشکن کو پڑھ رہا تھا ...... مجھے یاد آتا ہے، شاید میں "خانہ بدوش" پڑھ رہا تھا — یکایک

ارکادی میرے پاس آیا اور بغیر کچھ کہے ہوئے محبت آمیز انداز میں، اور بہت آہستگی سے میرے ہاتھ سے کتاب لے لی جیسے میں بچہ ہی تو تھا اور ایک دوسری کتاب میرے سامنے رکھ دی — ایک جرمن کتاب — مسکرایا اور پشکن کو اپنے ہاتھ میں اٹھا کر واپس چلا گیا

"خدا پناہ — کون سی کتاب دی ہے اس نے؟"

"یہ" اور نکولائی پترووچ نے اپنے کوٹ کی پچھلی جیب سے بیوخنر کی کتاب کا نواں ایڈیشن نکالا۔

پاول پترووچ نے اپنے ہاتھوں میں سے کرتے الٹ پلٹ گیا "ہونہہ" وہ غرایا۔ "ارکادی نکولائچ ...... تمھاری تربیت اور تعلیم اپنے ہاتھ میں لے رہا ہے۔ کیا تم نے اس کے پڑھنے کی کوشش کی؟"

"ہاں، میں نے کوشش کی"

"کیا رائے ہے تمھاری اس کے بارے میں؟"

"یا تو میں بالکل احمق ہوں — یا یہ محض خرافات ہے، میرا خیال ہے میں ہی احمق ہوں"

"کیا تم ابھی اپنی جرمن زبان بھولے نہیں ہو؟"

"میں جرمن زبان سمجھتا ہوں"

پاول پترووچ نے پھر کتاب کو اپنے ہاتھ میں الٹنا پلٹنا شروع کر دیا۔ اور اپنی چڑھی ہوئی بھووں کے اندر سے اپنے بھائی کو دیکھا دونوں خاموش تھے۔

"ہاں خوب یاد آیا" نکولائی پتروو چ نے موضوع بدلنے کے لئے کہا
"کولیازن کا ایک خط آیا ہے۔"

"متوی کا ایچ کا؟"

"ہاں — وہ اس صوبے کا معائنہ کرنے کے لئے آیا ہے۔ اب وہ بہت بڑا آدمی ہوگیا ہے۔ لکھا ہے ایک رشتے دار کی حیثیت سے وہ ہم سے ملنا پسند کرے گا اور آپ کو، مجھے اور ارکادی کو شہر آنے کی دعوت دی ہے۔"

"کیا تم جا رہے ہو؟"

"نہیں، اور آپ؟"

"نہیں، میں بھی نہیں جاؤں گا۔ جنگلی بطخوں کی رفتار سے چالیس میل کا سفر کرنا کوئی کھیل نہیں۔ میتھو اپنے انتہائی جاہ و جلال کا جلوہ دکھانا چاہتا ہے۔ دور کرو اسے، پورا صوبہ اسے اپنی نذر عقیدت پیش کرے گا۔ اس کا کام ہمارے بغیر بھی چل جائے گا۔ واقعی بڑی شان کی بات ہے، مرِیوی کاؤنسل کا ایک ممبر — ایں؟ اگر میں اپنی ملازمت نہ چھوڑتا اور سرکاری خدمات کی انجام دہی میں لگا رہتا تو آج جنرل ایڈجوٹنٹ بن گیا ہوتا۔ اور پھر جانتے ہی ہو تم اور میں، وقت سے پچھڑے ہوئے لوگ ہیں۔"

"ہاں، بھائی، وقت آگیا ہے کہ ہم اپنا کفن منگوا لیں، اور اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر اس میں سو رہیں" نکولائی پتروو چ نے ایک ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"دیکھو میں اتنی جلدی شکست ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں" اس کا

بھائی بڑبڑایا "دیکھتا ہوں کہ اس ڈاکٹر سے مجھے ایک جنگ مول لینی ہوگی، مجھے اس کا یقین ہو گیا ہے۔"

اسی دن شام کے وقت ایک ٹکر ہو ہی گئی۔ پاول پتروو چ اس جنگ کے لئے بالکل تیار، جھنجلایا ہوا، مستحکم ارادے کے ساتھ نشست گاہ میں داخل ہوا۔ حریف پر ٹوٹ پڑنے کے لئے وہ صرف ایک بہانے کا انتظار کر رہا تھا لیکن بہت دیر تک کوئی بہانہ نہ مل سکا۔ حسب دستور "بوڑھے کرسانوف" (وہ دونوں بھائیوں کو اسی طرح یاد کرتا تھا) کی موجودگی میں بہت کم بول رہا تھا۔ اور اس شام کو وہ بہت ہی اداس تھا، گرا گرا سا۔ بس ایک لفظ بولے بغیر وہ چائے کی ایک پیالی کے بعد دوسری پیالی خالی کرتا رہا۔ پاول پتروو چ ضبط کرتے کرتے آگ بگولا ہو رہا تھا۔ آخرکار اس کی تمنا پوری ہی ہو گئی۔ گفتگو کا رخ کسی قریبی زمیندار کی طرف مڑ گیا "یہ ناکارے بد دماغ رئیس" بزاروف نے بے نیازی سے کہا۔ وہ اس سے پیٹرس برگ میں مل چکا تھا۔

"میں یہ پوچھنے کی اجازت چاہتا ہوں" پاول پتروو چ نے کہنا شروع کیا۔ اس کے لب تھرتھرا رہے تھے "کیا تمہارے خیال کے مطابق لفظ "ناکارہ" اور "رئیس" کے ایک ہی معنے ہیں؟"

"میں نے کہا بد دماغ رئیس" بزاروف نے بہت آہستہ چائے کا ایک گھونٹ حلق میں اتارتے ہوئے کہا

"ہاں ویسے تو خیر — لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تم رئیسوں اور بد دماغوں

کے بارے میں ایک ہی رائے رکھتے ہو۔ تمھیں یہ بتا دینا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اس خیال سے متفق نہیں ہوں۔ میں یہ کہنے کی جرأت کروں گا کہ ہر شخص جانتا ہے میں ایک آزاد خیال اور ترقی پسند آدمی ہوں ——

لیکن یہی وجہ ہے کہ میں رئیسوں کی عزت کرتا ہوں۔ اصل رئیسوں کی ۔ جناب عالی براہ کرم یاد رکھیے (ان الفاظ پر بزاروف نے اپنی آنکھیں اوپر اٹھائیں اور پاول پترووچ کی طرف دیکھا) ہاں براہ کرم یاد رکھئے جناب عالی" اس نے خشونت کے ساتھ پھر دہرایا" انگریزی ریاست کو، وہ اپنے حق میں ایک نقطے کے برابر کمی ہونے نہیں دیتے اور اسی وجہ سے وہ دوسروں کے حقوق کا احترام کرتے ہیں۔ وہ دوسروں سے اپنے حق کا مطالبہ کرتے ہیں اور اسی لئے وہ اپنا فرض بھی ان کی طرف ادا کرتے ہیں۔ رئیسوں کے طبقے ہی نے آج انگلینڈ کو آزادی دی ہے اور وہی آج بھی اس آزادی کو زندہ رکھے ہوئے ہے"

"ہم یہ داستان بہت سن چکے ہیں" بزاروف نے جواب دیا "لیکن آپ اس سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں ؟"

"میں ثابت کرنا چاہ رہا ہوں جناب کہ" (جب پاول پترووچ کو غصہ آتا تھا تو وہ ارادی طور پر اپنے الفاظ اسی طرح توڑ مروڑ کر ادا کرتا تھا گرچہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ گرامر کی رو سے یہ طریقہ پورے طور پر درست نہیں تھا ۔ وضعداری کی اس لہر میں دور سکندری کی چھاپ نظر آتی تھی ۔ اس زمانے کے بانکے لوگ خاص خاص موقعوں پر جب اپنی زبان

میں باتیں کرتے تو اس بے جوڑ لب و لہجے کو اختیار کر لیتے تھے ۔ وہ یہاں تک کہتے "ہم پیدائشی روسی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ہم بڑے ہی چھیل چھبیلے ہیں۔ انہیں عالموں کے بنائے ہوئے قانون کو نظر انداز کرنے کی آزادی حاصل ہے)، میں اس سے جناب یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ بغیر ذاتی وقار کے احساس کے، بغیر خودداری کے کوئی سماجی ڈھانچہ قایم نہیں رہ سکتا ۔ کسی سماج کی ٹھوس بنیادیں نہیں رکھی جا سکتی —— اور یہ دونوں جذبے رؤسا میں بدرجہ اتم موجود ہوتے ہیں —— ذاتی کردار، ذاتی سیرت، جناب سب سے اہم چیز ہے ۔ ایک انسان کا ذاتی کردار ایک چٹان کی طرح ٹھوس ہونا چاہیئے اس لئے کہ اس پر ہر چیز کی بنیاد رکھی جاتی ہے ۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں، تم میرے طور طریقے کو، میرے لباس کو، میری وضعداری کو دراصل ایک مضحکہ خیز چیز سمجھتے ہو ۔ لیکن یہ ساری چیزیں خودداری سے، احساس فرض سے پیدا ہوتی ہیں ۔ ہاں یقینی احساس فرض سے پیدا ہوتی ہیں —— میں دیہات میں رہتا ہوں، جنگلوں میں رہتا ہوں لیکن میں اپنے آپ کو گراؤں گا نہیں ۔ میں اپنے اندر کے وقار کا احترام کرتا ہوں"

"پاول پترووچ مجھے یہ پوچھنے دیجئے" بزاروف نے جواب دیا "آپ اپنا احترام کرتے ہیں اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں ۔ اب اس سے بتلیئے عام لوگوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے، اگر آپ اپنا احترام نہیں بھی کرتے تو کیا فرق پڑ جاتا ؟"

"میں آپ سے کہہ چکا ہوں، چچا جان کہ ہم کسی اقتدار کو، کسی سند کو نہیں مانتے" ارکادی نے بیچ میں کہا ۔

روحانیت ہی کہا کرتا تھا۔ لیکن اس نے پہلے نوجوان شاگرد کی اصلاح کرنا ضروری نہیں سمجھا۔

"نہیں نہیں" پاول پتروویچ نے اچانک تازہ جوش کے ساتھ چلا کر کہا "میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ تم، ہاں تم، نوجوان واقعی روسی عوام کو اچھی طرح جانتے ہو، اور تم ان کے تقاضوں اور ان کی جفاکشی کے نمائندے ہو۔ نہیں، روسی عوام ویسے نہیں ہیں جیسا تم انہیں تصور کرتے ہو۔ یہ روایات کو بہت مقدس جانتے ہیں ۔ یہ مذہبی زندگی کے رسیا نہیں، یہ بغیر عقیدے کے زندہ نہیں رہ سکتے۔"

"میں اس سے اختلاف نہیں کروں گا" بزاروف نے بات کاٹ کر کہا "میں تو اس بات سے بھی اتفاق کرنے کو تیار رہوں کہ آپ کا یہ کہنا صحیح ہے۔"

"لیکن اگر میں صحیح ہوں تو؟"

"لیکن تاہم اس سے کوئی بات نہیں ثابت ہوتی۔"

"ہاں اس سے کوئی بات بھی نہیں ثابت ہوتی" اس نے ایک ایسے استاد شاطر کی طرح اعتماد کے ساتھ دہرایا۔ جس نے اپنے مقابل کی آنے والی خطرناک چال کو پہلے ہی تاڑ لیا ہو اور اس لئے اس کی چال سے ذرا بھی نہ چونکا ہو۔

"یہ چیز کس طرح کچھ ثابت نہیں کرتی؟" پاول پتروویچ استعجاب کے ساتھ بڑبڑایا "تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم روسی عوام کے خلاف جا رہے ہو؟"

"اور اگر ہم خلاف جا رہے ہیں تو کیا؟" بزاروف چلایا "جب بادل گرجتے ہیں تو عوام تو یہ سمجھتے ہیں کہ آسمان پر پیغمبر الیاس کی رتھ دوڑ رہی ہے۔

"ہم ان ہی چیزوں پر عمل کرتے ہیں جنہیں مفید سمجھتے ہیں" بزاروف نے کہا۔ "اور آج کے زمانے میں نفی کرنا سب سے زیادہ مفید عمل ہے۔ تردید، انکار۔"

"ہر چیز سے؟"

"ہر چیز سے!"

"کیا؟ ——— نہ صرف آرٹ اور شاعری سے ——— بلکہ ——— یہ کتنی خوفناک بات ہے ———"

"ہر چیز سے" بزاروف نے ناقابل بیان اطمینان کے ساتھ دہرایا۔

پاول پتروویچ اُسے غور سے گھورنے لگا۔ اسے اس کی توقع نہیں تھی۔ ارکادی کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو گیا تھا۔

"پھر بھی مجھے کہنے کی اجازت دو" نکولائی پتروویچ نے کہنا شروع کیا۔ "تم ہر چیز سے انکار کرتے ہو۔ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ تم ہر چیز کی تخریب کرنا چاہتے ہو ——— لیکن تم جانتے ہو تعمیر بھی تو ضروری ہے۔"

"ابھی ہمارے سامنے یہ سوال نہیں ——— پہلے زمین کو ہموار کرنا ضروری ہوتا ہے۔"

"عوام کے موجودہ حالات اس کا مطالبہ کرتے ہیں" ارکادی نے وقار کے ساتھ کہا "ہمیں ان تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔ ہمیں اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ ہم اپنے ذاتی انا کے سامنے سر جھکا دیں۔"

بظاہر آخری جملہ بزاروف کو پسند نہیں آیا۔ اس میں فلسفے کی، بلکہ کہنا چاہئے ایک طرح کی روحانیت کی چاشنی تھی۔ اس لئے کہ بزاروف فلسفے کو بھی

تو اس سے کیا ہوا؟ کیا ان کا ہم خیال ہو جانا چاہیے؟ وہ بھی عوام تو روسی نہیں، اور کیا میں روسی نہیں ہوں؟"

"نہیں تم یہ سب کچھ کہنے کے بعد روسی نہیں ہو سکتے... میں تمہیں روسی تسلیم نہیں کر سکتا۔"

"میرے دادا نے زمین جوتی ہے" بزاروف نے بڑے تمکنت اور غرور کے ساتھ کہا "جائیے اور کسی بھی کسان سے پوچھیے اور دیکھیے کہ وہ مجھے یا آپ کو کسے اپنا ہم وطن مانتا ہے۔ آپ تو اس سے بات کرنا بھی نہیں جانتے۔"

"اور تم تو اس سے باتیں بھی کرتے ہو اور نفرت بھی۔"

"مان لیجیے کہ وہ نفرت کا مستحق ہے۔ آپ کو میرا رویہ غلط معلوم ہوتا ہے لیکن آپ یہ کیسے سمجھتے ہیں کہ میرا رویہ آپ ہی آپ محض اتفاقیہ پیدا ہو گیا ہے۔ آپ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ یہ رویہ اس قومی روح کی پیداوار ہے جس کے نام پر خود اس کے خلاف آپ جنگ کر رہے ہیں۔"

"کیا بات کہی ہے، یہ منکر بھی بڑے کام کے ہوتے ہیں۔"

"وہ کارآمد ہیں یا نہیں، یہ طے کرنا ہمارا کام نہیں۔ کیوں آپ تو اپنے آپ کو بھی بے کار انسان نہیں خیال کرتے۔"

"حضرات ـــــ حضرات ـــــ بھئی ذاتی حملے نہیں" نکولائی پترووچ چلایا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

پاول پترووچ مسکرایا اور اپنے ہاتھ سے اپنے بھائی کے شانے کو دباتے ہوئے اسے پھر بیٹھنے پر مجبور کیا

"پریشان نہ ہو" اس نے کہا "میں اپنا ضبط نہیں کھوؤں گا اور وہ محض اس وجہ سے کہ میرے اندر وقار موجود ہے۔ جس پر ہمارا دوست اتنی بے رحمی سے حملہ کر رہا ہے ـــــ یہ ڈاکٹر۔ مجھے یہ پوچھنے دو" اس نے پھر بزاروف کی طرف مڑ کر پوچھا "شاید تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارا نظریہ کوئی انوکھا کوئی نیا نظریہ ہے؟ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ وہ مادیت پرستی کا نظریہ جس کی تم تبلیغ کرتے ہو، کئی بار آج سے پہلے بھی برسرِ عمل رہ چکا ہے اور نامناسب ثابت ہوا ہے۔"

"پھر ایک بدیسی لفظ" بزاروف نے کہا۔ اس کے اندر ایک طرح کا غصہ پیدا ہو رہا تھا اور اس کا چہرہ تانبے کی طرح سرخ نظر آ رہا تھا۔

"تو تم کیا کرتے ہو؟"

"میں بتاؤں گا کہ ہم کیا کرتے ہیں۔ زیادہ دن نہیں بیتے کہ ہم کہتے تھے کہ ہمارے افسر رشوت لیتے ہیں، ہمارے لئے سڑکیں نہیں، تجارت نہیں، سچا انصاف نہیں ـــــ"

"ہاں، اب میں سمجھا ـــــ تم لوگ اصلاح پسند ہو ـــــ میرے خیال میں یہی اس کا نام ہے۔ میں خود تمہاری بہت سی اصلاحات سے اتفاق کرتا ہوں ـــــ"

"پھر ہم اس کو محض بکواس سمجھنے لگے ـــــ مسلسل بکواس، باتیں، باتیں اور باتیں، اور کچھ نہیں، ہماری سماجی بیماریوں کی باتیں، بالکل بے کار اور فضول، یہ ہمیں سوائے سطحیت اور نظریہ پرستی کے کسی نتیجے تک نہیں پہنچاتے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ ہمارے رہنما اور نام نہاد ترقی یافتہ مصلحین قوم، بالکل ناکارہ

ہیں۔ ہمیں احساس ہوا کہ ہم نے اپنے آپ کو محض حماقتوں میں مبتلا رکھا ہے۔ آرٹ سے متعلق لغو گفتگو میں، غیر مستوری تخلیق میں، یا لایعنی بحث و مباحثے میں چوری کے ذریعے انصاف میں، اور پتہ نہیں کن کن خرافات میں مبتلا رکھا ہے جبکہ روٹی کا سوال مسلسل اپنی جگہ پر قائم رہا ہے، جبکہ ہم بدترین توہم پرستیوں کا شکار رہتے آئے ہیں، جبکہ ہماری کاوشیں ناکام ہوتی رہی ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ ان کو آگے بڑھانے اور زندہ رکھنے کے لئے ایمان دار آدمیوں کا قحط رہا ہے۔ جبکہ ہماری نجات، جس کے لئے ہماری سرکار کوشاں ہے، کبھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ابھی خود کسان شراب خانے میں بیٹھ کر شراب پینے کے لئے اپنے آپ کو لوٹنے پر آمادہ رہتا ہے۔"

"ہاں" پاول پتروویچ نے درمیان سے کہا "ہاں تم ان چیزوں سے قائل ہو گئے اس لئے تم نے فیصلہ کر لیا کہ تم کوئی کام سنجیدگی کے ساتھ کرنے کی ذمہ داری نہیں لوگے۔"

"ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم اپنے ذمے کوئی کام نہیں لیں گے" بزاروف نے سختی کے ساتھ دہرایا۔ اسے اچانک اس احساس سے ایک چبھن سی محسوس ہوئی کہ اس نے خود اس کے سامنے بہت کچھ کھول کر رکھ دیا تھا۔

"اور خود کو تخریب اور ملامتوں کے لئے وقف کرو گے؟"

"ہاں ہم نے خود کو تخریب اور ملامتوں کے لئے وقف کر لیا ہے"

"اور اسی کا نام نہلزم ہے؟"

"ہاں اسی کو نہلزم کہتے ہیں" بزاروف نے اب کے ایک عجیب

درشتی کے ساتھ پھر دہرایا۔

پاول پتروویچ نے اپنے چہرے پر شکن ڈال لئے "تو یہ بات ہے!" اس نے ایک تعجب خیز اطمینان کے ساتھ کہا "نہلزم —— ہمارے تمام دکھوں کا علاج ہے۔ اور تم، اور تم ہمارے ہیرو اور نجات دہندہ ہو۔ لیکن تم دوسروں کو گالیاں کیوں دیتے ہو؟ ان اصلاح پسندوں کو بھی اور کیا تم دوسروں کی طرح محض باتیں نہیں بناتے؟"

"ہم اور جو کچھ بھی غلطی کرتے ہوں لیکن اس سلسلے میں ہم کوئی غلطی نہیں کرتے" بزاروف نے اپنے دانت بھینچتے ہوئے اپنے آخری الفاظ ادا کئے۔

"تو پھر؟ تو تم عمل کرتے ہو یا کیا؟ کیا تم کسی اقدام کی تیاری کر رہے ہو؟"

بزاروف نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پاول پتروویچ کے جسم میں ایک لرزہ خیز لہر دوڑ گئی لیکن اس نے اپنے پر قابو پا لیا۔

"ہونہہ —— عمل، تباہی ——" وہ خود بکتا رہا "لیکن یہ بغیر جانے ہوئے کہ کیوں، کس طرح تباہ کیا جا سکتا ہے؟"

"ہم تباہ کریں گے، اس لئے کہ ہم ایک قوت ہیں" ارکادی نے کہا۔

پاول پتروویچ نے اپنے بھتیجے کی طرف دیکھا اور ہنس پڑا۔

"ہاں ایک قوت خود کو احتساب کے لئے پیش کرنے پر مجبور نہیں۔"

"بدبخت لڑکے" پاول پتروویچ نے ماتمی انداز میں کہا، اب وہ زیادہ دیر اپنے آپ کو قابو میں نہیں رکھ سکتا تھا "کاش تم محسوس کر سکتے کہ تم اپنے ملک کے لئے کیا کر رہے ہو، نہیں یہ تو ایک فرشتے کا پیمانہ صبر

بھی پھلنے دینے کے قابل ہے طاقت، کالمکوں میں بھی ایک طاقت ہے منگولیا میں بھی ایک طاقت ہے، لیکن ہمیں اس سے کیا لینا۔ ہمارے لئے جو چیز قیمتی ہے وہ ہے تہذیب و تمدن ——— ہاں، ہاں جناب، اس کے پھل ہمارے لئے بہت عزیز ہیں۔ مجھ سے یہ نہ کہو کہ یہ پھل فضول اور بے کار ہیں۔ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مصور بھی، ایک ایسا آدمی جو پانچ پیسے کے لئے ایک شام رقص کرسکتا ہے، تم سے زیادہ کام کا ہے اس لئے کہ وہ درندے منگولوں کی قوت کا نہیں تہذیب و تمدن کا نمائندہ ہے، تم اپنے آپ کو ترقی یافتہ انسان سمجھتے ہو، لیکن دراصل تم کالمکوں کے ساتھ جھونپڑیوں میں۔ کچل دئے جانے کے مستحق ہو۔ طاقت! ذرا اندازہ کیجئے، میرے طاقتور حضرات! آپ کی تعداد زیادہ سے زیادہ ساڑھے چار ہے اور دوسرے کروڑوں کی تعداد میں ہیں جو آپ کو اپنی ان مقدس روایات کو پیروں سے کچلنے کی اجازت نہیں دے سکتے وہ آپ کو کچل دیں گے اور اپنے پیروں سے روند ڈالیں گے۔"

"اگر ہم کچل بھی دئے جائیں تو یہ اچھا ہوگا" بزاروف نے کہا "لیکن یہ تو ایک کھلا ہوا سوال ہے۔ ہم اتنے کم نہیں ہیں جتنا آپ سمجھتے ہیں۔"

"کیا تم سنجیدگی سے یہ سمجھتے ہو کہ تم تمام جمہور کا سامنا کرسکو گے؟"

"آپ نہیں جانتے، ایک پیسے کی موم بتی سے سارا ماسکو جل گیا تھا" بزاروف نے جواب دیا۔

"ہاں، ہاں ——— پہلے تو ایک شیطانی غرور اور اس کے بعد پھبتی تضحیک نوجوانوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور یہ چیز لڑکوں کے ناتجربہ

دل و دماغ پر چھا جاتی ہے۔ یہاں ان میں سے ایک تمہارے پاس بیٹھا ہوا ہے جو تمہارے پاؤں کے نیچے کی زمین کو ہر وقت سجدہ کرنے کو تیار ہے۔ ذرا اس کی طرف دیکھو (آرکادی نے جھنجھلا کر اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا) اور اب، تو یہ بیماری دور دور تک پھیل چکی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ روم میں ہمارے مصور پاپائے اعظم کے محلات کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔ رفیل کو وہ ایک احمق سمجھتے ہیں، اس لئے کہ اگر تم مانو تو، وہ سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور یہ مصور اپنے طور پر بالکل بے جان اور بے کار ہو گئے ہیں۔ ایسے لوگ جن کا تصور "دوشیزہ کنار لب آبشار" سے آگے پرواز ہی نہیں کرتا چاہے وہ کتنا ہی سر ماریں۔ بلکہ لڑکیاں بھی مصوری کی سرحد سے باہر ہو رہی ہیں۔ تمہارے خیال میں یہ مصور بہترین لوگ ہیں؟"

"میرے خیال میں" بزاروف نے جواب دیا "رفیل ایک کوڑی کے برابر بھی نہیں، اور دوسرے مصور بھی کوئی اس سے بہتر حیثیت نہیں رکھتے۔"

"شاباش، شاباش ——— آرکادی سنا تم نے، نوجوانوں کو اس دور میں اسی طرح بات کرنی چاہئے۔ اور اگر تم اس کے بارے میں سوچو تو پھر تو وہ تمہارے نقش قدم پر چلنے سے باز نہیں رہ سکتے۔ اگلے زمانے میں نوجوانوں کو کافی مطالعہ کرنا پڑتا تھا۔ وہ غبی اور کند ذہن کہلانا پسند نہ کرتے تھے اس لئے انھیں پسند ہو یا نہ ہو کام خوب جانفشانی سے کرتے تھے، اور اب ان کے نزدیک صرف یہ کہنا کافی ہے 'دنیا کی ہر چیز ایک حماقت ہے' بس چلو چھٹی ہوئی۔ کام بن گیا۔ نوجوان اس سے خوش ہو جاتے ہیں، اور یقینی وہ پہلے

پہلے صرف بچے تھے اور اب اچانک بدل کر بالغ ہو گئے ہیں "

اس وقت ارکادی بالکل گرم ہو گیا تھا اور اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں "ہماری بحث کافی آگے نکل گئی ہے، اچھا ہے کہ اسے ختم کر دیا جائے میں سمجھتا ہوں، میں آپ سے یہی اتفاق کر دوں گا کہ اگر آپ موجودہ نظام زندگی میں، موجودہ خاندان میں، یا سماجی زندگی میں —— ایک بھی ایسا ادارہ دکھائیں جو غیر مشروط طور پر سرے سے ختم کئے جانے کا مستحق نہ ہو"

میں ایسے لاکھوں ادارے پیش کر سکتا ہوں" پاول پترووچ چلایا "لاکھوں مثال کے طور پر گاؤں کی برادری"

ایک سرد مسکراہٹ نے بزاروف کے ہونٹوں میں ایک خم پیدا کر دیا "اچھا ہوتا اگر اس نے رائے زنی کی "آپ گاؤں کے بارے میں اپنے بھائی سے باتیں کرتے۔ میں سمجھتا ہوں، انہوں نے اب تک دیکھ لیا ہو گا کہ اس کی حقیقت کیا ہے —— اس کی مشترکہ ضمانتیں، اس کی سنجیدگی اور اس کی دوسری خصوصیتیں!"

"خاندان —— اچھا تو پھر، خاندان ہی کو لے لو، جس طرح یہ کسان کے اندر زندہ ہے" پاول پترووچ نے چلا کر کہا

"اور یہ موضوع بھی —— میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے حق میں بہتر ہو گا اگر آپ اس کی تفصیلات میں نہ پڑیں کیا آپ نہیں جانتے ایک خاندان کے سرپرست کو جو اپنی بہو کا انتخاب بھی خود ہی کرتا ہے کیا کیا فائدے حاصل ہیں۔ پاول پترووچ صاحب! —— میری مانئے —— دو دن کا وقت لیجئے

اور اس کے بارے میں خوب غور کیجئے۔ یہاں پر فوراً ہی کوئی بات پلے نہیں پڑے گی۔ ہمارے تمام طبقات کا مطالعہ کیجئے اور ان میں سے ایک ایک کے بارے میں خوب غور کیجئے اور اس عرصے میں میں اور ارکادی ——"

"ہر چیز کو مذاق بناتے رہیں گے" پاول پترووچ نے بات کاٹ کر کہا۔

"نہیں —— بلکہ مینڈکوں کی چیر پھاڑ کرتے رہیں گے۔ آؤ ارکادی چلیں، سرپرست آپ صاحبان سے رخصت، اچھا خدا حافظ"

دونوں دوست چلے گئے، دونوں بھائی تنہا رہ گئے پہلے تو دونوں نے صرف ایک دوسرے کو دیکھا۔

"اچھا تو" پاول پترووچ نے کہنا شروع کیا "ہمارے دور کی نئی پود اس قماش کی ہے، ایں —— اچھا تو یہ ایسے ہیں، یہ ہمارے جانشین"

"ہمارے جانشین" نکولائی پترووچ نے ایک اداس مسکراہٹ کے ساتھ دہرایا۔ وہ بحث کے دوران میں کانٹوں پر لوٹتا رہا تھا اور اپنے دکھی دل کے ساتھ چپکے چپکے کنکھیوں سے ارکادی کو دیکھ لیتا تھا "جانتے ہیں بھائی صاحب مجھے کس چیز کی یاد آ گئی تھی۔ یہ ہماری اماں جان سے ایک بار میری تلخ ہو گئی تھی۔ وہ بپھر گئی تھیں اور میری بات سننے کے لئے بالکل تیار نہ تھیں اور آخر کار میں نے کہا تھا "یقیناً آپ میری باتیں سمجھ ہی نہیں سکتیں، ہمارا تعلق دو الگ نسلوں سے، دو الگ الگ زمانوں سے ہے" انہیں خطرناک کچھ کا سا لگا تھا۔ لیکن میں نے سوچا تھا۔

"اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ ایک کڑوا گھونٹ ہے مگر اس کو

حلق کے پار تو اتارنا ہی پڑے گا۔" دیکھئے اب ہماری باری آگئی ہے اور اب
ہمارے جانشین ہمیں کہہ سکتے ہیں، تم ہماری نسل کے نہیں ہو، اب یہ کڑوا گھونٹ
چپ چاپ پی جاؤ ہاں۔"

"تمہاری فیاضی اور انکسار کی کوئی حد نہیں" پاول پتروویچ نے جواب دیا
اس کے خلاف مجھے اس بات کا یقین ہے کہ میں اور تم دونوں ان نوجوانوں
سے زیادہ صحیح ہیں۔ گرچہ شاید ہم جس زبان میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے
ہیں وہ دقیانوسی زبان ہے —— ہمارے اندر وہ گستاخانہ بد دماغی نہیں
ہے۔ اور نہ ہم آج کے نوجوانوں کی طرح شیخی ہی بگھارتے ہیں۔ تم کسی سے
پوچھو" تم سرخ شراب پیتے ہو یا سفید؟" "اپنے اصول کے مطابق میں سرخ
کو ترجیح دیتا ہوں ——" وہ ایک بھاری کھنکتی ہوئی آواز میں جواب
دے گا اور اس وقت اپنے چہرے پر ایک سنجیدگی پیدا کرے گا جیسے سارے جہان
کی نگاہیں اسی پر توجہ ہوئی ہیں ——"

"کیا آپ کچھ اور چائے پینا پسند کریں گے" فینچکا نے دروازے سے
اپنا سر اندر ڈالتے ہوئے پوچھا۔ وہ بحث کے دوران میں آوازیں سن سن کر
یہ فیصلہ نہیں کر سکی تھی کہ ایسے موقع پر نشست گاہ میں جانا چاہئے یا نہیں۔

"نہیں، کسی سے کہو کہ وہ سماوار لے جائے" نکولائی پتروویچ نے جواب دیا
اور اس سے ملنے کے لئے آگے بڑھا۔ پاول نے یکایک اسے "خدا حافظ" کہا اور
اپنے مطالعے کے کمرے میں چلا گیا۔

۱۱

آدھے گھنٹے کے بعد نکولائی پتروویچ باغ میں اپنے کنج کی طرف چلا گیا
جو اسے بہت مرغوب تھا۔ اس پر افسردہ کن خیالات چھا گئے تھے۔ پہلی بار اس
نے صاف طور پر محسوس کیا کہ اس کے بیٹے اور اس کے درمیان کتنی بڑی خلیج
حائل تھی۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ روز بروز یہ خلیج کتنی چوڑی ہوتی جائے گی۔ تو گویا
اس نے جاڑے میں سینٹ پیٹرس برگ کے قیام کے دوران میں نئی نئی کتابوں کے
مطالعے میں بعض مرتبہ دن دن بھر بیکار ہی ضائع کئے تھے۔ بیکار رہی اس نے
نوجوانوں کی باتیں سنی تھیں۔ بیکار ہی اس نے ان کی گرماگرم بحث کے دوران
میں ایک آدھ لفظ بول کر ایک طرح کی خوشی محسوس کی تھی "میرا بھائی کہتا ہے ہم
صحیح راستے پر ہیں" اس نے سوچا "اور ہر طرح کی خود بینی سے قطع نظر،
میں خود سمجھتا ہوں کہ وہ ہمارے مقابلے میں حقیقت سے زیادہ دور ہیں،
گرچہ ساتھ ہی میں محسوس کرتا ہوں، ان کے پیچھے کوئی طاقت ہے جو ہمارے
ساتھ نہیں، —— ایک برتری —— کیا یہ ان کی جوانی ہے؟ نہیں!

ان کی جوانی نہیں۔ کیا ان کی برتری اس بات میں نہیں کہ وہ ہمارے مقابلے
میں اپنے اندر جاگیرداری کی کم علامتیں رکھتے ہیں ——— ؟"

نکولائی پتروویچ کا سر مایوسی کے ساتھ جھک گیا اور اس کے ہاتھ اس
کے چہرے پر تیرنے لگے۔

"لیکن شاعری کو ٹھکرا دینا" اس نے پھر سوچنا شروع کیا "ہر طرح کے
احساس سے الگ ہو جانا ——— قدرت سے بھی ——— "

اور اس نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ جیسے دیکھنا چاہتا ہو
کہ قدرت کی بوقلمونیوں سے آنکھیں پھیر لینا اور ان کی طرف سے بالکل بے حس
ہو جانا ممکن بھی ہو سکتا ہے ——— ؟ شام ہو چکی تھی۔ آفتاب سفیدے کی
جھاڑیوں سے بھرے ہوئے جنگلوں کے پیچھے چھپ چکا تھا جو باغ سے تقریباً
ایک چوتھائی میل کے فاصلے پر تھا اور اس کے سائے خاموش اور ساکت
کھیتوں پر سے پھیلتے پھیلتے دور دور نکل گئے تھے اور کہیں ختم ہونے کو نہ آتے تھے۔
ایک کسان سفید ٹٹو پر سوار، جھاڑیوں سے جنگل کے پاس سے نکلتے ہوئے اندھیرے
اور تنگ راستے پر، سڑاپ سڑاپ بھاگا چلا جا رہا تھا گہرے سائے کے باوجود
اس کا پورا ہیولا نظر آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے شانے پر ایک پیوند بھی
نظر آ رہا تھا۔ گھوڑے کے پیر بڑی شان سے اڑے چلے جا رہے تھے۔ آفتاب کی
کرنیں جنگل پر کچھ اس طرح پڑ رہی تھیں اور اس کے گھنے جھنڈ کو اس طرح
بکھری ہوئی چھن رہی تھیں، اور ان کی روشنی سفیدے کے تنوں پر اس
طرح منعکس ہو رہی تھی کہ وہ صنوبر کی طرح نظر آ رہے تھے۔ پتیاں خدا گہرے

رنگ کی ہو گئی تھیں، اور ان کے اوپر ایک زردی مائل نیلا آکاش جھکا ہوا
تھا جس پر ڈوبتے ہوئے سورج کی ہلکی چھوٹ پڑ رہی تھی۔ ابابیلیں دور
بلندیوں میں اڑ رہی تھیں، ہوا بالکل تھم گئی تھی اور سوسن کے گچھوں میں شہد
کی مکھیاں جو شام تک بچھڑی رہ گئی تھیں، آہستہ آہستہ بھنبھنا رہی تھیں اور کاری
تھیں۔ تتلیوں کا ایک جھنڈ ایک تنہا شاخ پر جو یا دل کی طرح جھول رہا تھا
آسمان کے پس منظر میں صاف نظر آ رہا تھا۔ "میرے خدا، کتنا حسین ہے"
نکولائی پتروویچ نے سوچا اور اس کے پسندیدہ اشعار اس کے ہونٹوں پر ابل
پڑے۔ ستھ ارکادی کی دی ہوئی کتاب اسٹوف اینڈ کرافٹ یاد آئی اور وہ
خاموش ہو گیا۔ لیکن پھر بھی وہ وہیں بیٹھا رہا۔ پھر بھی اس نے اپنے آپ کو
تنہا خیالات کی تسلی بخشیوں کے سپرد کر دیا۔ اسے خواب دیکھنے کا چاؤ سا ہو گیا
تھا۔ اس کی دیہاتی زندگی نے اس کے اندر یہ رجحان پیدا کر دیا تھا۔ کچھ ہی
دنوں پہلے گھوڑے کی چوکی پر بیٹھا ہوا وہ کیا سوچ رہا تھا۔ لیکن اس دن
سے لے کر آج تک کتنا تغیر آ گیا تھا۔ ان دونوں کے رشتے جو آج تک مبہم تھے
اب واضح اور صاف ہو گئے تھے ——— اور وہ کس طرح واضح ہوئے تھے!
پھر اس کی مرحوم بیوی اس کے تصورات میں جاگ اٹھی۔ لیکن اس شکل میں نہیں
جس میں اس نے سالہا سال اپنے پاس دیکھا تھا۔ اس اچھی گھریلو بیوی کے روپ
میں نہیں، بلکہ ایک پتلی دبلی چھریری لڑکی کے روپ میں، جس کی آنکھوں میں ایک
معصوم تجسس تھا۔ اور جس کی کمسن گردن پر بالوں کے جوڑے گھسے ہوئے
تھے۔ اور اسے یاد آیا کہ اس نے کس طرح سے پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ

اس وقت ابھی ایک طالب علم ہی تھا۔ وہ اپنے مکان کی سیڑھیوں پر سے
لا تھا اور اتفاق سے اس کا ہلکا سا تصادم ہو گیا تھا۔ اس نے اس سے معذرت
خواہی کی کوشش کی تھی، لیکن وہ صرف بڑبڑا سکا تھا "معاف کیجئے محترمہ"
اور وہ صرف جھکی تھی، مسکرائی تھی اور اچانک سراسیمہ ہو کر وہاں سے رفوچکر
ہو گئی تھی ——— گرچہ زینوں کے موڑ پر اس لڑکی نے اسے تیزی سے پلٹ کر
دیکھا تھا اور وہ اپنے اوپر متانت طاری کرتے ہوئے سرخ ہو گئی تھی۔ اور
اس کے بعد کچھ کچھ خوف زدہ ملاقاتیں ہوئیں۔ ٹوٹے پھوٹے ایک آدھ لفظ،
ایک آدھ مسکراہٹ، اور پھر گھبراہٹوں سے بھری ہوئی ملاقاتیں ہوئیں! ——
الجھنیں اور تمنائیں اور پھر انجام میں وہ سانس لیتا ہوا وجدانی نشاط سا!
——— یہ سب کچھ کہاں کھو گیا تھا؟ وہ اس کی بیوی تھی اور وہ انتہائی طور پر
مسرور تھا۔ اس دھرتی پر ایسے مسرور لوگ گنتی کے چند ہی نکلیں گے ———
"لیکن" اس نے سوچا "آغاز کے یہ شیریں لمحات ——— انسان کیوں ہمیشہ ہمیشہ
کے لئے ان ہی جاودانی اور ابدی لمحات میں جذب ہو کر نہیں رہ جاتا ———؟"

اس نے اپنے خیالات کو زیادہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے لیکن
اس نے محسوس کیا کہ وہ اس جنت بداماں لمحے کی یاد کو زیادہ مضبوط شکل میں
زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ اس کا دل چاہا کہ اس کی بیوی پھر ایک بار اس سے
قریب ہوتی، اتنی قریب کہ وہ اس کی گرمی اور سانسوں کو محسوس کر سکتا ——
اور اب تو واقعی وہ ایسا محسوس بھی کرنے لگا تھا۔

"نکولائی پتروویچ" کہیں قریب ہی سے اسے فے نچکا کی آواز سنائی دی

"تم کہاں ہو؟" ۔ وہ چونک گیا۔ اس نے کوئی تکلیف، کوئی ندامت نہیں
محسوس کی۔ اس نے کبھی اپنی بیوی اور فے نچکا کے مقابلے کا امکان سوچا بھی
نہ تھا لیکن اس کو افسوس ہوا کہ وہ خواہ مخواہ اس کا خیال کر کے اسے ڈھونڈنے
نکل آئی ہے۔ اس کی آواز نے اسے فوراً اپنے سفید بالوں کا، اپنی عمر کا،
حقیقتوں کا شعور دلا دیا تھا۔

وہ کیف پرور دنیا جس میں وہ قدم رکھ رہا تھا، جو ماضی کی دھند
سے ابھرنے لگی تھی درہم برہم ہو کر مٹ گئی۔

"میں یہاں ہوں" اس نے جواب دیا "میں آرہا ہوں، چلو بھاگو ——"
"دیکھو یہ ہیں جاگیرداری کی علامتیں" اس کے ذہن میں گونج گیا۔ فے نچکا نے
کنج میں سے اسے جھانک کر بغیر کچھ کہے ہوئے دیکھا اور پھر غائب ہو گئی۔ اسے
یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہ اپنے خوابوں میں کھویا ہوا تھا اور ادھر رات
آچکی تھی۔ اس کے ارد گرد ہر چیز تاریک تھی اور خاموش۔ فے نچکا کا چہرہ عجیب
زردی اور تھکن کے ساتھ اس کے سامنے چمکا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور
اس نے گھر کی طرف چلنے کا قصد کیا۔ لیکن جو جذبات اس کے سینے میں
بیدار ہو چکے تھے اتنی جلدی نہ سو سکتے تھے اور وہ باغ میں ٹہلنے لگا۔
اپنے پیروں کی طرف دیکھتا اور پھر اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھاتا
جہاں ستاروں کا جھرمٹ ٹمٹما رہا تھا۔ وہ کافی دیر تک ٹہلتا رہا، یہاں تک کہ
تھک کر چور ہو گیا۔ لیکن اس کی اندرونی بے چینی، ایک طرح کی جگی
ہوئی تمنا، ایک یاس انگیز اضطراب، اب تک تسلی نہ پا سکا تھا اور اگر

بزاروف اس وقت اس کے دل کی کیفیت جان لیتا تو پتہ نہیں کتنے زور کا قہقہہ لگاتا۔ خود ارکادی بھی اس پر ملامت کرتا۔ وہ ایک چوالیس سال کا بوڑھا انسان، ایک کاشتکار، آنسو بہا رہا تھا، بے ضرورت آنسو، یہ تو وائلن سے سوگنا خراب چیز تھی۔

نکولائی پتروویچ اسی طرح ٹہلتا رہا اور اپنے آپ کو گھر کے اندر جانے کے لئے تیار نہ کرسکا، گھر ایک صاف ستھرا اور پرسکون گھونسلا، جو اپنی روشن کھڑکیوں سے اس کا خیر مقدم کرتا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس میں اپنے آپ کو اس اندھیرے سے، باغ سے، چہرے پر کھیلتی ہوئی تازہ ہواؤں سے، اس اداسی اور مضطرب تمنا سے، الگ کرلینے کی قوت نہ تھی۔

باغ کے ایک موڑ پر اس کی ملاقات پاول پتروویچ سے ہوگئی "کیا ہوا ہے تمہیں؟" اس نے نکولائی پتروویچ سے پوچھا "تم تو بالکل آسیب کی طرح سفید نظر آرہے، تمہاری طبیعت اچھی نہیں ہے۔ تم جاکر سو کیوں نہیں رہتے؟"

نکولائی پتروویچ نے اختصار کے ساتھ اپنے احساسات اسے بتائے اور وہاں سے چلا گیا۔ پاول پتروویچ باغ کے آخری سرے تک گیا اور وہ بھی اپنے خیالات میں کھو گیا اور اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھا کر گھورنے لگا۔ لیکن اس کی سیاہ آنکھوں میں سوائے ستاروں کے اور کسی چیز کا عکس نہیں تھا۔ وہ فطرتاً جذبیت پرست نہیں تھا۔ اس کی تنک مزاجی اور حساس روح جس میں فرانسیسی کلبیت ملی ہوئی تھی، خواب

دیکھنے کی صلاحیت نہ رکھتی تھی۔

"تم جانتے ہو کیا؟" اسی رات کو ارکادی سے بزاروف کہہ رہا تھا "ایک خوب چیز سوجھی ہے مجھے، تمہارے ابا جان کہہ رہے تھے کہ انہیں تمہارے کسی ممتاز رشتے دار کے یہاں سے دعوت آئی ہے۔ تمہارے ابا جان نہیں جارہے ہیں۔ چلو ہم —— شہر چلے چلیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ اس شریف آدمی نے تمہیں بھی دعوت دی ہے۔ دیکھ رہے ہو موسم کتنا سہانا ہوگیا ہے، ہم خوب چکر لگائیں گے اور شہر کی سیر کریں گے۔ تم پانچ چھ دن کی سیر کرلوگے اور ہم دونوں کی اچھی خاصی تفریح ہوجائے گی۔"

"اور پھر تم یہاں واپس آؤگے؟"

"نہیں۔ اب میں اپنے ابا جان کے یہاں جاؤں گا۔ جانتے ہی ہو وہ اس شہر سے صرف پچیس میل کی دوری پر رہتے ہیں۔ میں نے انہیں ایک عرصے سے نہیں دیکھا، اور اماں سے بھی نہیں ملا ہوں۔ اب اپنے بوڑھے والدین کو بھی ذرا خوش کرلوں۔ انھوں نے میرے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا ہے۔ خاص طور پر ابا جان نے۔ وہ بڑے ہی دلچسپ آدمی ہیں۔ میں ان کا اکلوتا بیٹا ہوں۔"

"کیا تم ان لوگوں کے ساتھ بہت دنوں تک ٹھہروگے؟"

"میں ایسا نہیں سمجھتا، میں تھک جو جاؤں گا۔"

"تو پھر تم واپسی میں ہمارے یہاں آؤگے؟"

"یہ نہیں کہہ سکتا —— دیکھوں گا۔ پھر کہو کیا کہتے ہو، تو کیا ہم چلیں؟"

" اگر تم چاہو " ارکادی نے بہت بے دلی کے ساتھ کہا

دل میں وہ اپنے دوست کے مشورے پر بہت خوش تھا لیکن وہ اپنے احساسات کو چھپانا ضروری سمجھ رہا تھا۔ وہ محض نام کا نہلسٹ تو تھا نہیں۔

دوسرے دن بزاروف کے ساتھ وہ اس شہر کو روانہ ہو گیا۔ میرینو کے گھر کے نوجوان افراد اس کے جانے پر بہت رنجیدہ تھے، دنیاشا تو رو پڑی ——— لیکن بوڑھوں نے قدرے اطمینان کی سانس لی۔

۱۲

وہ شہر ——— جہاں کے لئے دونوں دوست روانہ ہوئے، ایک گورنر کے زیر اقتدار تھا۔ جو بیک وقت ایک ترقی پسند بھی تھا اور مطلق العنان بھی یہ روسیوں کی خصوصیت ہے۔ ابھی برسر اقتدار آئے ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ اس نے نہ صرف طبقۂ امرا کے مارشل سے جو محافظ دستے کا پنشن یافتہ افسر تھا اور جس کے پاس ایک کھلا ہوا کشادہ گھر اور بہت سے اچھی نسل کے گھوڑے تھے، جنگ مول لی تھی مگر وہ اپنے ماتحتوں سے بھی الجھ چکا تھا یہ جھگڑے بڑھتے بڑھتے اتنا بڑھ گئے تھے کہ اس کی شکایت پیٹرس برگ کی وزارت تک پہنچی جہاں یہ ضروری سمجھا گیا کہ کسی قابل اعتماد افسر کو وہاں کمیشن کے ساتھ معاملات کی تفتیش کے لئے بھیجا جائے۔ حکام کی نظر انتخاب کولیازن کے بیٹے متوی ایلچ پر پڑی جس کی نگرانی میں دونوں کرسانوف بھائی ایک زمانے میں رہ چکے تھے۔ وہ ابھی ایک " جوان آدمی " تھا۔ مطلب یہ کہ ابھی چالیس سے زیادہ آگے نہیں بڑھا تھا کہ وہ ایک اچھا خاصا سیاست دان بن چکا تھا۔ وہ اپنے سینے کے دونوں طرف

ایک ایک اسٹار لگائے رکھتا تھا۔ ان میں ایک تو یقینی کسی باہر ملک کا تھا۔ لیکن وہ ستارہ کوئی اول درجے کا نہ تھا۔ وہ بھی اس "ورنر" کی طرح جس کے مقدمے کا فیصلہ کرنے آیا تھا۔ ایک ترقی پسند آدمی سمجھا جاتا تھا۔ گرچہ اب ایک بڑا آدمی بن چکا تھا لیکن وہ دوسرے بڑے آدمیوں سے مختلف تھا۔ وہ اپنے بارے میں بڑا اونچا خیال رکھتا تھا۔ اس کی خود پرستی اور غرور کی کوئی انتہا نہ تھی۔ لیکن ملنے جلنے میں وہ ویسے بڑی سادگی سے پیش آتا تھا۔ وہ بڑا ملنسار نظر آتا تھا اور باتیں اتنی توجہ سے سنتا اور اتنی بے تکلفی اور خلوص کے ساتھ کہ پہلی ملاقات پر ہر شخص اسے "ایک اچھا اور زندہ دل آدمی سمجھ بیٹھتا۔ ہاں اہم موقعوں پر وہ بہرحال دوسروں کو اپنے اقتدار کا احساس دلانے کا فن جانتا تھا "قوت بہت ضروری چیز ہے" وہ ایسے وقت کہتا۔ لیکن ان تمام چیزوں کے باوجود عام طور پر وہ آسانی سے مغلوب ہو جاتا تھا اور کوئی بھی معمولی سا تجربہ کار افسر اسے انگلیوں پر نچا سکتا تھا۔ میتوی ایچ گیزوت کا بڑے احترام کے ساتھ ذکر کرتا تھا اور لوگوں پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتا کہ وہ اصول پرستوں اور گرم قسم کے نوکر شاہی میں سے نہیں ہے۔ وہ کہتا کہ سماجی زندگی کا کوئی رخ ایسا نہیں ہے جو اس کی نظروں سے اوجھل ہو۔ ایسے تمام محاوروں سے وہ بہت مانوس تھا۔ وہ ویسے ایک باوقار بے نیازی کے ساتھ ہی سہی، اپنے دور کے ادب کی رفتار کا جائزہ لیا کرتا تھا۔ اس شخص کی طرح جو راستے میں بچوں کے ایک جلوس کو دیکھتا ہے اور اس کے پیچھے ہو لیتا ہے۔ واقعہ تو یہ ہے کہ وہ سکندر کے دور کے ان سیاست دانوں سے آگے نہیں بڑھا

تھا جو "کونڈلک" کا ایک صفحہ پڑھ کر مادام سفیچن کے یہاں شام کی پارٹیوں کی تیاریاں کیا کرتے تھے۔ صرف اس کا طرز عمل مختلف تھا۔ اس میں کچھ جدت تھی وہ ایک پکا چالباز درباری تھا۔ ایک زبردست عیار اور بس۔ اس میں کوئی خاص صلاحیت نہ تھی۔ اس کا دماغ کوئی بہت تیز نہ تھا لیکن وہ اپنے معاملات کو بڑی خوبی سے سنبھالنا جانتا تھا اور کوئی بھی اس سلسلے میں اسے مات نہ دے سکتا تھا۔ اور یہی تو گُر کی بات تھی

میتوی ایچ نے بڑی خوش اخلاقی سے ارکادی کا استقبال کیا۔ بلکہ کہنا چاہئے بڑی زندہ دلی کے ساتھ، جو روشن خیال اعلیٰ افسروں کا خاصہ ہے بہر نوع اسے یہ سن کر حیرت ہوئی کہ جن بھائیوں کو اس نے یہاں آنے کی دعوت دی وہ دیہات میں خوشی خوشی رہ چکے تھے "تمہارے ابا جان ہمیشہ سے بڑے عجیب آدمی ہیں" اس نے اپنے بہترین مخمل کے گاؤن کے بند سے کھیلتے ہوئے کہا اور پھر اچانک ایک جوان افسر کی طرف مڑتے ہوئے جس نے اپنے تمام بٹن بڑے اہتمام سے لگا رکھے تھے خاص توجہ کے ساتھ کہا "کیا ہے" جوان آدمی جس کے ہونٹ ایک طویل خاموشی کی وجہ سے بھنچ گئے تھے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے افسر اعلیٰ کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن اپنے ماتحت کو پریشان کر دینے کے بعد متوی ایچ نے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہ کی۔ ہمارے اعلیٰ افسر اپنے ماتحتوں کو پریشان یا گھبرا دینے کا خاص شوق رکھتے ہیں ہاں یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے وہ مختلف طریقے استعمال کرتے ہیں۔ یہ طریقہ دوسرے طریقوں کے علاوہ زیادہ رائج ہے یا انگریزوں کی زبان میں "محبوب طریقہ" ہے

ایک اعلیٰ افسر یکایک بہرا ہو جاتا ہے اور آسان سے آسان لفظ کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔ مثال کے طور پر وہ پوچھے گا "آج کون سا دن ہے؟"

"آج جمعہ ہے عا عا عالی جاہ" اسے بڑے احترام کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے۔

"ایہہ؟ کیا؟ یہ کیا ہے: تم کیا کہہ رہے ہو" بڈھا آدمی بہت ہی گہری توجہ کے ساتھ دہراتا ہے۔

"آج جمعہ ہے عا عا عالی جاہ"

"ایہہ؟ کیا؟ جمعہ کیا؟ کیسا جمعہ؟"

"جمعہ، عا عا عالی جاہ — ہفتے کا دن"

"اچھا تو کیا مجھے پڑھانے کا شوق چرایا ہے؟ — ایہہ؟"

ستوی ایچ بھی ایک اعلیٰ افسر تھا گرچہ وہ ایک آزادی پسند تصور کیا جاتا تھا۔

"میں کہتا ہوں، میاں صاحبزادے، جا کر گورنر کے یہاں حاضری دے آؤ" اس نے ارکادی سے کہا "تم جانتے ہو میں تمہیں یہ مشورہ اس لیے نہیں دے رہا ہوں کہ دقیانوسی خیال کا آدمی ہوں اور حاکموں کے یہاں جا کر کورنش بجا لانے کو ضروری سمجھتا ہوں۔ بلکہ صرف اس لیے کہ گورنر بہت ہی اچھا آدمی ہے۔ دوسرے، شاید تم یہاں لوگوں سے ملنا ملانا پسند کرو گے — میں سمجھتا ہوں تم ریچھ تو نہیں ہو، ہے نا؟ اور پرسوں وہ ایک شاندار محفل رقص و سرود کا اہتمام کر رہا ہے"

کیا آپ بھی اس محفل میں ہوں گے؟ ارکادی نے پوچھا

"وہ میرے ہی اعزاز میں تو یہ دعوت دے رہا ہے" ستوی ایچ نے اس پر ترس کھاتے ہوئے کہا

"کیا تم ناچتے ہو؟"

"ہاں میں ناچتا ہوں، مگر کوئی خاص نہیں"

"بڑے افسوس کی بات ہے۔ یہاں بڑی خوبصورت لڑکیاں ہیں اور رقص نہ جاننا بڑی سبکی کی بات ہے۔ اور یہ بھی کسی دقیانوسی خیال کی وجہ سے نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں ہرگز یہ نہیں سمجھتا کہ انسان کی صلاحیتیں بس اس کے پیروں میں پوشیدہ ہیں۔ لیکن "بائرن پسندی" بھی بڑی مضحکہ خیز چیز ہے"

"لیکن، چچا جان! میں "بائرن پسندی" کی وجہ سے نہیں ...."

"میں تمہیں یہاں کی خواتین سے ملا دوں گا۔ میں تمہیں اپنے دامن میں پناہ دوں گا" ستوی نے بات کاٹ کر بے پروائی سے کہا "تم اسے پسند کرو گے، ایہہ؟"

ایک ملازم اندر آیا اور اس نے صرف خاص کے سپرنٹنڈنٹ کی آمد کا اعلان کیا، جس کی آنکھوں میں نرمی تھی اور جس کے منہ کے ارد گرد گہری جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ قدرتی مناظر کا حد سے زیادہ دلدادہ معلوم ہوتا تھا۔ خاص طور پر گرما کے ایسے دن — خود اس کے الفاظ میں "جب چھوٹی سی ہر شہد کی مکھی ننھے منے پھول سے رشوت حاصل کرتی ہے"

ارکادی وہاں سے چلا گیا۔

وہ بزاروف کے پاس ہوٹل پہنچا، جہاں وہ دونوں ٹھہرے ہوئے تھے

وہ دیر تک اسے گورنر کے یہاں جانے پر راضی کرتا رہا۔ "اچھا ـــــ معلوم ہوتا ہے اس سے نجات نہیں" آخر بزاروف نے کہا "کوئی کام ادھورا کرنا اچھا نہیں۔ ہم یہاں کے شرفا کو دیکھنے آئے ہیں تو پھر آؤ اچھی طرح انھیں دیکھیں۔"

گورنر نے بخندہ پیشانی ان کا خیر مقدم کیا۔ مگر نہ تو اس نے ان سے بیٹھنے کے لئے کہا اور نہ خود ہی بیٹھا۔ وہ ہر وقت ایک پریشانی، ایک ہنگامے، ایک عجلت میں مبتلا رہتا تھا۔ صبح کے وقت وہ ایک بہت ہی چست وردی اور سخت گلوبند پہنا کرتا تھا۔ وہ کبھی بھی زیادہ نہ کھاتا نہ پیتا تھا۔ وہ ہمیشہ انتظامات میں منہمک رہتا تھا۔ اس نے کرسانوف اور بزاروف کو محفلِ رقص و سرود میں شرکت کی دعوت دی۔ چند ہی منٹوں کے اندر اس نے دوبارہ انھیں دعوت دی۔ وہ ان دونوں کو بھائی سمجھتا رہا اور انھیں کیساروف کے نام سے مخاطب کرتا رہا۔

وہ گورنر کے یہاں سے نکل کر اپنی قیام گاہ پر واپس جا رہے تھے کہ یکایک ایک ناٹا سا آدمی سلاووفل کا قومی لباس پہنے ہوئے تڑپ کر ایک گزرتی ہوئی ٹمٹم سے نکلا اور چلایا "یف گینی وسیلیچ!" اور پھر بزاروف کی طرف بڑھا۔

"ارے تم ہو، آپ ہیں ـــــ سِتنِکوف صاحب" سڑک کے کنارے اس طرح چلتے ہوئے بزاروف بولا "ارے آپ یہاں کس طرح نازل ہوگئے ہیں؟"

"خوب، واہ محض اتفاق" اس نے جواب دیا اور ٹمٹم کی طرف واپس

جاتے ہوئے اور بار بار ہاتھ ہلاتے ہوئے چلایا "آؤ ہمارے پیچھے پیچھے آؤ ـــــ آؤ آؤ۔ میرے ابا جان کو یہاں کچھ کام تھا" نالی پھلانگ لگاتے ہوئے اس نے اپنی باتوں کا سلسلہ جاری رکھا "ـــــ لوار ـــــ انھوں نے مجھ سے کہا ـــــ آج ہی میں نے تمہارے آنے کی خبر سنی ـــــ اور میں تو تم سے ملنے کے لئے بھی گیا تھا ـــــ" (دونوں دوستوں کو واقعی اپنے کمرے میں واپس پہنچنے پر ایک کارڈ ملا تھا جس کے کونے مڑے ہوئے تھے اور جس کے ایک طرف فرانسیسی میں اس کا نام سِتنِکاف لکھا ہوا تھا اور دوسری طرف سلاوونی رسم الخط میں) "مجھے امید ہے کہ تم گورنر کے یہاں سے نہیں آ رہے ہو؟"

"امید کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہم سیدھے وہیں سے آ رہے ہیں۔"

"اوہ ـــــ ایسی بات ہے تو میں بھی حاضری دے آؤں گا ـــــ یف گینی وسیلیچ ـــــ مجھے ملاؤ تو سہی اپنے ..... اپنے ......"

"سِتنِکاف ـــــ کرسانوف" بزاروف بڑبڑایا

"اوہ میری دلی تمنا پوری ہوئی" کنارے چلتے ہوئے، مسکراتے ہوئے، اور جلدی سے اپنے بہت نفیس دستانے اتارتے ہوئے اس نے کہا "میں نے بہت کچھ سن رکھا تھا ـــــ اچھا ـــــ میں یف گینی کا بہت پرانا دوست ہوں ـــــ بلکہ مجھے کہنا چاہیے، چیلا ہوں۔ میں اپنی تجدید زندگی کے لئے اس کا ممنون ہوں ـــــ"

ارکادی نے بزاروف کے چیلے کی طرف دیکھا۔ اس کے چھوٹے مگر

بنے سنورے ہوئے چہرے کے خدوخال سے ایک ٹھس پن اور کھلبلی کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں جو سکڑی ہوئی معلوم ہوتی تھیں، بے اطمینانی کے ساتھ اسے گھور رہی تھیں۔ اس کے قہقہے میں بھی ایک اضطراری کیفیت چھپی ہوئی تھی ـــــ ایک چھوٹا سا مصنوعی قہقہہ۔

"کیا تم یقین کرو گے" وہ بکتا رہا۔ "جب یفگینی نے پہلی بار میرے سامنے کہا کہ کسی اقتدار کو تسلیم نہیں کرنا چاہئے تو کیا بتاؤں میرے اندر کیا جوش بھر گیا ـــــ جیسے میری آنکھوں کی پٹی کھل گئی تھی۔ میں نے اسی وقت سوچا، آخر مجھے ایک انسان مل ہی گیا، ہاں یفگینی وسیلچ تمہیں ایک خاتون سے ضرور ملنا چاہئے۔ وہ واقعی تمہیں سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ تم سے مل کر تو وہ پھولی نہیں سمائے گی شاید میں سمجھتا ہوں، تم نے اس کے بارے میں سنا ہوگا؟"

"کون ہے وہ؟" بزاروف نے اپنی مرضی کے خلاف کہا۔

"کگشنا ـــــ ایفدوکسیا کگشن۔ وہ بہت اچھی طبیعت کی عورت ہے۔ صحیح معنی میں آزادی پسند ہے، ایک ترقی یافتہ عورت، تم جانتے ہو؟ ابھی، ابھی ہم سب ساتھ ہی اس سے ملنے چلیں گے، ایں؟ بس یہاں سے دو ہی قدم کے فاصلے پر تو رہتی ہے، ہم وہاں کھانا کھائیں گے۔ غالباً تم لوگوں نے بھی ابھی کھانا نہیں کھایا ہوگا؟"

"نہیں، ابھی تو نہیں۔"

"چلو، یہ تو خوب ہی ہوا۔ جانتے ہو وہ اپنے شوہر سے علحدہ ہو گئی ہے وہ کسی کی محتاج نہیں۔"

"کیا وہ خوب صورت ہے؟" بزاروف نے پوچھا۔

"ن ۔ نہ ۔ ۔ ۔ ۔ نہیں، اسے خوبصورت نہیں کہا جا سکتا۔"

"تو پھر آخر ہمیں اس سے ملنے کو کس لئے کہہ رہے ہو تم؟"

"ہش ـــــ اب اپنا مذاق رہنے بھی دو ـــــ وہ ہمیں شمپین کی ایک بوتل پلائے گی۔"

"تو یہ کہو۔ اب دیکھو عملی انسان کو فوراً تاڑا جا سکتا ہے۔ اچھا، ہاں۔ بتانا، کیا تمہارے ابا اب تک شراب کا دھندا چلا رہے ہیں؟" بزاروف نے کہا اور سِتنی کاف نے ایک زوردار تشنجی قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "اچھا تو بتاؤ چلتے ہو؟"

"میں نہیں کہہ سکتا، سچ"

"تم تو لوگوں سے ملنا چاہتے ہو، تو پھر چلے چلو" ارکادی نے دبی آواز میں کہا۔

"اور آپ کیا کہتے ہیں مسٹر کرسانوف؟" سِتنی کاف نے کہا "آپ کو بھی چلنا ہوگا، ہم آپ کے بغیر تو جا نہیں سکتے"

"لیکن ہم ناگہاں اس پر جا کر کیوں کر ٹوٹ پڑیں"

"ارے وہ کوئی بات نہیں کگشنا بڑی نیک ہے۔"

"کیا وہاں شمپین کی ایک بوتل ملے گی؟" بزاروف نے پوچھا۔

"تین" سِتنی کاف چلایا "چلو اس کا میرا ذمہ"

"کس بل بوتے پر؟"

"اپنے سر کے بل پر؟"

"اس کے لئے تمہارے ابا کے روپے کا بٹوہ اچھا رہے گا۔ چلو ویسے چلے چلتے ہیں۔"

۱۳

ماسکو کے طرز کے بنے ہوئے جس شریفانہ مکان میں افدوتیا نکتشنا اگنش(یوا) جس کا دوسرا نام افدکسیا بھی تھا، رہتی تھی، اکس نامی سڑک پر واقع تھا جہاں ہی دونوں پہلے آگ لگ گئی تھی۔ یہ کون نہیں جانتا کہ صوبائی شہر ہر پانچویں سال ر آتش ہو جاتے تھے۔ دروازے پر ———— ایک گھنٹی بجانے بٹن لگا ہوا تھا۔ بڑے کمرے میں ایک شخص ٹوپی پہنے ہوئے ملا۔ نہ تو وہ ملازم ہی معلوم ہوتا تھا اور نہ دوست۔ اس سے خاتون خانہ کے ترقی پسند رجحانات کا اندازہ لگانے میں کوئی غلطی نہ ہوسکتی تھی۔ ستنی کاف نے پوچھا افدوتیا نکتشنا گھر پر موجود ہے یا نہیں۔

"وکٹر ——— کیا تم ہو؟" ملحقہ کمرے سے ایک تیز آواز سنائی دی۔

"میں اکیلا نہیں ہوں"، ستنی کاف نے ارکادی اور بزاروف پر ایک تیز نگاہ ڈالتے ہوئے اور اپنا اوور کوٹ جلدی جلدی اتارتے ہوئے کہا جس کے نیچے وہ کوچوان کے مخملیں جیکٹ کے قسم کی کوئی چیز پہنے ہوئے تھا۔

"کوئی بات نہیں" اسی آواز نے جواب دیا "اندر آؤ"

"تینوں جوان دوست اندر چلے گئے۔ جس کمرے سے وہ گذرے وہ ڈرائنگ روم سے زیادہ ایک مطالعہ کا کمرہ معلوم ہوا۔ کاغذات، خطوط، روسی رسائل کی موٹی موٹی جلدیں جن کے اوراق زیادہ بن سکتے تھے، گرد آلود میزوں پر پڑے تھے۔ ہر طرف جلی ہوئی سگریٹ کے سفید ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔ ایک صوفے پر جس پر چمڑے کا غلاف چڑھا ہوا تھا ایک عورت نیم دراز تھی جو ابھی جوان ہی نظر آتی تھی۔ اس کے خوبصورت بال کچھ بے ترتیب سے تھے۔ وہ ایک ریشمیں گاؤن پہنے ہوئی تھی جو پورے طور پر صاف ستھرا بھی نہیں تھا اس کے چھوٹے چھوٹے بازوؤں تک بھاری چوڑیاں چڑھی ہوئی تھیں اور اس کے سر پر ایک جھالردار رومال بندھا ہوا تھا۔ وہ صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور بے پروائی سے اس نے اپنی مخمل کی قبا کو اپنے کندھوں پر کھینچا جس پر زردی مائل گلہری کی طرح کی جھالر ٹنکی ہوئی تھی۔ وہ پھیکے پن کے ساتھ بولی "آداب عرض ہے دکتر" اور ستنی کاف کے ہاتھ کو دبایا۔

"بزاروف ——— کرسانوف" اس نے بزاروف کے تتبع میں کہا۔

"خوشی ہوئی" مادام کُکشن نے بزاروف پر اپنی گول آنکھیں جماتے ہوئے، جن کے درمیان ایک آفت رسیدہ سی ناک لٹکی ہوئی تھی، جواب دیا "میں تمھیں جانتی ہوں" اس نے آگے کہا اور اس کے ہاتھ کو بھی دبایا۔

بزاروف کی ناک بھویں چڑھ گئیں۔ اس نجات یافتہ عورت میں کوئی چیز بدنما نہیں تھی۔ لیکن اس کے دیکھنے والے پر ایک ناخوشگوار اثر پڑتا تھا

اسے دیکھ کر بے دھڑک پوچھنے کو جی چاہتا "کیا بات ہے، کیا تم بھوکی ہو؟ یا اکتائی ہوئی ہو؟ یا شرما رہی ہو؟ آخر تم اتنی بدحواس کیوں ہو؟" اس میں اور ستنی کاف، دونوں میں وہی ایک سی افرا تفری اور گھبراہٹ نظر آتی تھی وہ حد درجہ بے تکلف تھی، اور ساتھ ہی حد درجہ گھبرائی ہوئی بھی۔ ظاہرا وہ اپنے آپ کو ایک بہت ہی خوش خلق اور سادہ انسان سمجھتی تھی۔ اور ہمیشہ، وہ جو کچھ بھی کرتی "ایسا معلوم ہوتا کہ وہ وہی کام نہیں کر رہی ہے جو دراصل وہ کرنا چاہتی تھی۔ جیسا کہ بچے کہتے ہیں۔ جو کچھ وہ کرتی معلوم ہوتا ارادی طور پر کر رہی ہے۔ یعنی اس کے اندر سادگی نہ ہوتی تصنع ہوتا۔

"ہاں، ہاں، میں تمھیں جانتی ہوں بزاروف" اس نے دہرایا (ملاقات کے پہلے ہی دن سے اسے لوگوں کو ان کے نام کے لقب سے پکارنے کی عادت تھی جو صوبائی اور ماسکو کی عورتوں کا عجیب خاصہ ہے) "کیا تم سگار پیوگے؟"

"سگار، ہاں ضرور" ستنی کاف نے درمیان سے کہا، جو اس عرصہ میں آرام کرسی پر دراز ہو گیا تھا اور اس کے دونوں پیر ہوا میں بلند ہو گئے تھے "لیکن ہمیں کچھ کھلاؤ بھی، ہم بری طرح بھوکے ہیں اور ان سے کہو کہ ہمارے لئے ایک بوتل شیمپین بھی لائیں"

"سائبریائی" اقدوکسیا نے رائے زنی کی اور ہنسی (جب وہ ہنستی تو اس کے اوپر کے دانتوں کے مسوڑھے جھلک پڑتے) کیا بزاروف یہ سچ نہیں کہ وہ ایک سائبریائی ہے"

"میں زندگی میں آرام کوشی پسند کرتا ہوں" ستنی کاف نے وقار کے

کے ساتھ کہا "یہ چیز مجھے ایک آزادی پسند بننے سے نہیں روکتی۔"

"نہیں ـــــ یہ روکتی ہے، یہ ضرور روکتی ہے" افدوکیا نے چیخ کر کہا۔ بہرحال اس نے اپنی ملازمہ کو کھانے اور شراب، دونوں کے لیے ہدایتیں دیں۔

"اس کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے" اس نے بزاروف کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے کہا "مجھے اب لگتا ہے کہ تم میرے ہم خیال ہو۔"

"ان، نہیں" بزاروف نے الٹا جواب دیا "گوشت کا ایک ٹکڑا کیمیکل نقطۂ نظر سے بھی روٹی کے ایک ٹکڑے سے بہتر ہے۔"

"کیا تم علم کیمیا کا مطالعہ کررہے ہو؟ مجھے اس کا بڑا شوق ہے۔ میں نے خود بھی ایک ترکیب ایجاد کی ہے۔"

"ایک ترکیب؟ تم نے؟"

"ہاں، اور جانتے ہو کس لیے؟ گڑیوں کا سر بنانے کے لئے۔ اس لیے کہ وہ ٹوٹیں نہیں۔ دیکھتے نہیں میں عملی قسم کی عورت ہوں۔ لیکن ابھی تک یہ مکمل نہیں ہوئی ہے۔ لیبگ کو پڑھنا باقی ہے۔ ہاں، سرراستے، کیا تم نے ماسکو گزٹ میں اکسیا کاتت کا مضمون محنت کش عورتوں کے متعلق پڑھا ہے؟ براہ مہربانی اسے پڑھ جاؤ، تم کو تو میں سمجھتی ہوں عورتوں کے سوال سے دلچسپی ہوگی؟ اور اسکولوں سے بھی؟ تمھارے دوست کیا کرتے ہیں، ان کا کیا نام ہے؟"

مادام ککشن یکے بعد دیگرے سوالات کا تانتا باندھ رہی ہے۔ وہ تجاہل عارفانہ سے کام لیتی اور جواب کا انتظار بھی نہ کرتی۔ بگڑے ہوئے بچے اپنی اناؤں

سے اس طرح باتیں کرتے ہیں۔

"میرا نام ہے ارکادی نکولیویچ کرسانوف" ارکادی نے کہا "اور میں کچھ کر نہیں رہا ہوں۔"

افدوکیا کھلکھلا کر ہنس پڑی "بہت خوب، کتنا پیارا! کیا تم سگریٹ نہیں پیتے؟ وکٹر تم جانتے ہو، میں تم سے بہت ناراض ہوں۔"

"کیوں کس لئے؟"

"لوگ کہتے ہیں کہ تم نے پھر جارج سینڈ کی قصیدہ خوانی شروع کردی ہے۔ ایک رجعت پرست نکمی عورت، اور کچھ بھی نہیں۔ لوگ اس کا موازنہ امرسن سے کیونکر کرسکتے ہیں؟ اسے نہ تعلیم کا کوئی تصور ہے، نہ علم الابدان کا، نہ کسی اور چیز کا۔ مجھے یقین ہے کہ اس نے کبھی علم الجنین کا نام بھی نہ سنا ہوگا۔ اور پھر آج کے زمانے میں ـــــ اس کے بغیر کام کیسے چل سکتا ہے؟ (افدوکیا گفتگو کے دوران میں اپنے ہاتھ بھی لہرا رہی تھی) اوہ ـــــ الیسیوچ نے اس موضوع پر کتنا اچھا مضمون لکھا ہے۔ واقعی وہ شریف آدمی بڑی زبردست ذہنی صلاحیت کا مالک ہے (افدوکیا مسلسل لفظ آدمی کی بجائے لفظ شریف آدمی کہے جا رہی تھی) ـــــ "بزاروف آؤ صوفے پر میرے ساتھ بیٹھو۔ تم شاید نہیں جانتے میں کتنا زیادہ ڈرتی ہوں۔"

"ایسا کیوں؟ کیا میں پوچھ سکتا ہوں؟"

"تم ایک خطرناک آدمی ہو۔ تم ایک ایسے ناقد ہو۔ اے اللہ، ہاں، کیا حماقت ہے، میں بھی کسی دیہاتی عورت کی طرح بات کررہی ہوں، گرچہ

میں واقعی ایک دیہاتی ہی عورت ہوں۔ میں اپنی جائداد کی دیکھ بھال خود ہی کرلیتی ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ میرا کارندہ ایروفے لاجواب شخص ہے۔ بالکل کوپرس پاتھ — کی طرح اس کے اندر کچھ بے ساختگی ہے۔ میں اب یہیں آبسی ہوں۔ یہ شہر ناقابل برداشت ہے۔ کیوں، کیوں نہیں؟ لیکن کیا کیا جاسکتا ہے؟"

"یہ شہر ویسا ہی ہے جیسے اور شہر ہیں" بزاروف نے نرمی سے جواب دیا۔

"اس کی تمام تر دلچسپیاں محدود ہیں۔ یہی تو یہاں کی مصیبت ہے۔ میں سرما ماسکو میں بتایا کرتی تھی — لیکن اب میرا شوہر موسیو کگشن وہیں مقیم ہے — اور دوسرے، — ان دنوں ماسکو — وہاں میں نہیں جانا چاہتی — یہ اب وہ ماسکو نہیں جو پہلے تھا۔ اب میں ملک سے باہر جانا چاہتی ہوں۔ پارسال تو بس جاتے جاتے رہ گئی"

"پیرس، غالباً؟"

"پیرس اور ہیڈلسبرگ"

"کیوں ہیڈلسبرگ کیوں؟"

"اللہ کیا کہا تم نے؟ کیوں بنسن جو وہاں ہے"

بزاروف اس کا جواب نہ دے سکا۔

"پیری شیوژنکاف — کیا تم اسے جانتے ہو؟"

"نہیں — میں نہیں جانتا"

"پیری سپوژنکاف کو نہیں جانتے؟ — وہ ہمیشہ لیدیا ہستاتوف کے یہاں پایا جاتا ہے"

"میں اسے بھی نہیں جانتا"

"اچھا — یہ وہی ہے جس نے میرے ساتھ چلنے کو کہا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں آزاد ہوں۔ میرے کوئی بچے نہیں — ہاں میں کیا کہہ رہی تھی۔ خدا کا شکر — خیر یہ کوئی بات نہیں"

یفدوکسیہ کگشن نے ایک سگریٹ اپنی انگلیوں میں گھما گھما کر بنائی جن پر تمباکو کے رنگ سے بھورے داغ پڑ گئے تھے۔ وہ اپنی زبان سے اسے بھگو کر اور پھر سلگا کر پینے لگی۔

ملازمہ ایک طشت کے ساتھ اندر آئی

"اوہ — یہ لو کھانا آگیا۔ پہلے تم اشتہا آور چیز تو نہیں پیو گے وکٹر بوتل کھولو، چلو یہ تمہارا کام ہے"

"ہاں یہ میرا کام ہے" ستنی کاف بڑبڑایا۔ اور پھر اس نے وہی لرزہ خیز قہقہہ لگایا۔

"کیا یہاں خوبصورت عورتیں بھی ہیں؟" بزاروف نے تیسرا گلاس چڑھانے کے بعد پوچھا۔

"ہاں ہیں تو سہی" یفدوکسیہ نے جواب دیا "لیکن وہ سب کی سب ایسی بے کھوپڑی کی ہیں کہ مت پوچھو۔ مثلاً اودن تسوفا، دیکھنے میں کافی دلکش ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ اس کے بارے میں بھی لوگ بڑی ویسی رائے

رکھتے ہیں۔ خیر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن اس کے خیال میں کوئی اپنا پن
نہیں، ان میں کوئی وسعت نہیں۔ کچھ نہیں۔ یہ ساری باتیں۔ لیکن پورا
تعلیمی نظام تبدیلی کا محتاج ہے۔ میں نے اس پر بہت کچھ سوچا ہے۔ ہماری عورتوں
کی تعلیم بڑی ناقص ہے۔"

"ان سے ہمیں کچھ لینا دینا نہیں" سستنی کاف بیچ میں بول اٹھا "ان سے
ہر شخص کو نفرت کرنی چاہیئے، اور میں ان سے پوری طرح انتہائی نفرت کرتا ہوں"
اپنی نفرت کے احساسات کو ظاہر کرنے کا ہر موقع اسے بہت خوش گوار حظ بخشتا
تھا، وہ خاص طور پر عورتوں پر خوب حملے کرتا تھا اور اسے اس کا شبہ بھی نہ تو
تھا کہ چند ہی مہینے بعد خود اسے اپنی بیوی کی جوتیاں چاٹنی پڑیں گی۔ صرف
اس وجہ سے کہ وہ پیدائشی طور پر شہزادی دردولیوسوف تھی، ان میں ایک
کے بھی پلے ہماری باتیں نہیں پڑ سکتیں۔ ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جن کا ذکر
ہمارے جیسے سنجیدہ لوگوں کی زبان پر آسکے۔"

"لیکن اس کی ذرا بھی ضرورت نہیں کہ وہ ہماری باتیں سمجھیں" بزاروف
نے کہا۔

"اس سے تمہاری مراد کون ہے؟" یفدوکسیہ نے کہا

"خوبصورت عورتیں"

"کیا تم پرادوں کے نظریئے کے حامی ہو؟"

"میں کسی کے نظریے کا حامی نہیں، میں اپنے نظریے خود رکھتا ہوں"
بزاروف نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے غرور کے ساتھ کہا۔

"تمام سندیں اور اقتدار جہنم میں جائیں" سستنی کاف چلایا۔ وہ خوش
تھا کہ اسے اس انسان کے سامنے دلیری کے ساتھ اظہار خیال کا موقع ملا تھا
جسے وہ ایک غلام کی طرح پوجتا تھا۔

"لیکن مکالے نے بھی ......" مادام گکشن نے کہنا شروع کیا۔

"مکالے بھی جہنم میں جائیں ——" سستنی کاف گرجا "کیا تم ان مہمل
احمقوں کی طرفداری کرنا چاہتی ہو؟"

"مہمل احمقوں کی؟ نہیں، بلکہ عورتوں کے حقوق کی، جن کے لئے میں
نے خون کے آخری قطرے تک جنگ کرنے کی قسم کھائی ہے۔"

"لعنت" یہاں پر سستنی کاف رک گیا "ہاں میں اس سے انکار نہیں کرتا"
اس نے کہا۔

"نہیں، میں سمجھتی ہوں، تم ایک سلاوفلی ہو"

"نہیں، میں سلاوفلی نہیں ہوں —— گرچہ —— البتہ"

"نہیں نہیں نہیں، تم سلاوفلی ہو۔ تم سرقبیلی مطلق العنانیت کے
علمبردار ہو، تم اپنے ہاتھ میں ایک کوڑا پکڑے رہنا چاہتے ہو؟"

"کوڑا تو ایک بہترین چیز ہے" بزاروف نے کہا "لیکن ہمیں آخری
قطرے تک ڈٹے رہنا ہے"

"کس چیز کے؟" افدوکسیہ نے مداخلت کی

"شیمپین کے، محترمہ دوکسیا گکشن، شیمپین کے —— تمہارے خون
کے نہیں۔"

"جب کبھی عورتوں پر حملہ کیا جائے تو میں خاموش نہیں رہ سکتی" افدوکسیہ نے کہا "یہ تکلیف دہ ہے، تکلیف دہ۔ ان پر حملہ کرنے کی بجائے بہتر ہوا اگر تم مکلیف کی کتاب دے لیمر پڑھ ڈالو، بہت پیاری کتاب ہے۔ اچھا صاحبان آئیے اب ہم محبت کی باتیں کریں"۔ افدوکسیہ نے کہا اور اپنا ہاتھ نرمی سے صوفے پر گرا دیا جس پر سلوٹیں پڑ گئی تھیں۔

یکایک خاموشی چھا گئی "نہیں، کیوں، محبت کی باتیں کیوں کریں؟" بزاروف نے کہا "لیکن ابھی ابھی تم نے کسی مادام اودن تسوفہ کا ذکر کیا تھا ———— میرا خیال ہے اسی نام سے تم نے اسے یاد کیا تھا؟ یہ کون خاتون ہیں؟"

"اوہ، وہ بہت پیاری ہے، بڑی دلکش" ستنی کاف ٹپک پڑا "میں تمہیں ملاؤں گا۔ ہوشیار، امیر اور ایک بیوہ۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس نے ابھی کافی ترقی نہیں کی ہے۔ اسے افدوکسیہ سے اور بہت کچھ سیکھنا چاہیے۔ میں تمہاری صحت کا جام پیتا ہوں۔ آؤ ہم جام سے جام ٹکرائیں" ات تین تین تین ...... ات توک ات توک .... ات تین تین تین"۔

"وکٹر تو بڑا کم بخت ہے"۔

کھانے کا سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ شیمپین کی ایک بوتل کے بعد دوسری بوتل خالی ہوئی، تیسری خالی ہوئی، یہاں تک چوتھی بھی خالی ہوگئی ...... افدوکسیہ بے روک ٹوک، بے تحاشا بک بک کرتی رہی ستنی کاف

بس اس کی تائید کرتا رہا۔ وہ دیر تک اس سوال پر بحث کرتے رہے کہ شادی محض ایک میلان ہے یا جرم۔ پھر اس سوال پر کہ سب انسان پیدائشی طور پر برابر ہیں کہ نہیں اور پھر یہ کہ آخرا نفرادیت میں ٹھیک ٹھیک کون سی چیزیں شامل ہیں۔ آخر باتوں کا رخ افدوکسیہ کی طرف مڑ گیا جس کا چہرہ شراب کی وجہ سے گلنار ہو رہا تھا۔ اور وہ اپنی چپٹی انگلیوں سے پیانوں کی بے ربط پٹریوں کو دبا رہی تھی اور اب اس نے اپنی پھس پھسی سی آواز میں گانا بھی شروع کر دیا تھا۔ پہلے تو اس نے خانہ بدوشوں کا گیت گایا اور پھر سمیر اسکف کا گیت " داداہیں محو خواب "، ستنی کاف نے اپنے سر پر ایک رومال باندھ لیا اور ایک مرتے ہوئے عاشق کی نقل اتارنے لگا۔

اور تیرے اور میرے ————
ایک گرم بوسے میں ہم رشتہ ہو گئے

ارکادی آخر اسے برداشت نہ کر سکا۔ "جناب حضرات ———— اب یہ پاگل خانہ بنتا جا رہا ہے" اس نے زور سے کہا۔ بزاروف نے جو تھوڑے تھوڑے وقفے سے گفتگو کے دوران میں ایک آدھ طنز سے بھرے ہوئے جملے کہہ دیتا تھا اور زیادہ تر شیمپین کی طرف متوجہ تھا ایک زوردار جماہی لی، اٹھا اور اپنی میزبان سے رخصت کی اجازت کے بغیر ارکادی کے ساتھ چل دیا ستنی کاف اچھلا اور ان کے پیچھے ہو لیا۔

"اچھا بتاؤ اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" اس نے پھدک کر کبھی ان کے بائیں طرف اور کبھی دائیں جانب جاتے ہوئے پوچھا۔ "میں نے

کہا تھا نا، ایک نادر شخصیت ہے۔ کاش ہمارے پاس ایسی اور عورتیں ہوتیں۔ وہ اپنے طور پر بلند ترین اخلاق کی ایک مثال ہے۔"

"اور — اور کیا تمہارے گورنر کا کارخانہ بھی بلند ترین اخلاق کا نمونہ ہے؟"

بزاروف نے ایک شراب خانے کی طرف جس کے پاس سے وہ گزر رہے تھے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ستنی کاف نے پھر ایک زوردار قہقہہ بلند کیا۔ وہ اپنی اوقات پر بہت نادم تھا اور نہیں جانتا تھا کہ اسے بزاروف کی غیر متوقع بے تکلفی پر خوش ہونا چاہئے یا رنجیدہ۔

۱۴

چند ہی دنوں کے بعد گورنر کے یہاں محفل رقص جمی۔ متوی ایلیچ صحیح معنوں میں اُس تقریب کا "ہیرو" بنا ہوا تھا۔ امراء کے سردار نے ہر شخص سے اس بات کا اعلان کیا کہ وہ صرف اس کے اعزاز میں وہاں چلا آیا تھا۔ اور ادھر گورنر رقص کے دوران میں بھی جبکہ وہ بالکل بے حس و حرکت کھڑا ہوتا تو بھی کچھ نہ کچھ "انتظام میں لگا رہتا"۔ اس کی خوش خلقی اور حسن سلوک، اس کے وقار کے شایان شان تھا۔ وہ ہر شخص سے بڑے اخلاق سے ملتا، کسی سے ایک طرح کی اکتاہٹ کے ساتھ اور کسی سے احترام کے ساتھ۔ عورتوں کے لئے تو وہ تجسم ادب و آداب و نیاز کا ایک پتلا بنا ہوا تھا۔ وہ اکیلا مسلسل جی کھول کر ایک ایسا خوش آہنگ قہقہہ بلند کر رہا تھا جو صرف ایک اعلیٰ افسر ہی کو زیب دیتا ہے۔ اس نے ارکادی کی پیٹھ ٹھونکی اور اسے "بھتیجے" کہہ کر مخاطب کیا۔ اور بزاروف کے پاس سے گزرتے ہوئے جو ایک پرانا شام کا کوٹ پہنے ہوئے تھا ایک نگاہ غلط انداز سے اس کو نوازا اور بے نیاز مربیانہ انداز میں کشادہ پیشانی کے ساتھ کچھ کہتے ہوئے، جس

میں سے اس کے سوا اور کچھ پلے نہ پڑا "میں ——" اور "—— بہت زیادہ"
ستنی کاف کی طرف تو اس نے انگلی بھی اٹھائی اور مسکرایا بھی۔ گرچہ اس اثناء
میں اس کا سر دوسری طرف مڑ چکا تھا۔ مادام لگشنہ کو بھی اس نے کہا "بہت
خوب" حالانکہ وہ میلے دستانے پہنے ہوئی تھی اور وہ بغیر سائے کے وہاں
آئی تھی اور اس کے بالوں میں ایک "بہشتی" چڑیا لگی ہوئی تھی۔ لوگوں کا
ہجوم تھا اور رقص کرنے والوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ غیر فوجی مہمان تو زیادہ تر
دیوار سے لگے کھڑے تھے اور افسران پیہم تندہی کے ساتھ رقص کر رہے تھے
خاص طور پر ان میں ایک افسر جس نے چھ ماہ پیرس میں گزارے تھے۔ اس نے
وہاں اس طرح کے الفاظ سیکھ لئے تھے —— "آتے !" —— "اوفشرے ——"
"پست' پسنت —— میری بی بی" اور اس طرح کے اور بہت سے الفاظ، وہ
ان الفاظ کا تلفظ پورے کمال کے ساتھ اور پیرس کے لب و لہجہ میں کرتا، اور
ساتھ ہی وہ "اگر مجھے ملے گا" کی بجائے "اگر مجھے ملے" کہتا" اور "قطعی
کو قطعی" کے معنوں میں بولتا۔ واقعہ تو یہ ہے کہ وہ اس خاص پرشکوہ روسی
اور فرانسیسی کے مخلوط لہجے میں بولتا جس کا فرانسیسی خوب تمسخر اڑایا کرتے
ہیں —— اور خاص طور پر اس وقت جب وہ ہمیں یقین دلانے میں ناکام
رہتے ہیں کہ ہم تو فرانسیسی فرشتوں کی طرح بولتے ہیں۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں ارکادی بھونڈے طور پر ناچتا تھا اور بزاروف
تو سرے سے ناچتا ہی نہ تھا۔ وہ دونوں ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔ ستنی کاف
ان سے جا ملا۔ اس کے چہرے پر ایک نفرت انگیز خشونت چھائی ہوئی تھی۔ وہ

اپنی نفرت اور غصے کا اظہار کر رہا تھا اور اپنے چاروں طرف بپھرے ہوئے
انداز میں گھور رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے آپ خوب محظوظ ہو رہا
تھا۔ یکایک اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی اور ایک گھبراہٹ کے ساتھ
اس نے ارکادی کی طرف مڑتے ہوئے کہا "اچھا لو اودن تسوف یہ رہی۔"

ارکادی پیچھے مڑا اور اس نے ایک لمبی عورت کو دروازے پر کھڑی
ہوئی دیکھا۔ وہ اس کے باوقار انداز سے مرعوب ہو گیا۔ اس کے عریاں
ہاتھ بڑی پرشکوہ نزاکت کے ساتھ اس کی پتلی کمر پر رکھے ہوئے تھے۔ اس
کے بالوں میں بندھے ہوئے پھول کے گچھے اس کے ڈھلوان کندھوں پر
جھول رہے تھے۔ اس کی سنہری سی گھنی ابروؤں کی چھاؤں میں اس کی
شفاف کھلی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس کے چہرے سے ایک سکون اور
ذہانت ٹپک رہی تھی —— سکون تھا اس میں، لیکن اس میں غم انگیزی نہ
تھی۔ اور اس کے لبوں پر مسکراہٹ کی ایک ایسی ہلکی سی لکیر تھی جو مشکل سے
نظر آسکتی تھی۔ اس کے چہرے میں ایک عجیب قوت تھی، ایک کشش، ایک
دلپذیری۔

"کیا تم اسے جانتے ہو؟" ارکادی نے ستنی کاف سے پوچھا۔

"اچھی طرح —— کیا تمہیں ملا دوں؟"

"نوازش —— اس رقص کے بعد"

بزاروف کی توجہ بھی مادام اودن تسوف کی طرف منعطف ہو گئی تھی
"بڑی پرکشش ہے" اس نے کہا "اور دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہے"

رقص کے اختتام کا انتظار کرنے کے بعد ارکادی کوستنی کا ف مادام اودن تسوف کے پاس گیا۔ لیکن معلوم ہوتا تھا کہ وہ خود بھی اس سے بہت کم جان پہچان رکھتا تھا۔ اس کے جلے گھبرائے گھبرائے نکل رہے تھے اور وہ قدرے اچنبھے کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔ لیکن جب اس نے ارکادی کا نام سنا تو اس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات پیدا ہوگئے۔ اس نے پوچھا وہ کہیں نکولائی پترووچ کا بیٹا تو نہیں ہے۔

"ہاں"

"میں نے تمہارے ابا کو دو بار دیکھا ہے اور ان کے بارے میں میں نے بہت کچھ سن رکھا ہے" وہ کہتی گئی "میں تم سے مل کر خوش ہوئی"۔

اسی لمحے فوجی افسر اس کی طرف جھپٹتے ہوئے آئے اور اس سے ناچنے کی درخواست کی۔ وہ راضی ہوگئی۔

"کیا آپ رقص کرتی ہیں؟"

"ہاں میں ناچتی ہوں، کیوں تم یہ کیوں سمجھتے ہو کہ میں ناچ نہیں سکتی؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں بہت بوڑھی ہو چکی ہوں؟"

واقعی نہیں، ایسی کوئی بات نہیں، میں ایسا کیوں کر سوچ سکتا ہوں؟ لیکن پھر آپ سے ایک بار مزکا کی درخواست کروں گا"

مادام اودن تسوف بڑی مشفقانہ شان کے ساتھ مسکرائی۔ اس نے کہا "ضرور" اور اس نے ارکادی کی طرف اس طرح دیکھا جسے قطعی طور پر برتری تو نہیں کہا جا سکتا، ہاں البتہ اس طرح جیسے شادی شدہ بہنیں اپنے

بہت چھوٹے بھائیوں کو دیکھتی ہیں۔ مادام اودن تسوف ارکادی سے کچھ بڑی تھی اس کی عمر انتیس سال تھی۔ اس کی موجودگی میں ارکادی خود کو بالکل اسکول کا لڑکا' ایک چھوٹا طالب علم محسوس کرنے لگتا تھا۔ اس لئے ان دونوں کی عمر کا فرق ان کے لئے اور بھی اہم اور معنی خیز ہوگیا تھا۔ ستوپ اپیج اس کے پاس ایک پر شکوہ شان سے دل موہ لینے والی باتیں کرتا ہوا آیا۔ ارکادی وہاں سے ہٹ گیا۔ لیکن اپنی آنکھوں سے اس کا تعاقب کرتا رہا۔ وہ رقص کے دوران میں بھی اپنی آنکھوں کو اس سے نہ ہٹا سکا۔ وہ اسی بے ساختگی سے اور دوسرے شریک رقص اور اعلیٰ سرکاری عہدے داروں سے باتیں کرتی۔ بڑی آہستگی اور نرمی سے اپنے سر کو ہلاتی" اور آنکھوں کو گھماتی اور دو ایک بار بہت باریک سی ہنسی ہنستی۔ اس کی ناک تمام روسیوں کی ناکوں کی طرح' ایک ذرا موٹی تھی۔ اس کا رنگ بہت صاف شفاف کھلتا ہوا نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود ارکادی نے دل ہی دل میں سوچا کہ اس نے اس سے پہلے اتنی دلکش عورت نہیں دیکھی تھی۔ اس کی آواز اب تک اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ وہ اسے نکال نہ سکتا تھا۔ اس کے کپڑے کی ہر شکن اس کے جسم پر ایک خاص انداز اختیار کر گئی تھی اور دوسری عورتوں میں وہ بات نہ تھی۔ اس کے جسم پر وہ کپڑے زیادہ بھرپور، زیادہ دلکش معلوم ہوتے تھے۔ اس کی ایک ایک حرکت میں ایک عجیب، فطری لطافت اور بے ساختگی تھی جو اس کے اندر ایک امتیازی شان پیدا کر رہی تھی۔

جب مزکا رقص کے ساز کی پہلی آواز سنائی دی اور وہ خود اپنی ہم

رقص ساتھی کے پاس جا کر بیٹھا اور ناچنے کی تیاریاں کرنے لگا تو اس کے اندر ایک طرح کی سراسیمگی سی پیدا ہوئی۔ اس نے اس سے بات چیت چھیڑنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ لیکن وہ صرف اپنے ہاتھ سے اپنے بالوں کو سہلاتا رہا اور زبان سے کچھ کہہ نہ سکا۔ لیکن اس کی سراسیمگی اور ہیجان زیادہ دیر تک قائم نہیں رہا مادام اودن تسوف کا سکون اس پر بھی اثر انداز ہوا۔ مشکل سے پندرہ منٹ کا وقفہ گزرا ہوگا کہ وہ اب بہت اطمینان اور بے تکلفی سے اپنے ابا کے بارے میں، اپنے چچا کے بارے میں اور اپنی پیٹرس برگ کی زندگی اور اپنی دیہاتی زندگی کے بارے میں باتیں کر رہا تھا۔ مادام اودن تسوف اپنے پنکھے کو کھولتی اور بند کرتی ہوئی اس کی باتوں کو بڑے اخلاق اور ہمدردی سے سنتی رہی۔ اس کی گفتگو کا سلسلہ اس وقت ٹوٹ جاتا جب لوگ اس کے ساتھ رقص کرنے کی درخواست کرنے کے لئے آتے۔ ستنی کاف بھی دوبارہ اس سے رقص کی درخواست کر چکا تھا۔ وہ واپس آتی، اور اپنی جگہ پر بیٹھ جاتی اور اپنے پنکھے کو رکھ لیتی اس وقت اس کے سینے میں تیز تیز سانسوں سے کوئی تلاطم بھی پیدا نہ ہوتا۔ ارکادی پھر بکنا شروع کر دیتا۔ وہ اس کی قربت کے والہانہ نشاط انگیز احساس سے سرشار تھا وہ اس سے باتیں کر رہا تھا، اس کی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا، اس کی خوبصورت ابروؤں کو دیکھ رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں اس کا پورا چہرہ کھبا ہوا تھا۔ شیریں، باوقار اور ذہین! اس کی بعض عادتوں سے ارکادی اس نتیجے پر پہنچ گیا تھا کہ اس جوان عورت نے زندگی کے بارے میں کچھ سوچا اور محسوس کیا تھا ——

"وہ کون تھا جس کے ساتھ تم کھڑے تھے؟" اس نے ارکادی سے پوچھا
"اس وقت جب ستنی کاف تمھیں میرے پاس لایا تھا"

"اچھا تو آپ نے دیکھ لیا تھا؟" ارکادی نے جواباً پوچھا "وہ بہت ہی وجیہہ ہے، ہے نا؟ وہ میرا دوست بزاروف ہے۔"

ارکادی اپنے دوست کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ اس نے اس کے بارے میں اتنی تفصیل اور اتنی گرم جوشی سے بتانا شروع کیا کہ مادام اودن تسوف اس کی طرف مڑ گئی اور غور سے اس کا جائزہ لینے لگی۔ اس عرصے میں مزرکا اب اختتام کو پہنچ رہا تھا۔ ارکادی کو اپنے ساتھی سے جدا ہونا بہت شاق گزرا اس نے تقریباً ایک گھنٹہ اس کے ساتھ بڑی اچھی طرح گزارا تھا۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ اس پورے وقفے میں برابر وہ یہ محسوس کرتا رہا تھا کہ وہ اسے نواز رہی تھی۔ وہ اس پر کرم کر رہی تھی —— اور جیسے اس کے لئے اس کا ممنون ہونا چاہئے تھا........ لیکن جوان دلوں کی واردات ایسی باتوں سے اپنا حوصلہ نہیں کھوتیں۔

موسیقی بند ہو گئی۔ "اجازت" مادام اودن تسوف نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "دیکھو تم نے مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا ہے اور ہاں اپنے دوست کو بھی اپنے ساتھ لانا۔ میں ایسے شخص سے بڑے شوق سے ملنا چاہتی ہوں جو کسی چیز پر یقین نہیں رکھتا۔"

گورنر مادام اودن تسوف کے پاس آیا اور اطلاع دی کہ کھانا تیار ہے اور فکر زدہ چہرے کے ساتھ اس نے اسے اپنا ہاتھ پیش کیا۔ روانہ ہوتے ہوئے

وہ آخری بار ارکادی کی طرف جھکی اور مسکرائی۔ وہ بھی جھک گیا اور اس کے پیچھے دیکھتے (اس کا جسم اسے کتنا دل کش معلوم ہوا! سیاہ ریشمین ملبوس میں لپٹی ہوئی جس سے ایک بھورے رنگ کی چمک پھوٹ رہی تھی) اور سوچتے ہوئے "او نا سمجھ لمحے اس نے میرے وجود کو فراموش کر دیا ہے" وہ اپنی روح میں ایک خوشگوار نیاز مندی کو اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔

"کہو" جیسے ہی وہ کونے میں اس کے پاس واپس پہنچا بزاروف نے اس سے چھوٹتے پوچھا "وقت تو پر لطف گزرا؟ ایک صاحب ابھی ابھی اس خاتون کے بارے میں مجھے بتا رہے تھے کہنے لگے۔

"وہ ——؟ چھی، چھی، چھی —!" لیکن میں سمجھتا ہوں وہ نرے ہی احمق تھے۔ اچھا بتاؤ تم اسے کیا سمجھتے ہو؟ —— اوہ چھی، چھی، چھی ایں؟"

"میں اس کا مطلب ہی سرے سے نہیں سمجھ سکتا"

"اوہ میرے دوست —— بڑے بھولے بنتے ہو"

"اچھا تو —— سنو میں ان صاحب کو سمجھنے سے قاصر ہوں جن کا تم حوالہ دے رہے ہو۔" مادام اودن تسوف بہت ہی دلکش ہے —— بے شک —— مگر وہ اتنی سرد مہری اور سختی کے ساتھ پیش آتی ہے کہ ——"

"ساکن پانی —— جانتے ہو" بزاروف نے بات کاٹ کر کہا پیاس کو بڑھا دیتا ہے "میرا خیال ہے تم برف پسند کرتے ہو؟"

"شاید" ارکادی بڑبڑایا "میں اس کے بارے میں کوئی رائے نہیں دے

سکتا۔ وہ تم سے ملنا چاہتی ہے اور اس نے مجھ سے کہا ہے کہ میں تمہیں اس کے پاس لاؤں"

"میں خوب سمجھتا ہوں، تم نے میرے بارے میں کیا کیا کہا ہوگا۔ لیکن تم نے بہت اچھا کیا۔ مجھے لے چلو، وہ جو کچھ بھی ہو —— چاہے وہ ایک دیہاتی شیرنی ہو، یا کُکشنہ قماش کی "ترقی یافتہ" عورت —— لیکن اس کے پاس ایسے دو شانے ہیں جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترس گئی ہیں۔"

ارکادی کو بزاروف کی انتہائی ترابیت سے تکلیف پہنچی۔ لیکن جیسا کہ اکثر ہوتا ہے، اس نے اپنے دوست کی اس چیز پر اسے سرزنش نہیں کیا جسے وہ پسند نہیں کرتا تھا۔

"کیوں تم عورتوں میں آزاد خیالی کی اجازت نہیں دیتے؟" اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

"اس لئے کہ میرے عزیز، جہاں تک میں نے دیکھا ہے، عورتوں میں جو آزاد خیال ہیں وہ خطرناک ہوتی ہیں۔"

یہاں پہنچ کر ان کی گفتگو ختم ہوگئی۔ کھانا کھانے کے بعد دونوں دوست وہاں سے روانہ ہوگئے۔ ایک گھبرائی ہوئی کدورت سے اور بے دلی سے بھرا ہوا مادام کُکشنا کا قہقہہ ان کا پیچھا کرتا رہا۔ اس کی خودی کو اس بات سے بہت صدمہ پہنچا تھا کہ ان دونوں میں سے کسی نے بھی اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی تھی۔ وہ رقص کے کمرے میں سب سے آخر تک ٹھہری رہی۔ چار بجے صبح کے وقت وہ سیتنی کوف کے ساتھ فرانسیسی طرز پر پولکا مزرکا ناچ رہی تھی۔ یہ شاندار نظارہ گورنر کی محفل کی آخری کڑی تھا۔

۱۵

"دیکھا چاہیے، اب کے کس قسم کے جانور سے پالا پڑتا ہے ؟" دوسرے دن ہوٹل کے زینوں پر چڑھتے ہوئے جس میں مادام اودن تسوف مقیم تھی، بزاروف نے ارکادی سے کہا "میں تو یہاں کچھ گڑبڑ محسوس کرتا ہوں"

"میں تو تم پر حیران ہوں" ارکادی نے زور سے کہا "کیا ؟ —— تم، بزاروف، تم اخلاق تنگ، نظری کا شکار، تم جو......"

"تم بھی کیا عجیب چیز ہو" بزاروف نے اس کی بات کاٹتے ہوئے بے پروائی سے کہا "کیا تم نہیں جانتے کہ میری لغت میں "کچھ گڑبڑ" کا مطلب "کچھ ٹھیک" ہے - اس سے مجھے بڑا فائدہ رہتا ہے - کیا تم نے خود آج صبح نہیں کہا تھا کہ اس نے ایک عجیب شادی کی تھی - حالانکہ میرے خیال میں کسی بوڑھے امیر شخص سے شادی کرنا کوئی عجیب چیز نہیں - بلکہ اس کے برخلاف میں تو سمجھتا ہوں کہ بہت ہی عقلمندی کی بات ہے - میں شہر کی افواہوں پر اعتبار نہیں کرتا لیکن میں سمجھتا ہوں جیسا کہ ہمارا ترقی یافتہ گورنر کہتا ہے اس کی بنیاد ٹھوس ہی ہے" -

ارکادی نے کوئی جواب نہیں دیا - کمرے کے دروازے پر دستک دی - ایک جوان ملازم وردی پہنے ہوئے آیا اور انہیں اندر ایک بڑے سے کمرے میں لے گیا کہ دوسرے روسی ہوٹلوں کی طرح بے ڈھنگے پن اور بے ترتیبی سے آراستہ کیا گیا تھا - لیکن تھا پھولوں سے بھرا ہوا - جلد ہی مادام اودن تسوف خود بھی صبح کا صاف ستھرا سادہ لباس پہنے ہوئے وہاں آ گئی - بہار کی دھوپ کی روشنی میں وہ اور بھی کم عمر نظر آ رہی تھی - ارکادی نے بزاروف کا تعارف کرایا اور دل ہی دل میں یہ دیکھ کر حیرت محسوس کی کہ وہ گھبرایا گھبرایا نظر آ رہا تھا اور مادام اودن تسوف پہلے ہی کی طرح پورے طور پر مطمئن تھی - خود بزاروف بھی اپنی گھبراہٹ کو محسوس کر رہا تھا اور اسی وجہ سے جھنجھلا رہا تھا —— "یہ لو اب چلتا پرزہ ایک عورت سے ڈر گیا" اس نے سوچا اور سیتنی کاف کی طرح آرام کرسی پر کسمساتے ہوئے ضرورت سے زیادہ اپنے سکون و اطمینان کا اظہار کرنے کے لئے اس نے باتیں کرنا شروع کر دیں اور اس دوران میں مادام اودن تسوف ایک ٹک کھلی آنکھوں سے اسے گھورتی رہی -

انا سرگے یفنہ —— اودن تسوف، سرگوچ نکولاوچ لاکتیف کی لڑکی تھی جو اپنے حسن، اپنی سٹہ بازی اور جوابازی کی وجہ سے شیطان کی غضب جیسا مشہور تھا، جو پندرہ سال تک پیٹرس برگ میں اپنی شخصیت سے ایک سنسنی سی پھیلانے کے بعد آخر کار تاش کے پتوں پر سب کچھ تباہ کر کے دیہاتی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گیا تھا جہاں جلد ہی وہ اس کے بعد مر گیا اور اپنی لڑکیوں کے لئے ایک چھوٹی سی جائداد چھوڑ گیا —— انا اس وقت بیس سال کی تھی

اور کاتیا بارہ سال کی - ان کی ماں جو افلاس زدہ شاہی خاندان سے تعلق رکھتی
تھی پٹرس برگ میں ان ہی دنوں چل بسی تھی جب اس کا شوہر اپنی نشاط کوشیوں
میں محو تھا - باپ کے مرنے کے بعد انا بڑی مشکلوں میں مبتلا ہو گئی تھی - اس نے
جس طرح کی اعلیٰ تعلیم پٹرس برگ میں پائی تھی وہ ایک دیہاتی گم نام زندگی
میں گھریلو الجھنوں اور معاشی فکروں کے لئے موزوں نہ تھی - اس کے پاس
کوئی ایسا نہ تھا جسے وہ جانتی ہو اور جس سے صلاح مشورہ کر سکتی ہو - اس کے
باپ نے تمام ہمسایوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے سے پرہیز کر رکھا تھا وہ اپنی
جگہ پر ان سے نفرت کرتا اور دوسرے اس سے اپنی جگہ پر نفرت کرتے لیکن وہ
ذرا نہیں بوکھلائی اور اس نے اپنی ماں کی ایک بہن شہزادی افدوتیہ ستیپانوفنہ
کو بلوا بھیجا - وہ ایک غصہ ور اور تیز مزاج بوڑھی عورت تھی جس نے اپنی
بھانجی کے گھر آ جانے کے بعد جتنے اچھے کمرے تھے اپنے قبضے میں کر لئے - وہ
ہر وقت چڑچڑاتی اور بکتی جھکتی رہتی اور کبھی اگر ذرا باغ میں بھی گلگشت کے
لئے جاتی تو اپنے غلام کو ساتھ لئے بغیر نہ جاتی جو ایک اکھڑ قسم کا بوڑھا شخص
تھا - وہ سبز سی تار تار وردی جس پر ہلکے نیلے رنگ کی آنگشتی ٹنکی ہوئی تھی
اور ایک تکونی ٹوپی پہنا کرتا تھا - انا صبر کے ساتھ اپنی خالہ کی ہر خواہش پوری
کرتی - رفتہ رفتہ وہ اپنی بہن کی تعلیم کی طرف متوجہ ہو گئی ایسا معلوم ہوتا تھا
کہ اب اس نے اپنی ساری زندگی کو اسی ویرانے میں ستیاناس کر دینے کا
فیصلہ کر لیا تھا - لیکن قسمت نے کچھ اور طے کر لیا تھا - اودن تسوف کو اس سے
ملنے کا اتفاق ہوا - وہ ایک چالیس سالہ دولت مند سنکی اور مراقی قسم کا آدمی

تھا - وہ مضبوط، بھاری بھرکم اور ترش رو ضرور تھا مگر احمق اور بد طینت نہیں تھا -
وہ اس سے محبت کرنے لگا اور شادی کی پیش کش کی - وہ اس کی بیوی بننے پر
رضا مند ہو گئی - وہ اس کے ساتھ چھ سال تک رہا اور مرنے کے بعد اپنی ساری
جائداد اور دولت اس کے نام چھوڑ گیا - انا سرگے یفنہ اس کی موت کے ایک
سال بعد تک دیہات میں رہی - اس کے بعد وہ بیرون ملک سیاحت کے لئے
نکل گئی اور پھر جرمنی ہی پہنچ کر رکی - آخر وہ اس سے تھک گئی اور پھر اپنی
محبوب جگہ نکولسکوئے میں رہنے لگی جو شہر سے تیس میل کے فاصلے پر تھا - !
وہاں اس کا ایک بہت ہی خوبصورت، شاندار، اور بارونق آراستہ پیراستہ
مکان اور ایک باغ تھا جس میں ایک پود گھر بھی تھا - اس کے شوہر نے اپنی
خواہشات کی تکمیل میں اخراجات میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی - انا سرگے یفنہ
کبھی کبھار ہی شہر جاتی اور وہ بھی جب بہت ضروری کام ہوتا، جاتی بھی تو
وہاں زیادہ دیر نہ ٹھہرتی - اس علاقے میں اسے لوگ پسند نہیں کرتے تھے -
اودن تسوف سے اس کی شادی پر لوگوں میں تشویشناک چہ میگوئیاں ہوا
کرتی تھیں - اس کے بارے میں طرح طرح کی داستانیں گھڑی جاتی تھیں
اس بات کا دعویٰ کیا جاتا کہ اس نے اپنے باپ کو تاش کے پتے ملانے کی
بہت سی ترکیبیں اختراع کرنے میں مدد دی تھی - اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس
کے ملک سے باہر جانے کے بہت عجیب اسباب تھے .... افسوس ناک
نتائج کو چھپانا اس کے لئے ضروری تھا "سمجھے"؟ ان کی برہم بحثیں اس طرح
اختتام کو پہنچتیں "وہ آگ میں جل کر نکلی ہے" اس کے بارے میں کہا جاتا

اور ساتھ ہی اس علاقے کی ایک شل بھی دہرائی جاتی " اور دوسرے تمام عناصر میں سے بھی گزری ہے۔" یہ ساری باتیں اس کے کانوں تک پہنچتی تھیں لیکن وہ ان تمام باتوں کو سن کر بہری بن جاتی۔ اس کے کردار میں کافی خود اعتمادی اور عزم تھا۔

مادام اودن تسوف آرام کرسی میں دونوں ہاتھ باندھ کر بیٹھی ہوئی بزاروف کی باتیں سنتی رہی۔ وہ اپنی عادت کے خلاف بہت زیادہ بولنے کی اور اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا ——— یہ چیز بھی ارکادی کے لئے تعجب کی بات تھی وہ بالکل نہ سمجھ سکا کہ بزاروف اپنا مقصد حاصل کر رہا تھا۔ انا سرگے یفنہ کے چہرے سے یہ پتہ چلانا مشکل تھا کہ اس پر اس کا کیا اثر پڑ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر وہی شفقت اور وقار جھلک رہا تھا۔ اس کی آنکھیں اس کی دلچسپی کی وجہ سے روشن ہو گئی تھیں۔ لیکن یہ ایک خاموش دلچسپی تھی، ایک خاموش توجہ، بزاروف کی بداطواریوں نے اس پر پہلے تو بڑا خراب، ناخوشگوار اثر پیدا کیا — جیسے کوئی بدبو یا بے سری بھونڈی آواز۔ اس نے اسی وقت یہ بھی دیکھ لیا کہ وہ کچھ پریشان سا تھا اور اسے خوش کرنے کی بھی کوشش کر رہا تھا۔ وہ سوائے بیہودگی کے اور کسی چیز سے متنفر یا بیزار نہیں ہوتی تھی اور کوئی بزاروف پر بیہودگی کا الزام عائد نہیں کر سکتا تھا۔ ارکادی کو اس دن بہت حیرت انگیز واردات سے دوچار ہونا تھا۔ اسے توقع تھی کہ بزاروف مادام اودن تسوف جیسی ذہین عورت سے اپنے نظریات اور خیالات کے بارے میں باتیں کرے گا۔ اس نے خود اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ اس شخص کی باتیں سننا چاہے گی "جو کسی چیز پر اپنا

اعتقاد نہیں رکھتا" لیکن اس کے خلاف بزاروف اس سے طب، ہومیوپیتھی اور علم نباتات کے بارے میں باتیں کرتا رہا۔ باتوں سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ مادام اودن تسوف نے اپنی تنہائی کی زندگی میں اپنا وقت برباد نہیں کیا تھا۔ اس نے بہت سی بلند پایہ معرکہ آرا کتابیں پڑھی تھیں اور خود بہترین روسی زبان بولتی تھی۔ اس نے گفتگو کا رخ موسیقی کی طرف موڑ دیا لیکن جب اس نے دیکھا بزاروف آرٹ کو پسند نہیں کرتا تو اس نے پھر چپکے سے گفتگو کا دھارا علم نباتات کی طرف واپس موڑ دیا۔ حالانکہ ارکادی نے قومی نغموں کی اہلیت اور نوعیت پر اپنے خیالات کا اظہار شروع کر دیا تھا۔ مادام اودن تسوف اس سے ایسا سلوک کر رہی تھی جیسے وہ چھوٹا بھائی ہو۔ وہ اس کی نیکی اور جوانی کی سادہ لوحی کو پسند کر رہی تھی ——— اور بس۔ تین گھنٹے سے زاید بہت سے موضوعات پر گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔

دونوں دوست آخر اٹھ کھڑے ہوئے اور جانے کی اجازت چاہنے لگے۔ انا سرگے یفنہ نے محبت سے ان کی طرف دیکھا۔ اپنا خوبصورت سپید ہاتھ دونوں کی طرف بڑھایا اور ایک لمحہ کچھ سوچ کر ایک مشتبہ مگر مسرت انگیز مسکراہٹ کے ساتھ بولی "اگر — آپ کو صحبت کے غیر دلچسپ ہونے کا ڈر نہ ہو تو ہمارے یہاں نکولسکوئے آئیے۔"

"اوہ — انا سرگے یفنہ" ارکادی چلایا "میرے نزدیک تو یہ بڑی خوشی کی بات ہوگی"

"اور جناب بزاروف!"

بزاروف صرف جھکا اور اس دن کا آخری حیرت ناک واقعہ ارکادی کے سامنے تھا۔ اس کے دوست کا چہرہ شرم سے سرخ ہو رہا تھا۔

"اچھا؟" اس نے اس سے سڑک پر پوچھا "کیا اب بھی تمھارا یہی خیال ہے کہ وہ ——"

"کون کہہ سکتا ہے؟ دیکھتے نہیں وہ کس قدر صحیح ہے" بزاروف نے جواب دیا اور تھوڑی دیر تک چپ رہنے کے بعد اس نے پھر کہا "وہ ایک مکمل ملکہ ہے ایک شاہی کردار بس پیچھے ایک جھولتے ہوئے دامن کی اور سر پر تاج کی کسر ہے"

"ہماری ملکائیں اس طرح کی روسی زبان نہیں بولتیں" ارکادی نے کہا۔

"میرے عزیز —— اس نے زندگی کے نشیب و فراز دیکھے ہیں، وہ جانتی ہے کہ زندگی کی سختیاں کیا ہیں"

"خیر ہے تو وہ بہت دلکش" ارکادی نے کہا۔

"کتنا خوبصورت جسم ہے" بزاروف نے کہا "کیا میں اسے اپنی جراحی کی میز پر دیکھ کر خوش نہیں ہوں گا؟"

"ہش —— خدا کے لئے رحم کرو، یف گینی، یہ بہت بڑی زیادتی ہے"

"اچھا، میرے بچے، ناراض نہ ہو، میرا مطلب یہ ہے کہ اس کا جسم بہترین ہے۔ ہمیں اس کے یہاں چل کر ٹھہرنا چاہیے"

"کب؟"

"کیوں نہ پرسوں؟ یہاں اور کیا رکھا ہے؟ کلشنہ کے ساتھ شراب نوشی؟ تمھارے بھائی آزاد خیال اعلیٰ عہدے داروں کی باتیں ——؟ چلو

ہمیں پرسوں چل دینا چاہیے، اور پھر —— میرے ابا جان وہاں سے کوئی زیادہ دور نہیں۔ یہ نکولسکوئے اسی سڑک پر ہے، کیوں؟"

"ہاں"

"بہت خوب —— تو پھر جھجھکنا کیا؟ یہ باتیں احمقوں اور بہت زیادہ محتاط لوگوں کے لئے رکھ چھوڑو —— میں کہتا ہوں، واقعی، کتنا خوبصورت کتنا شاندار جسم ہے اس کا؟"

تین دن بعد دونوں دوستوں کی گاڑی اس سڑک پر رواں تھی جو نکولسکوئے کو جاتی تھی۔ دن تابناک تھا، بہت زیادہ گرمی نہ تھی۔ چوکی کے چھریرے گھوڑے، جستی کے ساتھ اپنی ڈوریں بندھی ہوئی اور گندھی ہوئی دم کو پھٹکارتے ہوئے دوڑے چلے جا رہے تھے۔ ارکادی نے سڑک کی طرف دیکھا اور انجانے طور پر بے وجہ مسکرانے لگا۔

"چلو مجھے مبارک باد دو" بزاروف نے اچانک کہا "آج جون کی بائیس ہے، میرے نگہبان فرشتے کا دن۔ دیکھیں آج وہ ہماری کس طرح خبرگیری کرتا ہے۔ آج گھر پر لوگ میرا انتظار کر رہے ہوں گے" اس نے اپنی بیٹھی ہوئی آواز میں کہا "—— خیر، وہ میرا انتظار کریں، اس سے ہوتا کیا ہے ——؟"

جو اس کے کہنے کے مطابق ——— بے کار اور من مانی جدتوں کو بالکل برداشت نہ کرسکتا تھا۔ مکان دونوں طرف درختوں کی قطاروں اور پرانے باغ سے گھرا ہوا تھا۔ جھکے جھکے صنوبر کے دو رویہ پیڑوں کے بیچ سے ہوکر ایک راستہ پھاٹک تک جاتا تھا۔

دونوں دوستوں کا استقبال وردی پہنے ہوئے دو ملازمین نے بڑے کمرے میں کیا۔ ان میں سے ایک دوڑا ہوا جاگیر کے مہتمم کے پاس گیا۔ مہتمم جو ایک مضبوط اور توانا شخص تھا اور سیاہ کوٹ پہنے ہوئے تھا فوراً وہاں پہنچا اور مہمانوں کو نمدے سے ڈھکے ہوئے زینے پر سے ہوتے ہوئے ایک خاص کمرے میں لے گیا ——— جہاں دو بستر اور دوسرے تمام نہانے دھونے کے ضروری سامان ان کے لئے پہلے ہی سے رکھے جا چکے تھے۔ یہ صاف ظاہر تھا کہ گھر کا انتظام بہت اعلیٰ تھا۔ ہر چیز صاف ستھری تھی۔ ہر طرف ایک عجیب بھینی بھینی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ جیسی خوشبو وزیروں کے استقبال کے کمرے میں ہوتی ہے۔

"انا سرگے یفنہ نے آپ لوگوں کو آدھے گھنٹے کے بعد اپنے پاس بلایا ہے" مہتمم نے آکر کہا "اس اثنا میں آپ کا کوئی حکم ہو تو بجا لاؤں؟"

"نہیں کوئی کام نہیں" بزاروف نے جواب دیا "اگر تکلیف نہ ہو تو مہربانی کرکے ایک گلاس ووڈکا منگوا دیجئے"

"ضرور جناب" مہتمم نے کہتے ہوئے قدرے حیرانی سے انھیں دیکھا اور وہاں سے نکل گیا۔ جاتے وقت اس کے جوتوں کی چچاہٹ سنائی دے رہی تھی۔

"کیوں، ہے آدمی کام کا" بزاروف نے رائے زنی کی "تم لوگوں کے یہاں

۱۶

انا سرگے یفنہ کا دیہاتی مکان جس میں وہ رہتی تھی ایک کھلی ہوئی پہاڑی پر تھا ——— وہ زرد پتھر والے گرجا گھر سے کچھ دور نہ تھا جس کی چھت سبز رنگ کی تھی جس کے ستون سفید تھے اور جس کے خاص بڑے پھاٹک پر نقش کی ہوئی محراب تھی جس میں "حضرت عیسیٰ کی تجدید حیات" کی تصویرکشی خاص اطالوی طرز پر کی گئی تھی۔ تصویر کے سامنے ایک سیہ فام سپاہی خود پہنے ہوئے اس کے گول گنبدوں کے سامنے بڑا عجیب معلوم ہو رہا تھا۔ گرجا گھر کے پیچھے ایک لمبا سا گاؤں دو قطاروں میں بسا ہوا تھا جس کے پھوس کے چھپروں سے جہاں تہاں چمنیاں اپنی گردن نکالے جھانک رہی تھیں۔ جاگیردار کی ڈیوڑھی بالکل گرجا گھر کے طرز پر بنی ہوئی تھی جسے ہم طرز سکندر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس گھر پر زرد رنگ چڑھا ہوا تھا اور اس کی چھت بھی سبز تھی اور ستون سفید تھے اور اس کے مثلث نما حصے میں ایک ڈھال تھی جس پر ہتھیاروں کے نقوش تھے۔ معمار نے دونوں عمارتوں کو اوون تسوف مرحوم کی منظوری کے ساتھ بنایا تھا

بھی تو کہا جاتا ہے نا، کیوں؟ وہ ایک ملکہ ہے —— اور بس"

"ہاں بڑی خوب ملکہ ہے" ارکادی نے فوراً چوٹ کی "پہلی ہی ملاقات پر اس نے میرے اور تمھارے جیسے رئیسوں کو اپنے یہاں قیام کرنے کی دعوت جو دے دی ہے اس نے؟"

"خاص طور پر میں، مستقبل کا ڈاکٹر، ایک ڈاکٹر کا بیٹا، اور ایک گاؤں کے گرجا کے محافظ کا پوتا........ میرا خیال ہے، شاید تم جانتے ہو کہ میں ایک گرجا کے محافظ کا پوتا ہوں؟ —— سپرنسکی اعظم کی طرح ——" اپنے ہونٹوں کو سکیڑ کر، کچھ وقفے کے بعد اس نے آگے کہا "جو کچھ ہو، وہ ایک آرام کی زندگی پسند کرتی ہے، یہ خاتون —— کیا نہیں؟ کیا ہمیں شام کا لباس نہیں پہن لینا چاہیے؟"

ارکادی نے صرف اپنے شانوں کو ہلایا —— لیکن وہ بھی اپنی گھبراہٹ کو محسوس کر رہا تھا۔

آدھے گھنٹے کے بعد بزاروف اور ارکادی ایک ساتھ نشست گاہ میں گئے۔ یہ ایک بہت بڑا عالی شان سا خوب آراستہ پیراستہ کمرہ تھا۔ جس سے خوش مذاقی کا پتا چلتا تھا۔ بہت بھاری بھاری قیمتی فرنیچر دیواروں کے ساتھ بڑی باقاعدگی کے ساتھ رکھا ہوا تھا۔ دیواروں پر دار چینی کے رنگ کے کاغذ منڈھے ہوئے تھے جن پر سنہرے پھول چمک رہے تھے۔ اودن تسوف نے اس فرنیچر کو اپنے دوست اور ایجنٹ کی معرفت منگوایا تھا جو شراب کا بیوپاری تھا۔ ایک صوفے کے اوپر وسط دیوار میں ایک شخص کی ایک دھندلی سی تصویر آویزاں تھی جس

کے سر پر بال بہت کم تھے —— اور ایسا لگتا تھا کہ وہ تصویر مہمانوں کو ناگواری کے ساتھ گھور رہی تھی "یہ ضرور اس کے مرحوم شوہر کی تصویر ہے۔"

"یہ ضرور اس کے مرحوم شوہر کی تصویر ہے" بزاروف نے ارکادی سے سرگوشی میں کہا اور اپنی ناک کو ملتے ہوئے اس نے پھر کہا "اچھا ہو اگر ہم یہاں سے رفو چکر ہو جائیں ——" لیکن اسی وقت گھر کی مالکہ اندر داخل ہوئی۔ وہ ایک ہلکا سا لباس پہنے تھی، اس کے کانوں کے پیچھے کی طرف کنگھے سے ہموار کئے ہوئے بالوں نے اس کے شاداب اور خوبصورت چہرے میں ایک لڑکی کا بھولاپن پیدا کر دیا تھا۔

"شکریہ کہ تم نے اپنا وعدہ پورا کیا" اس نے کہنا شروع کیا "تمھیں میرے ساتھ کچھ دنوں ٹھہرنا پڑے گا۔ یہ جگہ اتنی بری نہیں، میں تمھیں اپنی بہن سے ملاؤں گی، وہ پیانو اچھا بجا لیتی ہے، ہاں بزاروف تمھارے لئے یہ چیز کوئی دلچسپی نہیں رکھتی لیکن۔ کرسانوف تم سنگیت کے دلدادہ ہو۔ میری بہن کے علاوہ میری خالہ بھی ہیں جو میرے ساتھ رہتی ہیں اور ہمارے ایک پڑوسی ہیں جو کبھی کبھی تاش کھیلنے کے لئے آ جاتے ہیں، بس یہ ہے ہمارا حلقہ۔ اچھا آؤ اب بیٹھیں۔"

مادام اودن تسوف نے یہ چھوٹی سی تقریر بڑی حیرت زا باضابطگی صحت کے ساتھ ختم کی۔ جیسے کوئی رٹی ہوئی تقریر ہو۔ پھر وہ ارکادی کی طرف مڑی۔

معلوم ہوا کہ اس کی ماں ارکادی کی ماں کی جانی پہچانی تھی بلکہ نکولائی پترووچ سے اس کی محبت کے بارے میں اس کی رازدار بھی رہ چکی تھی۔ ارکادی نے اپنی والدہ مرحوم کے بارے میں بڑے جذبات کے ساتھ بولنا شروع کر دیا۔ بزاروف

اس دوران میں البم کی ورق گردانی کرنے لگا " میں بھی کیسی بھیگی بلی بنتا جا رہا ہوں" وہ اپنے آپ سوچ رہا تھا۔

ایک خوبصورت سا تازی کتا جس کی گردن میں ایک پٹا بندھا ہوا تھا اپنے پنجوں کو زمین پر ٹیکتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے ایک اٹھارہ سال کی لڑکی اندر آئی۔ اس کے بال سیاہ تھے اور رنگ سانولا، ذرا گول سا دلکش چہرہ اور کالی کالی چھوٹی چھوٹی آنکھیں۔ اس کے ہاتھوں میں پھولوں سے بھری ہوئی ایک ڈلیا تھی۔

"یہ رہی میری کاتیا" اپنے سر سے اس کی طرف اشارہ کرتی ہوئی مادام اودن تسوف نے کہا۔ کاتیا ہلکے سے کورنش بجالائی اور اپنی بہن کے پاس بیٹھ کر پھولوں سے کھیلنے لگی۔ تازی کتا جس کا نام فیفی تھا اپنی دم ہلاتے ہوئے یکے بعد دیگرے دونوں مہمانوں کے پاس گیا۔ اور اپنے نتھنے ان کے ہاتھوں میں لگا دیئے

"کیا تم نے خود ہی یہ سب توڑے ہیں؟" مادام اودن تسوف نے پوچھا۔

"ہاں" کاتیا نے جواب دیا۔

"کیا خالہ ابھی چائے پینے کے لئے آ رہی ہیں؟"

"ہاں"

جب کاتیا بولتی تو اس کے ہونٹوں پر ایک سحر انگیز، شیریں، سہمی ہوئی صاف شفاف سی مسکراہٹ تیرنے لگتی۔ اور اپنے پھولوں کے نیچے سے ایک تسوانہ تیکھے پن کے ساتھ دیکھتی۔ اس کی ہر چیز ابھی نو عمر اور ناپختہ تھی اس

کی آواز، اس کے چہرے پر نکھری ہوئی دوشیزگی۔ اس کے گلابی ہاتھ، سفید ہتھیلیاں اور قدرے تنگ سے شانے...... اس کا چہرہ سرخ ہوا جا رہا تھا اور اس کی سانسیں پھول رہی تھیں۔

مادام اودن تسوف نے بزاروف کی طرف مڑ کر دیکھا "اچھا تم یف گینی وسیلیچ، ان تصویروں کو محض تکلفاً دیکھ رہے ہو" اس نے کہا "اس میں تمہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اچھا ہو اگر تم اور ہمارے قریب آجاؤ —— اور ہم کسی چیز کے بارے میں کچھ بات چیت کریں"

بزاروف اور قریب ہو گیا "آپ نے کس موضوع پر بحث کی ٹھانی ہے؟"

"جو تم پسند کرو۔ ذرا جتا دوں، میں خطرناک طور پر بحثی ہوں"

"آپ؟"

"ہاں، تمہیں اس پر تعجب ہو رہا ہے۔ کیوں؟"

"اس لئے کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں، آپ بہت خاموش اور ٹھنڈے مزاج کی ہیں۔ بحثی ہونے کے لئے جذباتی ہونا ضروری ہے"

"تمہیں میرے بارے میں رائے قایم کرنے کا موقع اتنی جلدی کیسے مل گیا؟ —— اول تو —— میں بے صبر اور ضدی ہوں —— کاتیا سے پوچھ لو۔ اور دوسرے میں بہت آسانی سے جذبات میں بہہ جاتی ہوں"

بزاروف نے انا سرگے یفنہ کی طرف دیکھا "شاید آپ بہتر جانتی ہیں اچھا تو آپ بحث شروع کرنا چاہتی ہیں —— ضرور، ضرور، میں آپ کے ایم

میں سیکسن پہاڑوں کے مناظر کو دیکھ رہا تھا۔ اور آپ نے کہا کہ وہ میرے لئے دلچسپی کا سامان نہیں رکھتے ہیں۔ آپ نے ایسا اس لئے کہا کہ آپ سمجھتی ہیں کہ میرے دل میں آرٹ کی کوئی قدر نہیں اور واقعہ بھی یہی ہے میں کوئی قدر نہیں کرتا لیکن یہ مناظر میرے لئے ارضیات کے نقطۂ نظر سے دلچسپی کا باعث ہو سکتے ہیں ـــ مثلاً پہاڑوں کی تشکیل کس طرح ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں یہ

"معاف کرنا ـــ ایک ماہر ارضیات کی حیثیت سے تم فوراً ایک کتاب کی طرف مڑ جاؤگے۔ اس موضوع پر ٹھوس معلومات کی طرف ڈرائنگ کی طرف نہیں"

"ڈرائنگ ایک ہی نظر میں وہ سب کچھ بتا دیتی ہے جو کتاب کے دس صفحوں میں پھیلا ہوتا ہے"

تھوڑی دیر کے لئے انا خاموش ہوگئی۔

"اچھا تم ذرا بھی جمالیاتی احساس نہیں رکھتے؟" اپنی کہنی کو میز پر رکھتے ہوئے اور اس طرح اپنے چہرے کو بزاروف کے قریب لاتے ہوئے کہا "تم اس کے بغیر زندہ کس طرح رہ سکتے ہو؟"

"کیوں؟ بھلا بتائیے تو اس کی ضرورت ہی کیا ہے؟"

"کیوں، اس لئے کہ ایک انسان انسان کو سمجھ سکے ـــ"

بزاروف مسکرایا "اول تو زندگی کا تجربہ یہ فرض انجام دے دیتا ہے اور دوسرے فرداً فرداً لوگوں کے مطالعے کی زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ تمام انسان ایک سے ہیں۔ اُن کی روح، ان کے جسم۔ ہم میں سے ہر شخص دماغ رکھتا

ہے سب کے تلی، دل اور پھیپھڑے ایک سے ہیں، اور یہ نام نہاد اخلاقی خصوصیات بھی سب میں یکساں ہیں۔ تھوڑے بہت معمولی فرق سے کچھ نہیں ہوتا۔ ایک واحد انسان کی مثال کو سامنے رکھنا تمام انسانوں کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ انسان جنگل کے درختوں کی طرح ہیں۔ کوئی بھی ماہر نباتات ایک ایک برچ کے پیڑ کا انفرادی مطالعہ نہیں کرے گا۔"

کاتیا نے جواب تک بڑے اطمینان سے ایک ایک کرکے پھولوں کو سجا رہی تھی اپنی آنکھیں بزاروف کی طرف اٹھائیں اور متحیر آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ جب اس کی آنکھیں بزاروف کی تیز اور بے پروا نظروں سے ملیں تو اس کے کان تک سرخ ہوگئے۔ انا سرگے یفنا نے اپنے سر کو جنبش دی۔

"جنگل کے درخت" اس نے دہرایا "تو تمھارے خیال کے مطابق احمق اور ذہین آدمی میں، نیک طینت اور بدطینت انسان میں کوئی فرق نہیں ہے؟"

"نہیں، فرق ہے، جیسے ایک مریض اور صحت مند آدمی کا فرق۔ ایک مدقوق انسان کا پھیپھڑا میرے یا آپ کے پھیپھڑے کی حالت میں نہیں حالانکہ دونوں ایک ہی طرح سے بنے ہیں۔ میں کم و بیش جانتا ہوں کہ جسمانی بیماریاں کیوں کر پیدا ہوتی ہیں۔ اخلاقی بیماریاں ناقص تعلیم اور دوسری تمام خرافات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں، جو ان کے سروں پر بچپن ہی سے ٹھونس دی جاتی ہیں ـــ ہاں یہ بیماریاں سماج کی خرابی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ مختصر یہ کہ سماج کی اصلاح کر دیجیے اور بیماریاں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔"

بزاروف نے کچھ اس طرح یہ سب کچھ کہا کہ جیسے وہ اس دوران میں برابر

یہ سوچ رہا تھا "یا در کرو یا نہ کرو تمھاری مرضی۔ میرے لئے دونوں برابر ہے"
اس نے آہستہ آہستہ اپنی انگلیوں کو اپنی داڑھی پر دوڑایا اور اس کی آنکھیں چاروں طرف کمرے میں آوارہ پھرتی رہیں۔

"اور تم اس نتیجے پر پہنچے ہو" اناسہر گے یفنتہ نے کہا، "جب سماج کی اصلاح ہو جائے گی تو نہ کوئی احمق باقی رہے گا نہ کوئی بیہودہ انسان"

"کسی بھی حال میں اگر سماجی نظام صحیح ہوگا تو پھر ایک انسان احمق ہو یا ذہین بدمعاش ہو یا اچھا۔ ایک ہی بات ہو گی"

"ہاں، یہ میں جانتی ہوں کہ ان سب کی تلی ایک ہی سی ہو گی"

"ایسا ہی سمجھ لیجئے مادام"

مادام اودن تسوف ارکادی کی طرف مڑی "اور تمھارا کیا خیال ہے ارکادی نکولائی دیچ؟"

"میں یفت گینی سے اتفاق کرتا ہوں"

کاتیا نے اس کی طرف اپنی پلکوں کے نیچے سے دیکھا۔

"تم لوگوں نے تو مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے" مادام اودن تسوف نے تبصرہ کیا "لیکن ہم ایک ساتھ اور بھی باتیں کریں گے۔ لیکن اب میں چائے پینے کے لئے خالہ کے آنے کی چاپ سن رہی ہوں۔ ہمیں اس سے محفوظ رکھنا چاہیے"

اناسہر گے یفنہ کی خالہ شہزادی ایچ ـــــــ نامی قد کی پتلی دبلی عورت تھی چہرہ زدھا ہوا اور ایک مٹھی کی طرح جکڑا ہوا۔ بھوری پلکوں سے جھانکتی اور گھورتی ہوئی، بد نظر آنکھیں تنہ اندر آئی اور مشکل سے مہمانوں کی طرف ذرا سا جھکی

اور مخمل کے غلاف سے ڈھکی ہوئی بڑی سی آرام کرسی میں گر پڑی۔ جس میں سوائے اس کے اور کسی کو بیٹھنے کا حق نہ تھا۔ کاتیا نے اس کے پیروں کے نیچے ایک مونڈھا رکھ دیا۔ اس بوڑھی عورت نے اس کا شکریہ بھی ادا نہیں کیا۔ اس کی طرف دیکھا بھی نہیں صرف اس کا ہاتھ زرد شال کے نیچے ذرا سا تھرایا۔ جس میں اس کا پورا کمزور جسم لپٹا ہوا تھا۔ شہزادی کو زرد رنگ مرغوب تھا۔ اس کی ٹوپی میں بھی ایک زرد رنگ کا چمکیلا فیتہ لگا ہوا تھا۔

"خالہ جان، آپ کو کیسی نیند آئی؟" مادام اودن تسوف نے اپنی آواز کو بلند کرتے ہوئے کہا۔

"وہ کتا پھر یہاں آگیا" وہ بوڑھی عورت جواب میں بڑبڑائی۔ اور یہ دیکھ کر فیفی بہت ہی جھجھکتے ہوئے قدموں کے ساتھ اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ چلانے لگی ــــ "سی سی ـــ سی سی"

کاتیا نے فیفی کو پکار لیا اور اس کے لئے دروازہ کھول دیا۔

فیفی باہر ٹہلنے کے لئے جانے کی امید میں خوش ہو کر باہر دوڑا لیکن جب اسے دروازے کے باہر تنہا چھوڑ دیا گیا تو اس نے دروازے کو نوچنا اور غرانا شروع کر دیا۔ شہزادی نے اپنی ناک بھوؤں چڑھالیں۔ کاتیا باہر جانے لگی۔

"میرے خیال میں چائے تیار ہے" مادام اودن تسوف نے کہا۔

"آئیے، آپ صاحبان، کیوں خالہ جان، آپ چائے کے لئے چلیں گی؟"

شہزادی بغیر کچھ بولے کرسی سے اٹھ گئی اور سب کے آگے آگے بیٹھک سے باہر نکل گئی۔ وہ سب اس کے پیچھے پیچھے کھانے کے کمرے میں پہنچے وردی پہنے

ہوئے ایک کم عمر خدمتگار نے ایک گدے دار آرام کرسی کو جو شہزادی کے لئے
وقف تھا میز سے ایک آواز کے ساتھ پیچھے کھینچا اور وہ اس میں دھنس گئی۔
کاتیا نے چائے بناتے ہوئے سب سے پہلے اس کی پیالی میں چائے بنا کر بڑھائی
جس پر چمکیلے پھولوں کے گچھے کے نقوش ابھرے ہوئے تھے۔ بوڑھی عورت نے
چائے میں تھوڑا سا شہد ڈالا (وہ چائے میں شکر ملانے کو فضول خرچی اور
جرم سمجھتی تھی حالانکہ اس نے کبھی کسی پر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا تھا) اور
اچانک اپنی بھاری آواز میں پوچھا "اور پولس آئیوچ نے کیا لکھا ہے؟"

کسی نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ بزاروف اور ارکادی نے جلد ہی
بھانپ لیا کہ اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کرتی تھیں گرچہ اس کا بڑا
احترام کرتی تھیں۔

"اس کے اعلیٰ خاندان ہونے کی وجہ" بزاروف نے سوچا ……

چائے کے بعد انا سرگئیونے سیر کا مشورہ پیش کیا۔ لیکن ہلکی ہلکی بارش
شروع ہو گئی اور شہزادی کے سوا باقی پوری ٹولی بیٹھک میں واپس آ گئی
وہ تاش کا شیدائی ہمسایہ بھی آ دھمکا۔ اس کا پورا نام تھا پورفری پلاتیچ
وہ ایک ٹھگنا سا بھورے رنگ کا آدمی تھا جس کی ٹانگیں چھوٹی اور پتلی پتلی
تھیں۔ وہ بہت ہی ملنسار، خوش اخلاق اور پر لطف تھا۔ انا سرگئیونے جو
اب تک خاص طور پر بزاروف سے باتیں کر رہی تھی اس سے پوچھا کہ کیا وہ
پرانے طریقے کے مطابق تاش بازی کے مقابلے کے لئے تیار ہے۔ بزاروف
نے حامی بھری اور کہا کہ اسے بھی ایک "دیہاتی ڈاکٹر" کی حیثیت سے اپنے فرائض

کی ادائگی کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔"

"تمہیں ہوشیار رہنا چاہئے" انا سرگئیونے کہا "میں اور پورفری پلاتیچ
تمہیں مات دے دیں گے۔ اور ہاں تم کاتیا" اس نے کاتیا سے کہا "تم ارکادی
نکولائیچ کو کچھ دھن بجا کر سناؤ۔ وہ سنگیت کا شیدائی ہے، اور ہم بھی ذرا سنیں گے۔"

کاتیا مرضی کے خلاف پیانو کے پاس گئی اور ارکادی جو واقعی سنگیت
کا شیدائی تھا اس کے پیچھے پیچھے اپنی خواہش کے خلاف گیا۔ اسے ایسا محسوس
ہوا کہ مادام اودن تسوف اسے اپنے آپ سے دور کر رہی تھی۔ اور اس عمر
کے ہر نوجوان کی طرح اس نے اپنے دل میں جذبات کی ایک مبہم سی اذیت
ناک لہر کو اٹھتے ہوئے محسوس کیا جیسے آغاز محبت کی پہلی ہوک اٹھ رہی ہو۔
کاتیا نے پیانو کے ڈھکن کو اٹھایا اور ارکادی کی طرف دیکھے بغیر دھیمی آواز
میں بولی۔

"میں کیا بجاؤں آپ کے لئے؟"

"جو آپ کی مرضی" ارکادی نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"کس قسم کی موسیقی آپ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟" کاتیا نے اپنا لہجہ
بدلے بغیر دہرایا۔

"کلی" ارکادی نے اسی لہجے اور آواز میں جواب دیا

"کیا تمہیں موزارت پسند ہے؟"

"جی ہاں۔"

کاتیا نے موزارت کی سوناٹا فنتاسیا کی دھن بجانی شروع کی۔ وہ

بہت اچھا بجاتی تھی۔ گرچہ وہ آج ضرورت سے زیادہ احتیاط اور صحت کے ساتھ بجا رہی تھی۔ وہ سیدھی بے حرکت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں پٹریوں پر جمی ہوئی تھیں اور اس کے ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے۔ البتہ سوناتا کے اختتام پر اس کا چہرہ دمک اٹھا۔ بال ڈھیلے ہو گئے اور بالوں کا ایک گچھا اس کی بھوں پر آ کر جھولنے لگا۔

ارکادی پر خاص طور پر سوناتا کے آخر میں بہت اثر ہوا۔ جبکہ ایک مسحور کن بے روک نغمے کی لہروں میں سے اچانک ایک درد بھری ــــ حزنیہ ٹیس سی رسنے لگی تھی ــــــ لیکن اس کے اندر موزارت کے نغمے سے پیدا ہونے والے تاثرات کا کوئی تعلق کاتیا سے نہ تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے صرف سوچا "ہاں یہ جوان لڑکی کوئی برا نہیں بجاتی اور دیکھنے میں کوئی بری نہیں۔"

جب وہ سوناتا ختم کر چکی تو پٹریوں سے اپنی انگلیاں ہٹائے بغیر کاتیا نے پوچھا "کیا یہ کافی ہے؟" ارکادی نے کہا کہ وہ اب زیادہ زحمت دینے کی جرأت نہیں کر سکتا اور اس سے موزارت کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ اس نے اس سے پوچھا کہ اس نے خود ہی اس سوناتا کا انتخاب کیا ہے یا کسی نے اسے بتایا تھا لیکن کاتیا نے اس کی بات کا جواب آپ ہی آپ بدیدا کر دیا۔ وہ اپنے آپ میں کھو گئی اور پھر اپنے گوشے میں واپس آ گئی۔ جب اس کے ساتھ کبھی ایسا ہوتا تو پھر مشکل سے باہر آتی۔ ایسے موقعوں پر اس کے چہرے پر ایک ضدی سی کیفیت طاری ہو جاتی اور وہ نری احمق سی نظر آنے لگتی۔ یہ تو نہیں تھا کہ وہ بہت شرمیلی تھی۔ لیکن اس میں جھجک ضرور تھی بلکہ ایک حد تک وہ اپنی بہن سے بہت مرعوب رہتی تھی۔

جس نے اس کی تعلیم و تربیت کی تھی اور اس کا شبہ بھی نہیں کیا تھا۔ آخرکار ارکادی نے فیفی کو پکارا اور یہ دکھانے کے لئے کہ وہ بالکل بے تکلف تھا ایک مسکراہٹ کے ساتھ اسے تھپتھپانے لگا۔

کاتیا پھر اپنے پھولوں کے ساتھ کھیلنے میں مصروف ہو گئی۔

اس دوران میں بزاروف مات پر مات کھا رہا تھا۔ انا سرگیئفنہ بڑی استادی کے ساتھ تاش کھیل رہی تھی۔ پورفری پلوتیچ بھی اپنے آپ کو کھیل میں نباہے جاتا تھا۔ بزاروف نے جو رقم ہاری تھی وہ اپنے طور پر تو معمولی رقم تھی، مگر اس کے لئے اس کا کھونا کچھ خوشگوار نہ تھا۔ کھانے پر انا سرگیئفنہ نے پھر گفتگو کا رخ علم نباتات کی بحث کی طرف موڑ دیا۔

"کل صبح ہم لوگ سیر کو چلیں گے" اس نے اس سے کہا "میں چاہتی ہوں کہ تم مجھے پھولوں اور پودوں کے لاطینی نام سکھا دو۔"

"لاطینی ناموں سے آپ کو کیا لینا ہے؟" بزاروف نے پوچھا

"ہر چیز میں ایک ربط ایک ترتیب کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"ربط، ہاں ہر چیز میں۔"

"انا سرگیئفنہ بھی ایک لاجواب عورت ہے" جب دونوں اپنے کمرے میں پہنچے جہاں ان کے رہنے کا انتظام ہوا تھا تو ارکادی نے چہک کر کہا۔

"ہاں" بزاروف نے جواب دیا "ایک ایسی عورت جس کے سر میں بھیجا بھی ہے اور جس نے زندگی کی سرد و گرم بھی دیکھی ہے۔"

"یعنی ــــ کیا مطلب ہے تمھارا اس سے۔"

"اچھا مطلب، اچھا مطلب —— میرے پیارے دوست، انکولائی پیرزنہ
میں سمجھتا ہوں وہ اپنی جاگیر کا انتظام بھی اچھا کرتی ہے۔ لیکن جو چیز شان دار
ہے وہ اس میں نہیں بلکہ اس کی بہن میں ہے۔"

"وہ کالی کلوٹی لڑکی؟"

"ہاں وہ کالی کلوٹی لڑکی۔ اب وہ بالکل شاداب اور اچھوتی ہے
شرمیلی اور سب کچھ! اسے تربیت دے کر خوب ابھارا جا سکتا ہے۔ وہ
ذرا سی کوشش سے ایک بہت اچھی لڑکی بن سکتی ہے۔ لیکن دوسری میں
وہ تو باسی کڑھی ہے۔"

ارکادی نے بزاروف کی باتوں کا جواب نہیں دیا اور دونوں اپنے
اپنے خیالات میں کھوئے ہوئے اپنے بستر میں سو گئے۔

انا سرگے یفنا بھی اس شام اپنے مہمانوں کے بارے میں سوچتی رہی
اس نے بزاروف کو بے ساختگی اور اس کے واضح نظریات کی وجہ سے بہت
پسند کیا۔ اس نے اس میں کچھ انوکھی بات محسوس کی جو اس سے پہلے اسے
دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اور وہ اس وجہ سے متجسس تھی۔

انا سرگے یفنا ایک عجیب فطرت کی عورت تھی۔ اس کے اندر کسی قسم کا
تعصب نہ تھا۔ نہ کوئی خاص عقیدہ۔ لیکن وہ کسی چیز کو حاصل کرنے کے لئے
نہ اپنے راستے سے ہٹتی اور نہ کسی کو راستہ دیتی۔

اس نے بہت سی چیزیں بہت قریب سے دیکھی تھیں۔ وہ بہت سی
چیزوں سے دلچسپی رکھتی تھی۔ لیکن وہ کسی چیز سے پورے طور پر مطمئن نہیں

تھی سچی بات تو یہ ہے کہ وہ کبھی مکمل تسکین چاہتی بھی نہ تھی۔ اس کے ذہن میں
تجسس اور لاپروائی بھری ہوئی تھی۔ اس کے شکوک کبھی تسلی پا کر بالکل ختم نہیں
ہوتے تھے۔ اور نہ اتنا شدید ہوتے کہ وہ اپنا چین کھو بیٹھتی۔ اگر وہ امیر نہ ہوتی
تو ممکن تھا کہ وہ اپنے آپ کو جدوجہد کے حوالے کر بیٹھتی اور جذباتی بن جاتی
لیکن اس کی زندگی آرام و آسائش سے پر تھی جس سے کبھی کبھی وہ اکتا جاتی تھی
اور اپنے منصوبوں اور کاموں کے ساتھ اپنے دن بتاتی رہتی۔ جلد بازی سے
بے نیاز، خاموش۔ شاذ و نادر ہی اس میں کسی قسم کا انتشار پیدا ہوتا۔ بعض مرتبہ
اس کی آنکھوں میں بھی خوابوں کی دھنک لہرانے لگتی لیکن جب وہ مٹ
جاتی تو وہ اور اطمینان کی سانس لیتی اور اسے کوئی رنج نہ ہوتا۔ اس کے
تصورات اکثر ان حدود سے بھی تجاوز کر جاتے جو روایتی اخلاق نے کھینچ رکھی
ہیں۔ لیکن اس وقت بھی اس کے دلکش، پرسکون اور سحر انگیز جسم میں خون
اسی سکون کے ساتھ گردش کرتا۔ بعض مرتبہ جب وہ نہا کر اپنے خوشبودار غسل خانے
سے نکلتی تو اس وقت اس میں ایک طرح کی گرمی اور توانائی پیدا ہو جاتی۔ اور
وہ پڑی پڑی زندگی کی بے ثباتی، غم و اندوہ، جفاکشی اور گھٹن کے بارے میں
سوچنے لگتی —— اس کی روح میں ایک نئی جرأت، نیا حوصلہ پیدا ہو جاتا
اور پوری شدت کے ساتھ اس کے جذبات میں رچنے لگتا۔ لیکن پھر نیم وا کھڑکی سے
ہوا کا ایک تیز جھونکا اندر آتا اور وہ پھر اپنے آپ میں واپس آجاتی۔ سکڑ جاتی
مغموم ہو جاتی اور جھنجلا اٹھتی —— اور اس وقت اسے صرف ایک چیز کی
خواہش پیدا ہوتی —— اور وہ یہ کہ وہ کسی طرح ہوا کے اس جھونکے سے

نجات پا جائے۔

ان تمام عورتوں کی طرح جو اپنی محبتوں میں ناکام رہی ہیں، وہ کچھ چاہتی تھی۔ لیکن کیا چاہتی تھی وہ یہ بھی نہ جانتی تھی۔ اگر گہرائی سے دیکھا جائے تو وہ کچھ نہ چاہتی تھی لیکن محسوس کرتی تھی۔ وہ ہر چیز چاہتی تھی۔ وہ اوڈن تسوت مرحوم کو بڑی مشکل سے برداشت کر لی تھی (اس نے اس سے محض مصلحت کی بنا پر شادی کر لی تھی۔ حالانکہ اگر وہ اسے ایک اچھا آدمی نہ سمجھتی تو ہرگز شادی نہ کرتی) اور اس کے اندر تمام مردوں کے لئے ایک بیزاری اور اجتناب سا پیدا ہو گیا تھا جن کو اپنے تصور میں صرف ایک بے سلیقہ، بھاری بھرکم، اونگھتے ہوئے اور کمزور چمچوا انسان کی شکل میں دیکھتی تھی۔ ایک مرتبہ جب وہ ملک سے باہر سیر و سیاحت میں محو تھی۔ تو اس کی ملاقات سویڈن کے بہت ہی حسین جوان سے ہوئی تھی جو دیکھنے میں بڑا جرأت آزما معلوم ہوتا تھا۔ اس کی نیلی آنکھیں خلوص سے بھری ہوئی اور بھویں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس نے اس کو زبردست طور پر متاثر کیا تھا لیکن وہ بھی روس آنے سے نہیں روک سکا تھا۔

"یہ ڈاکٹر بھی عجیب شخص ہے" وہ اپنے قیمتی اور آراستہ بستر میں جھالر دار تکیے پر سر رکھے ہوئے سوچ رہی تھی۔ انا سرگے یفنا میں شان و شوکت کا رجحان اپنے باپ سے ورثے میں ملا تھا۔ وہ اپنے بدقماش لیکن نیک طینت باپ کو دل سے چاہتی تھی اور اس کا باپ اسے بت کی طرح پوجتا تھا۔ وہ اسے بعض مرتبہ بالکل دوستانہ طور پر چھیڑتا بھی۔ اسے اپنا رازدار بناتا اور اس سے صلاح و مشورے کرتا جیسے وہ اس کی برابر کی دوست ہو۔ اپنی ماں اسے مشکل

سے یاد آتی۔

"یہ ڈاکٹر بھی عجیب انسان ہے" اس نے آپ ہی آپ اسے دہرایا۔ اس نے اپنی ٹانگیں پھیلا دیں اور اپنے دونوں ہاتھوں کو سر کے پیچھے لے جا کر باندھ لیا۔ پھر وہ ایک مہمل سے فرانسیسی ناول کے دو صفحوں پر اپنی آنکھیں دوڑاتی رہی ——— اس کے بعد اس کے ہاتھوں سے ناول گر گیا ——— اور وہ نیند کی آغوش میں چلی گئی۔ نکھری ہوئی اور پاکیزہ، مہین کپڑوں میں ملبوس۔

دوسرے دن کھانا کھانے کے بعد فوراً وہ بزاروف کے ساتھ پیڑ پودوں کے معائنہ پر باہر چلی گئی۔ ارکادی باہر نہیں گیا اور اس نے ایک گھنٹہ کاتیا کے ساتھ بتایا۔ اس نے اس کے ساتھ اکتاہٹ محسوس نہیں کی۔ کاتیا نے خود ہی پچھلے دن کا سوناتا دوبارہ سنانے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن جب مادام اوڈن تسوت واپس آئی اور اس کی نظر اس پر پڑی تو اس نے اپنے اندر ایک ہوک سی محسوس کی۔ وہ باغ کی طرف سے تھکے تھکے قدموں کے ساتھ آ رہی تھی۔ اس کے رخسار سرخ تھے اور اس کی آنکھیں گھاس کی ٹوپی کے نیچے معمول سے زیادہ چمک رہی تھیں۔ وہ اپنی انگلیوں سے ایک جنگلی پھول کی ڈنڈی کو جلدی جلدی گھما رہی تھی۔ اس کا چغہ کہنیوں تک پھسل آیا تھا اور اس کی ٹوپی کے بھورے فیتے اس کے سینے پر لٹک رہے تھے۔ بزاروف اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ حسبِ معمول اس میں وہی خوداعتمادی اور بے نیازی موجود تھی۔ لیکن اس کے چہرے پر جو ایک انبساط اور دوستانہ جذبات کی جھلک پیدا ہو گئی تھی۔ ارکادی کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ پیسے دانت

پہنچ کر" آداب عرض ہے" کہتا ہوا بزاروف اپنے کمرے میں چلا گیا، اور
مادام اودِن تسوف نے کچھ کھوئے ہوئے انداز میں اس سے ہاتھ ملایا، اور پھر
آگے بڑھ گئی۔

"آداب عرض ہے" ارکادی نے سوچا ——— "جیسے آج صبح ہم ایک
دوسرے سے ملے ہی نہ تھے ——— ہونہہ"

۱۷

یہ ایک مشہور بات ہے کہ کبھی تو وقت چڑیا کی طرح پرواز کرتا چلا جاتا
ہے اور کبھی کیڑے کی طرح رینگنے لگتا ہے۔ لیکن آدمی کی مسرت کا لمحہ وہ ہوتا
ہے جب اسے اس کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ وقت تیزی سے گزر رہا ہے یا سستی سے۔
اسی طرح ارکادی اور بزاروف کے پندرہ دن کچھ اسی انداز سے گزرے۔
یہ کسی حد تک نتیجہ تھا اس ربط و نظام کا جو اس نے اپنے گھر اور زندگی میں
پیدا کر رکھا تھا۔ وہ خود اس نظام پر سختی سے عمل کرتی اور دوسروں کو بھی
اس کا پابند ہونے پر مجبور کرتی۔ دن کے وقت ہر کام اپنے مقررہ وقت پر
ہوتا تھا۔ صبح کے وقت تقریباً آٹھ بجے سب چائے پینے کے لئے اکٹھے ہوتے
چائے کے بعد کھانے کے وقت تک جس کا جو جی چاہتا کرتا۔ خود ان کی میزبان
اس وقت اپنے کارندے (جاگیر کا انتظام ٹھیکے پر ہوتا تھا) اپنے مہتمم اور
گھر کی منتظمہ کے ساتھ مصروف رہتی۔ رات کے کھانے سے پہلے یہ گروہ گپ بازی
یا پڑھنے پڑھانے کے لئے اکٹھا ہوتا۔ شام کا وقت سیر و تفریح، تاش اور موسیقی

کہ اناسرگے یفنہ اس میں دلچسپی لے رہی تھی۔ وہ جلدی ہی غصے میں بھڑک اٹھتا
اور چڑچڑا نظر آتا۔ وہ ایک جگہ نچلا نہ بیٹھ پاتا تھا، جیسے کسی اندرونی تناؤ نے
اسے مٹھی میں جکڑ رکھا تھا۔ دوسری طرف ارکادی جسے اس بات کا یقین ہو گیا
تھا کہ وہ اودن تسوف کی محبت میں گرفتار ہو گیا تھا، ایک ہلکی ہلکی مایوسی میں
مبتلا ہونے لگا تھا۔ لیکن اس اداسی نے، بہرنوع، اسے کاتیا کا دوست بننے
سے باز نہ رکھا۔ بلکہ یہ چیز اسے کاتیا سے دوستی پیدا کرنے، اس سے قریب ہونے
کے لئے اکساتی تھی۔ "وہ مجھے نہیں پسند کرتی؟ —— اچھا تو یہی سہی ——
لیکن یہاں ایک اچھی لڑکی ہے جو مجھ سے بیزاری نہیں دکھاتی۔" وہ سوچتا
اور اس کے دل میں پھر ایک بار جذبات کی بے پناہ مٹھاس پیدا ہو جاتی۔ کاتیا
کچھ کچھ مبہم طور پر یہ محسوس کرتی کہ ارکادی اس میں ایک قسم کی تسکین ڈھونڈھنے
کی کوشش کرتا۔ اور وہ اسے یا خود کو ایک کچھ کچھ شرمیلی اور نیم رازدارانہ دوستی
سے بھری ہوئی رفاقت سے پیدا ہونے والی معصوم لذت سے محروم نہ کرتی۔ وہ
اناسرگے یفنہ کی موجودگی میں آپس میں بات چیت نہ کرتے۔ کاتیا اپنی بہن کی تیز
نگاہوں کے سامنے بالکل سہم کر رہ جاتی۔ اور ارکادی ہر محبت کرنے والے
انسان کی طرح اپنے محبوب کے علاوہ اور کسی چیز کا خیال نہ رکھتا لیکن جب
وہ کاتیا کے ساتھ تنہا ہوتا تو بڑی خوشی سی محسوس کرتا۔ اسے اس کا
احساس تھا کہ اس میں مادام اودن تسوف کے حاصل کرنے کی قوت نہیں تھی
وہ جب اس کے پاس تنہائی میں ہوتا تو جھینپ سی محسوس کرتا اور گھبرا اٹھتا
اور اس کی سمجھ میں نہ آتا ارکادی سے کیا بات کرے۔ وہ اس کے لئے بھی

کے لئے وقف تھا۔ ساڑھے دس بجے شب میں اناسرگے یفنہ اپنے کمرے چلی
جاتی، دوسرے دن کے لئے ہدایتیں دیتی اور سو رہتی۔ بزاروف اس بے
تکی اور نمائشی طمطراق والی پابندی کو روزانہ کی زندگی میں ناپسند کرتا تھا
"یہ تو ریل کی پٹریوں پر چلنا ہو گیا" وہ کہا کرتا۔ وردی پہنے ہوئے خدمتگار
اور شائستہ مہتمم کو دیکھ کر اس کے جمہوری جذبات کو صدمہ پہنچتا تھا۔ وہ
کہا کرتا کہ اگر ایک شخص یہاں تک پہنچ سکتا ہے تو وہ انگریزی طرز پر کھانا
بھی کھا سکتا ہے —— بے دم دار کوٹ اور سفید ٹائی میں۔ اس نے ایک
بار انا سے اس موضوع پر بات چیت بھی کی۔ اس کا رویہ کچھ ایسا لگتا تھا کہ
کوئی بھی اس کے سامنے اپنے خیالات کے اظہار میں جھجک نہیں محسوس کرتا تھا۔
اس نے اس کی تمام باتیں اطمینان سے سنیں اور جب وہ ختم کر چکا تو اس نے
کہا "اپنے نقطۂ نظر سے تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ صحیح ہے —— اور شاید
اس حیثیت سے میں ضرورت سے زیادہ کمزور عورت ہوں۔ لیکن اس دیہات
میں اس نظام اور ضبط کے بغیر آدمی رہ نہیں سکتا —— ورنہ آدمی کو
اکتاہٹ کھا جائے گی۔ وہ اپنے راستے پر چلتی رہی۔ بزاروف بڑبڑاتا لیکن
اس کی اور ارکادی کی زندگی اتنے مزے میں کٹ رہی تھی۔ اس کی وجہ وہی تھی
کہ وہاں ہر چیز "بڑی باضابطگی سے ہوتی" لیکن ان سب چیزوں کی وجہ دونوں
جوان دوستوں میں جب سے وہ نکولسکوئے میں آکر رہے تھے ایک تبدیلی پیدا
ہو گئی تھی۔ بزاروف میں ایک طرح کی ایسی اضطراری کیفیت پیدا ہو گئی تھی
جو اس سے پہلے اس کے اندر کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی اور یہ صاف ظاہر تھا

بہت نو عمر تھا۔ دوسری طرف کاتیا کے ساتھ وہ اپنے آپ کو بے تکلف محسوس کرتا۔ وہ اس کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرتا۔ موسیقی، ناول، نظمیں اور دوسری چھوٹی چھوٹی چیزوں سے جو اثر اس کے اوپر پڑتا، اس کے اظہار کے لئے وہ اس کا حوصلہ بڑھاتا اور وہ یہ محسوس بھی نہ کر پاتے کہ یہی وہ چھوٹی چھوٹی چیزیں تھیں جن سے اسے خود بھی دلچسپی تھی۔ کاتیا اپنے طور پر اپنی اداسی کو دور کرنے کی کوشش نہ کرتی۔ ارکادی کاتیا سے مانوس تھا اور مادام اودن تسوف سے بزاروف۔ اس لئے عام طور پر یہ ہوتا تھا کہ دونوں جوڑے تھوڑی دیر کے لئے ایک دوسرے کے قریب آتے اور پھر اپنے اپنے راستے پر ہو لیتے۔ خاص طور پر سیر کے دوران میں ایسا ہی ہوتا۔ کاتیا قدرتی نظاروں پر فریفتہ تھی اور ارکادی بھی ان کا دلدادہ۔ لیکن وہ اس کے اعتراف کی جرأت نہ کرتا تھا۔ مادام اودن تسوف بزاروف کی طرح قدرت کے حسن سے کوئی لگاؤ نہ رکھتی تھی۔ دونوں دوستوں کی مسلسل جدائی بغیر رنگ لائے نہ رہی دونوں کے تعلقات میں تبدیلی پیدا ہونے لگی۔ بزاروف نے ارکادی سے مادام اودن تسوف کے بارے میں گفتگو کرنا بھی چھوڑ دیا۔ اب وہ اس کے رئیسانہ طور و طریق پر لعن طعن بھی نہ کرتا۔ کاتیا کے البتہ وہ پہلے ہی کی طرح گن گاتا۔ اور اسے اس کے جذباتی رجحانات کے روکنے کی تلقین کرتا لیکن اس کی تعریفیں جلد بازی سے بھری ہوتیں۔ اس کے مشورے خشک ہوتے اور ویسے عام طور پر وہ ارکادی سے بہت کم باتیں کرتا —— اور ایسا معلوم ہوتا کہ وہ اس سے کترانا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ کچھ اکتا سا گیا

سی محسوس کرتا ہے۔

اس "نئے پن" کی اصلی وجہ وہ احساس تھا جو مادام اودن تسوف نے اس میں جگا دیا تھا۔ ایک ایسا احساس جو اس کے لئے اذیت دہ تھا اور اسے دیوانہ بنائے جا رہا تھا۔ اور اگر کوئی ذرا سا ہلکے سے بھی اس سے اس کی طرف اشارہ کرتا کہ اس میں کیا چیز پیدا ہو رہی تھی تو وہ ایک حقارت آمیز قہقہے اور خشک مزاجانہ ملامت کے ساتھ اس سے انکار کر دیتا۔ بزاروف عورتوں کا اور نسوانی حسن کا شیدائی تھا۔ لیکن وہ عینی محبت کو بلکہ جیسا کہ وہ خود کہتا تھا روحانی محبت کو دماغ کا خلل، ایک ناقابل معافی حماقت سمجھتا تھا۔ وہ جانبازانہ جذبات کو ایک طرح کی بیماری سمجھتا تھا۔ وہ کئی بار اس بات پر تعجب کا اظہار کر چکا تھا۔ توغن برگ اور دوسرے تمام جرمنی کے بارھویں صدی سے چودھویں صدی کے رومانی شاعر پاگل خانے میں کیوں نہ بند کر دیئے گئے تھے "اگر کسی عورت کا جادو چل جائے" وہ کہا کرتا "تو پھر کوشش کرو اور اپنا مقصد حاصل کر لو —— جب دیکھو کامیابی نہیں ہو سکتی تو پھر اپنی پیٹھ موڑ لو —— سمندر میں بہت سی اچھی مچھلیاں ہیں" مادام اودن تسوف کا جادو اس پر چل گیا تھا۔ اس کے بارے میں طرح طرح کی مشہور باتیں، اس کی آزاد خیالی، اس کے لئے اس کی پسندیدگی۔ یہ سب کچھ اس کی موافقت میں تھا۔ لیکن اسے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ وہ اسے حاصل نہیں کر سکتا" اور جب اس نے اس کی طرف سے منہ موڑنا چاہا تو یہ محسوس کر کے بہت حیران ہوا کہ اس کے بس کی بات نہ تھی۔ اگر وہ اس کے بارے میں ذرا سا سوچتا بھی تو اس کے

خون میں گرمی پیدا ہو جاتی تھی۔ وہ بہت آسانی سے اپنے اوپر قابو پا سکتا تھا لیکن اس کے اندر کوئی اور چیز تھی جو جڑ پکڑ رہی تھی۔ ایک ایسی چیز جس کا اس نے کبھی اعتراف نہیں کیا تھا جس کا اس نے ہمیشہ مذاق اڑایا تھا۔ ایک ایسی چیز جس پر اس کا سارا غرور بغاوت پر آمادہ ہو جاتا تھا۔ انا سرگے یفنہ سے اپنی گفتگو کے دوران میں وہ ہمیشہ زیادہ سختی سے ہر خیالی اور رومانی چیز کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار کرتا تھا۔ لیکن جب وہ تنہا ہوتا تو اسی عینیت پرستی کو خود اپنے اندر جڑ پکڑتے ہوئے محسوس کرتا۔ تب وہ جنگل کی طرف نکل جاتا اور لمبے لمبے قدم بھرتا ہوا اس کے چکر لگاتا۔ ان ٹہنیوں کو توڑ پھینکتا جو اس کے راستے میں آتیں۔ اور وہ سانسوں ہی سانسوں میں اسے اور اپنے آپ کو کوستا اور ملامت کرتا۔ یا پھر وہ گھتے کے پیال میں گھس جاتا اور جبراً اپنی آنکھیں بند کر کے زبردستی سونے کی کوشش کرتا۔ جس میں اسے ہمیشہ کامیابی نصیب نہ ہوتی۔ اچانک وہ خوبصورت بھرے بھرے ہاتھ اس کے تصور میں ابھرتے اور اس کی گردن میں حائل ہو جاتے وہ اس کے مغرور لب اس کے بوسوں کا جواب دیتے۔ وہ اس کی ذہین آنکھیں نزاکت سے بھری ہوئی، ہاں نزاکت سے بھری ہوئی آنکھیں اس کی آنکھوں میں اتر جاتیں ——— اور اس کا سر ناچ اٹھتا اور وہ ایک لمحے کے لئے اپنے آپ کو بھول جاتا یہاں تک کہ اس کے اندر پھر غصے کی آگ بھڑک اٹھتی۔ وہ ہر طرح شرمناک خیالات سے حوط کر رہ جاتا اور معلوم ہوتا کہ شیطان اس کا مذاق اڑانے کے لئے اسے ان کی طرف بھگائے لئے جا رہا تھا۔ کبھی کبھی

وہ سوچتا کہ مادام اودن سوف میں بھی ایک تبدیلی پیدا ہو رہی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو رہی ہے ——— اور یہ کہ شاید ——— اور یہاں پہنچ کر وہ اپنے پاؤں زمین پر پٹک کر کھڑا ہو جاتا اور اس کے دانت جکڑ جاتے اور مٹھیاں بھنچ جاتیں۔

لیکن اس سلسلے میں بزاروف سراسر غلطی پر نہ تھا۔ وہ مادام اودن سوف کے تصور میں بسا رہتا۔ وہ اس میں دلچسپی لے رہی تھی، اور اس کے بارے میں بہت کچھ سوچا کرتی تھی۔ اس کی عدم موجودگی میں اس میں اکتاہٹ تو پیدا نہ ہوتی لیکن وہ اس کے آنے کا بے صبری سے انتظار کرتی۔ اور اس کو دیکھ کر ہمیشہ اس کے اندر بڑی زندگی پیدا ہو جاتی۔ وہ اس وقت بھی اس کے ساتھ تنہا رہنا اور باتیں کرنا پسند کرتی جبکہ وہ اسے اپنی حرکتوں سے جھنجھلاتا اور اس کے ذوق کو، اس کی مہذب عادتوں کو صدمہ پہنچاتا گویا وہ بہ یک وقت اسے پرکھنا اور اپنا تجزیہ بھی کرنا چاہتی تھی۔

ایک دن جب وہ اس کے ساتھ باغ میں چہل قدمی کر رہا تھا تو اچانک اس نے اپنی ترش آواز میں کہا کہ وہ جلد اپنے باپ کے گھر جانے کا ارادہ رکھتا تھا ——— وہ سفید پڑ گئی جیسے اس کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی ہو۔ ایک ایسی ٹیس جس پر وہ حیران تھی۔ اور جس کے بارے میں وہ سوچ رہی تھی کہ آخر اس کے کیا معنی ہیں؟ بزاروف نے اپنے جانے کے بارے میں اس سے محض آزمائش کے طور پر اور یہ جانچنے کے لئے نہیں کہا تھا کہ اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ وہ کبھی جھوٹے بہانے نہیں گھڑتا تھا۔ اسی دن صبح

کے وقت اس کی ملاقات اپنے باپ کے پڑاری تیموفیج سے ہوئی تھی جس نے
بچپن میں اسے کھلایا تھا۔ یہ تیموفیج ناٹا اور بوڑھا بہت تجربہ کار اور سیانا
تھا۔ اس کے بال زرد تھے جو جگہ جگہ سے اڑے چلے جا رہے تھے۔ موسم کی وجہ
سے اس کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔ اس کی بھنچی اور سکڑی ہوئی آنکھوں
میں چھوٹے چھوٹے آنسوؤں کے قطرے چمکتے رہتے تھے۔ وہ اچانک بزاروف
کے سامنے آ دھمکا۔ اس وقت وہ تنگ سا بھورا اور نیلے رنگ کے مضبوط
کپڑے کا کوٹ پہنے ہوئے تھا جس میں ایک چمڑے کا پٹکا لگا ہوا تھا اور
پیروں میں سیاہ بوٹ پہنے ہوئے تھا۔

"ارے ـــــ بڑے میاں ـــــ کہو کیسے ہو تم؟" بزاروف چلایا

"کہئے کیسے ہیں آپ یف گینی وسیلچ؟" اس چھوٹے سے بوڑھے آدمی
نے کہا۔ اور خوشی سے وہ اس طرح مسکرایا کہ اس کے پورے چہرے پر جھریاں
بھر گئیں۔

"تم کس طرح آئے ہو؟ کیوں ان لوگوں نے میرے لئے تمہیں بھیجا ہے؟"
وہ بڑبڑایا۔

"نہیں سچ کہتا ہوں، حضور، یقین کیجئے ہم کس طرح؟" تیموفیج بڑبڑایا
(اسے اپنے مالک کی چلتے وقت کی سخت تاکید یاد آئی) ہمیں شہر کام سے بھیجا
گیا تھا، ہمیں حضور کے یہاں آنے کی خبر ملی تھی اس لئے ہم اپنے راستے پر یہاں
چلے آئے۔ حضور صرف آپ کو دیکھنے کے لئے ـــــ اس سے آپ کو تکلیف
[illegible]

"چلو ـــ جھوٹ نہ بکو" بزاروف نے اس کی بات کاٹ دی "کیا تم
مجھے یہ بتانا چاہتے ہو کہ یہ سڑک شہر کو جاتی ہے؟" تیموفیج بغل جھانکنے لگا
اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ "ابا جان تو اچھے ہیں؟"

"خدا کا شکر ہے۔ جی ہاں۔"

"اور اماں؟"

"خدا کا ہزار ہزار شکر ہے، ـــــ انا ولاسیفنہ بھی۔"

اس چھوٹے سے بوڑھے آدمی کا سر ایک طرف جھک گیا تھا۔

"آہ ـــ یف گینی وسیلچ، انہیں دیکھ کر آدمی کا دل بہت دکھتا
ہے، سچ دل دکھتا ہے۔"

"چلو ـــ اچھا، اچھا، ـــ بکواس بند کرو، ان سے کہہ دو میں بہت
جلد آ رہا ہوں۔"

"ہاں حضور" تیموفیج نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

جیسے ہی وہ مکان سے باہر نکلا اس نے اپنی ٹوپی کو دونوں ہاتھوں
سے سر پر ذرا نیچے جھکا لیا اور ایک مریل سے ٹٹو پر سوار ہوا اور تیزی سے
دوڑانے لگا ـــــ لیکن شہر کی سمت میں نہیں۔

اسی شام کو مادام اودن تسوف بزاروف کے ساتھ اپنے کمرے میں
بیٹھی ہوئی تھی اور ارکادی بڑے کمرے میں ٹہل رہا تھا اور کاتیا سے پیانو
سن رہا تھا۔ شہزادی اوپر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ وہ اصول کے طور
پر مہمانوں کو برداشت نہیں کرتی تھی اور خاص طور پر "ان اٹھائی گیرے

ننھو خیر دن کو' جیسا کہ وہ کہا کرتی تھی۔ عام کمرے میں وہ صرف منہ پھلا کر بیٹھی رہتی۔ لیکن جب وہ اپنے کمرے میں پہنچتی تو اس کی تلاش کے لئے اتنے زوروں سے اپنی ملازمہ پر گالیوں اور کوسنوں کی بارش کرنے لگتی کہ اس کے سر پر ٹوپی اور اس کا فیتہ اور سب کچھ ناچنے لگتا۔ مادام اودن تسوف ان تمام چیزوں سے اچھی طرح باخبر تھی۔

"آخر یہ کیسے، تم ہمیں چھوڑ کر جانے کا قصد کر رہے ہو؟" اس نے کہا "اور تمھارے اس وعدے کا کیا ہوگا؟"

بزاروف نے حیرانی سے دیکھا "کیسا وعدہ؟"

"تم بھول گئے، تم نے علم کیمیا میں مجھے کچھ سبق دینے کا وعدہ کیا تھا"

"مجبوری ہے، ابا جان کو میرا انتظار ہے۔ اب میں زیادہ آوارہ گردی نہیں کر سکتا۔ خیر آپ پلا وزے ات تریمی پڑھ سکتی ہیں ——— یہ ایک اچھی کتاب ہے ——— "علم کیمیا کے نظریات" اس میں چیزیں بہت صاف طور پر لکھی گئی ہیں۔ آپ کو اس میں وہ سب کچھ مل جائے گا جو آپ چاہتی ہیں"

تم نے مجھے یقین دلایا تھا کہ ایک کتاب ایک .... کی جگہ نہیں لے سکتی۔ مجھے یاد نہیں، تم نے اسے کس طرح کہا تھا لیکن میں سمجھتی ہوں کہ تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو، کیا تمھیں یاد ہے؟"

"اس میں بڑی مجبوری ہے" اس نے پھر دہرایا

"جا رہے ہو کیوں بھلا؟" مادام اودن تسوف نے اپنی رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

اس نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کا سر آرام کرسی کی ٹیک پر گر گیا تھا اور اس کے ہاتھ جو کہنیوں تک عریاں تھے اس کے سینے پر مڑے ہوئے رکھے تھے۔ وہ ایک تنہا چراغ کے کاغذی شیڈ کے سوراخوں سے چھنتی ہوئی روشنی میں اور زیادہ زرد معلوم ہو رہی تھی۔ وہ ایک ڈھیلے ڈھالے سفید گاؤن کی تہوں میں سر سے پیر تک چھپی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ اس کے ایک دوسرے پر رکھی ہوئی ٹانگوں کی انگلیاں بھی مشکل سے نظر آ رہی تھیں۔

"اور ٹھہروں کیوں؟" بزاروف نے پوچھا۔

مادام اودن تسوف نے اپنا سر تھوڑا سا گھمایا "تم پوچھتے ہو کیوں؟ کیا تم نے میری صحبت میں خوشی محسوس نہیں کی؟ اور کیا تم سمجھتے ہو کہ تمھاری کمی یہاں محسوس نہیں کی جائے گی؟"

"مجھے اس کا یقین ہے"

"مادام اودن تسوف ایک منٹ کے لئے بالکل خاموش ہو گئی" تمھارا یہ خیال غلط ہے۔ لیکن میں تم پر یقین نہیں کرتی، تم سنجیدگی سے ایسا نہیں کہہ سکتے" بزاروف اب بھی بے حس و حرکت بیٹھا ہوا تھا "یفگینی وسیلیچ تم بولتے کیوں نہیں؟"

"کیوں۔ آخر میں تم سے کیا کہوں؟ عام طور پر لوگوں کی کمی نہیں محسوس کی جاتی اور خاص طور پر میری کمی تو اور بھی نہیں"

ایسا کیوں؟"

"میں عملی انسان ہوں، بے کشش انسان۔ میں تو بات کرنا بھی نہیں جانتا۔

"تم کر رہے ہو، یف گینی وسیلچ۔"

"یہ میری عادت نہیں، کیا تم نہیں جانتیں، میں زندگی کی نفاستوں اور ٹھاٹھ باٹھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا جس کی تمہارے دل میں اتنی قدر ہے۔"

مادام اودن تسوف اپنے رومال کے ایک کونے کو اپنے دانتوں سے کاٹ رہی تھی۔

"تمہارا جو جی چاہے تم سوچ سکتے ہو۔ لیکن تم چلے جاؤ گے تو میرا جی بہت گھبرائے گا۔"

"ارکادی یہیں رہے گا" بزاروف نے کہا "آپ کا جی نہیں گھبرائے گا۔"

"تم ایسا کیوں فرض کئے لیتے ہو؟"

"اس لئے کہ آپ نے خود ہی مجھ سے کہا تھا کہ آپ کا جی اسی وقت گھبراتا ہے، جب آپ کے معمولات میں کسی طرح کی گڑبڑ ہوتی ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کو اس طرح پابند اور با اصول بنا رکھا ہے کہ اس میں کسی طرح کی اداسی اور اکتاہٹ کا ——— کسی طرح کے ناخوشگوار جذبات کا گزر ہو ہی نہیں سکتا۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ میری زندگی میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی جا سکتی ——— میرا مطلب ہے کیا میری زندگی میں اتنی باضابطگی پیدا ہو گئی ہے؟"

"میں ایسا ہی سمجھتا ہوں، مثال کے طور پر، اب دس بجنے والے ہیں، اور میں پہلے ہی سے جانتا ہوں کہ آپ مجھے نکال باہر کریں گی۔"

"نہیں، میں تمہیں یہاں سے نکال باہر نہیں کروں گی، تم یہاں ٹھہر سکتے ہو … دروازہ کھول دو ——— میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

بزاروف نے اٹھ کر کھڑکی کو دھکا دیا۔ وہ ایک آواز کے ساتھ کھل گئی۔ اس کے اتنی آسانی سے کھل جانے کی امید اسے نہ تھی۔ دوسرے اس کے ہاتھ تھرتھرا بھی رہے تھے۔ نرم اور اندھیری رات، اپنے سیاہ آسمان، دھیمے دھیمے گنگناتے ہوئے درختوں اور صاف شفاف ہوا میں لپٹی ہوئی خوشبو کے ساتھ کمرے کے اندر جھانک رہی تھی۔

"پردہ گرادو، اور بیٹھ جاؤ" مادام اودن تسوف نے کہا "میں تم سے جانے سے پہلے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں، تم کبھی بھی اپنے بارے میں باتیں نہیں کرتے۔"

"میں آپ سے مفید موضوعات پر بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں انا سرگیئفنہ"

"تم بہت خاکساری دکھاتے ہو ——— لیکن میں تمہارے خاندان، تمہارے ابا جان کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں، جن کی وجہ سے تم مجھ سے جدا ہو رہے ہو۔"

"وہ اس طرح کیوں بات کر رہی ہے؟" بزاروف نے سوچا۔

"یہ چیزیں اپنے اندر ذرا بھی دلچسپی نہیں رکھتیں" اس نے زور سے کہا "خاص طور پر آپ کے لئے۔ ہم بالکل گمنام لوگ ہیں۔"

"اور تم مجھے بہت بڑی رئیس سمجھتے ہو؟"

بزاروف نے اپنی آنکھیں اٹھا کر مادام اودن تسوف کی طرف دیکھا۔

"ہاں" اس نے بہت زیادہ تیزی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

وہ مسکرائی "میں سمجھتی ہوں کہ تم مجھے کم جانتے ہو، اگرچہ تمہارا دعویٰ ہے کہ سب لوگ یکساں ہوتے ہیں اور ان کا تجربہ کرنے کی کوئی ضرورت

نہیں، میں تمہیں کبھی اپنی زندگی کے بارے میں بتاؤں گی —— لیکن پہلے تم اپنی کہو۔"

"میں آپ کو بہت کم جانتا ہوں" بزاروف نے دہرایا "شاید آپ کا خیال صحیح ہے۔ شاید، واقعی، ہر شخص ایک پہیلی ہے۔ مثال کے طور پر آپ۔ آپ سوسائٹی سے کتراتی ہیں۔ آپ کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ اور آپ نے دو طالبعلموں کو اپنے یہاں ٹھہرنے کی دعوت دے رکھی ہے۔ آخر آپ اپنی ذہانت کے ساتھ، اس حسن کے ساتھ، گاؤں میں اپنی زندگی کیوں گنوا رہی ہیں؟"

"کیا، یہ تم نے کیا کہا؟" مادام اودن تسوف نے بڑے چاؤ سے کہا "اپنے —— حسن کے ساتھ؟"

بزاروف کڑھ گیا۔ "خیر اس کا خیال نہ کیجیے" وہ بڑبڑایا "میں کہنا چاہتا تھا کہ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ آپ آخر گاؤں میں کیوں بس گئی ہیں؟"

"تم اسے نہیں سمجھتے؟ —— لیکن تم اپنے آپ اس کا کوئی نہ کوئی مطلب تو نکالتے ہوگے؟"

"ہاں یہ تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ ایک ہی جگہ مسلسل اس لئے رہتی ہیں کہ آپ کو آسایش پسند ہے۔ اس لئے کہ آپ عیش و عشرت پر جان دیتی ہیں اور آپ کو کسی دوسری چیز کی پروا نہیں۔"

مادام اودن تسوف پھر مسکرائی "تم قطعی طور پر یقین نہیں کروگے کہ میں کسی بھی رو میں بہا کر لے جائی جا سکتی ہوں؟"

بزاروف نے اپنی جھکی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔

تجسس کے طور پر شاید، اور کسی طرح نہیں۔"

"واقعی؟ اچھا اب میں سمجھی۔ ہم اتنے گہرے دوست کیوں ہو گئے ہیں تم بالکل میری طرح ہو سمجھے؟"

"ہم ایسے دوست —— " بزاروف نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔

"ارے —— میں تو بھول ہی گئی تھی کہ تم جانا چاہتے تھے" بزاروف اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس اندھیرے، آراستہ پیراستہ اور کنارے کمرے میں چراغ دھیمے دھیمے جل رہا تھا۔ کبھی کبھی کھڑکی کی چلمن تھر تھرا جاتی تھی۔ اور سنسان خاموش رات کی ہوا کا کوئی تازہ جھونکا اندر آ جاتا تھا۔ مادام اودن تسوف کا انگ انگ ساکن اور خاموش تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کے اندر چھپے ہوئے جذبات سر اٹھا رہے تھے۔

بزاروف کو اس کا احساس ہوا۔ اس نے اچانک محسوس کیا کہ وہ ایک خوبصورت اور جوان عورت کے ساتھ تنہا تھا ——

"تم کہاں چلے؟" اس نے آہستہ سے کہا

اس نے کچھ نہیں کہا اور کرسی میں دھنس گیا۔

"تو تم مجھے ایک آسودہ حال، ناز و نعمت میں پل کر بگڑی ہوئی ناکارہ عورت سمجھتے ہو" اس نے ذرا سا بھی آنکھوں کو کھڑکیوں سے ہٹائے بغیر کہا "حالانکہ میں اپنے بارے میں خود جانتی ہوں کہ میں کتنی ناخوش ہوں۔"

"آپ مغموم؟ کس واسطے؟ یقینی آپ بے کار گپ بازی کو تو کوئی اہمیت نہیں دے سکتیں؟"

مادام اودن تسوف جل اُٹھی ۔ اسے اس چیز سے بڑی تکلیف پہنچی کہ وہ اس کے الفاظ کو بے معنی سمجھ رہا تھا ۔

"ایسی باتوں سے مجھ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ایوگینی وسیلیچ ۔ اور میں اتنی خوددار ہوں کہ ان باتوں سے میرے اندر کوئی انتشار پیدا نہیں ہو سکتا ۔ میں اس لئے مغموم ہوں کہ ——— اس لئے کہ میرے اندر زندگی کے لئے کوئی خواہش نہیں کوئی جذبہ نہیں ——— تم حیرت سے دیکھتے ہو، تم سمجھتے ہو کہ جو زربفت پہنتا ہو اور مخمل کی کرسی پر بیٹھتا ہو وہی "رئیس" ہوتا ہے ۔ میں حقیقت نہیں چھپاؤں گی ۔ میں اس چیز کو پسند کرتی ہوں جسے تم آرام و آسائش کہتے ہو ۔ لیکن ساتھ ہی مجھ میں زندہ رہنے کی بہت کم خواہش ہے ۔ اس تضاد کا جو مطلب چاہو نکالو تمھاری نظر میں یہ سب کچھ محض رومانیت ہے ۔"

بزاروف نے اپنا سر ہلایا "آپ تندرست ہیں، آزاد ہیں، دولت مند ہیں سب ٹھاٹھ ہیں ، اور آپ کو کیا چاہئے ؟ اور کیا چاہتی ہیں آپ ؟"

"میں کیا چاہتی ہوں ؟" مادام اودن تسوف نے دہرایا اور ایک ٹھنڈی سانس بھری "میں بہت تھک گئی ہوں، میں بوڑھی ہو گئی ہوں ——— مجھے اب ایسا لگتا ہے جیسے میری زندگی بہت لمبی ہو گئی ہے ۔ ہاں میں بوڑھی ہو گئی ہوں" اس نے اپنے چغے کو اپنے بازوؤں پر سرکاتے ہوئے کہا ۔ اس کی آنکھیں بزاروف کی آنکھوں سے ملیں اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا "میری پچھلی زندگی کی کتنی یادیں ہیں ، میری پٹرس برگ کی زندگی ۔ دولت ، پھر غربت ، باپ کی موت ، شادی اور اس کے بعد کے لازمی نتائج ۔ سیاحتیں ۔ روپے

——— اتنی بہت سی یادیں ، اور ان میں سے کوئی بھی یاد رکھنے کے لائق نہیں ——— اور میرے سامنے ایک لمبی ، بہت لمبی شاہراہ ہے ——— لیکن اس کی کوئی منزل نہیں ہے ——— میں اس پر چلتے رہنا نہیں چاہتی ۔"

"کیا آپ کا بھرم کھل گیا ہے ؟"

"نہیں ، میں بے چین ہوں" مادام اودن تسوف نے ایک ایک حرف پر زور دے کر کہا "میں سوچتی ہوں کاش میں کسی چیز کی طرف اپنے کو مائل کر سکتی ، دلچسپی ———"

"آپ عشق فرمانا چاہتی ہیں" بزاروف نے اس کی بات کاٹ دی "اور آپ محبت کر نہیں سکتیں ، اور یہی آپ کے غم کا راز ہے ۔"

مادام اودن تسوف اپنے چغے کی آستین کا جائزہ لینے لگی ۔

"کیا یہ سچ ہے کہ میں محبت نہیں کر سکتی ؟" اس نے پوچھا

"میں یہ تو نہیں کہہ سکتا ، ہاں میں نے اسے جو غم کہا یہ غلطی ہوئی ۔ اس کے خلاف اگر کسی کو ایسا حادثہ پیش آئے تو وہ زیادہ قابل رحم ہے ۔"

"حادثہ کیسا ؟"

"عشق میں گرفتار ہونا"

"اور تمھیں کیونکر معلوم ہوا ؟"

"بس سنی سنائی" بزاروف نے غصے میں کہا ۔

"تم کھیل رہی ہو" اس نے سوچا "تم اکتا گئی ہو اور تم مجھے ستا رہی ہو اس لئے کہ تمھارے پاس اور کچھ کرنے کو نہیں ——— اور میں ——— "

اسے ایسا محسوس ہوا کہ سچ مچ اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔

"اس کے علاوہ تم بہت زیادہ مطالبہ کرتی ہو" اس نے اپنے جسم کو آگے جھکاتے ہوئے اور کرسی کے کناروں سے کھیلتے ہوئے کہا

"شاید۔ میرا اصول ہے کہ '____ سب کچھ' یا کچھ نہیں۔ زندگی برائے زندگی۔ میری لو، اور اپنی دے دو ____ اور بغیر کسی افسوس کے۔ بغیر ہچکچاہٹ دکھائے ہوئے ____ یا نہیں تو پھر سرے سے ہاتھ دھو رکھو"

"اچھا؟" بزاروف نے کہا "یہ ہے کھرا کھیل، صاف سودا ____ مجھے تو حیرت ہے، اس پر بھی آپ کو ____ آپ کو وہ نہیں ملا جو آپ چاہتی تھیں"

"اور کیا، اپنے آپ کو کسی کے سپرد کر دینا، چاہے وہ کچھ بھی کیوں نہ ہو، آسان سمجھتے ہو؟"

"نہیں، اگر آپ اس پر غور کریں، انتظار کریں اور اپنی اہمیت کو سمجھنا شروع کر دیں، تو آسان نہیں۔ میرا مطلب ہے اگر آپ اپنے آپ کو عزیز رکھتی ہیں۔ لیکن آدمی اگر بغیر سوچے ہوئے اپنے آپ کو سپرد کر دے تو یہ بہت آسان ہے"

"لیکن ایک آدمی خود اپنی قیمت کا منکر کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر میری کوئی قدر نہیں ہے ____ تو پھر میری سپردگی کس کام کی؟"

"یہ میرا کام نہیں، میری قیمت کا اندازہ کرنا دوسروں کا کام ہے۔ اصل چیز اپنے آپ کو سپرد کرنے کے لائق بنانا ہے"

"مادام اودن تسوف اپنی کرسی سے آگے جھکی "تم اس طرح کہتے ہو"

اس نے کہنا شروع کیا "جیسے یہ آپ بیتی ہوئی ہے"

"اناسرگے یفنہ، ایسا خود بخود ہو گیا۔ ورنہ یہ سب آپ جانتی ہیں، میرے بس کی بات نہیں"

"لیکن تم تو اپنے آپ کو سپرد کر سکتے ہو؟"

"میں نہیں جانتا، میں ڈینگ نہیں مارتا"

مادام اودن تسوف نے کچھ نہ کہا اور بزاروف بالکل دم بخود خاموش تھا۔ پیانو کی آواز نشست گاہ سے تیرتی ہوئی ان کے کمرے میں آ رہی تھی۔

"کیا کاتیا اتنی رات گئے بجا رہی ہے؟" مادام اودن تسوف بولی۔

بزاروف اٹھ کھڑا ہوا، ہاں واقعی دیر ہو گئی۔ اب یہ وقت آپ کے سونے کا ہو گیا ہے؟"

"ذرا ٹھہرو تو سہی۔ تمھیں اتنی جلدی کیوں ہے؟ ____ میں تم سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں"

"کیا بات ہے؟"

"ذرا ٹھہرو" مادام اودن تسوف نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ اس کی آنکھیں بزاروف پر گڑی ہوئی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ گہرائی سے اس کا جائزہ لے رہی ہو۔

اس نے کمرے کو پار کیا، اچانک مڑا اور اس کے پاس گیا۔ جلدی سے کہا "خدا حافظ" اور اس کے ہاتھ کو اتنے زور سے دبایا کہ قریب قریب اس کی چیخ نکل گئی۔ اور پھر وہاں سے غائب ہو گیا۔ وہ اپنی مسلی ہوئی انگلیوں کو اپنے

لبوں تک لے گئی اور پھونکنے لگی۔ پھر اچانک ایک جھونکے کے ساتھ اٹھی اور تیز تیز قدموں کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھی۔ جیسے وہ بزاروت کو واپس لانا چاہتی تھی ــــــ ایک ملازمہ چاندی کے طشت پر ایک شیشے کی صراحی رکھے ہوئے اندر آئی۔ مادام اودن تسوف خاموش کھڑی ہو گئی۔ اسے جانے کے لئے کہا، پھر بیٹھ گئی اور دوبارہ اپنے خیالات میں غرق ہو گئی۔ اس کے بال ڈھیلے ہو کر نیچے ڈھلک آئے اور سیاہ گچھوں میں اس کے کندھوں پر لٹک گئے۔

اس کے بہت دیر بعد تک انا سرگے یفنہ کے کمرے میں چراغ جلتا رہا۔ اور بہت دیر تک وہ اسی طرح بن بے ڈولے بیٹھی رہی، ہاں کبھی کبھی وہ اپنے ہاتھوں کو سہلاتی جو رات کی سردی میں ہلکے ہلکے دکھ رہے تھے۔

بزاروف دو گھنٹے بعد شبنم میں بھیگے ہوئے جوتوں اور الجھے بالوں کے ساتھ برہم برہم اپنے سونے کے کمرے میں واپس پہنچا۔ اس نے ارکادی کو لکھنے کی میز پر بیٹھے ہوئے پایا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی اور اس کی گردن تک کوٹ کے بٹن لگے ہوئے تھے۔

"تم اب تک سوئے نہیں؟" ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے ایک بیزاری کے لہجے میں کہا ہو۔

"آج رات تم بہت دیر تک انا سرگے یفنہ کے پاس رہے" ارکادی نے اس کے سوال کا جواب ٹالتے ہوئے کہا۔

"جتنی دیر تم کاتیا سرگے یفنہ کے ساتھ پیانو بجاتے رہے، میں اس کے پاس بیٹھا رہا۔"

"میں نے نہیں بجایا ــــــ" ارکادی نے کہنا شروع کیا، اور پھر خود ہی رک گیا۔ اس نے اپنی آنکھوں میں آنسو آتے محسوس کئے۔ اور وہ اپنے طنز کرتے ہوئے دوست کے سامنے رونا نہیں چاہتا تھا۔

۱۸

دوسری صبح جب مادام اودن تسوف چائے پینے کے لئے نیچے آئی تو دیر تک بزاروف اپنی پیالی پر جھکا بیٹھا رہا۔ پھر یکایک اس نے اپنی نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اس کی طرف گئی جیسے اس نے منہ پر ایک گھونسا جڑ دیا تھا۔ اسے اس کا چہرہ گزشتہ رات سے زیادہ زرد نظر آیا۔ وہ جلدی سے اپنے کمرے میں چلی گئی اور پھر کھانے کے وقت تک دکھائی نہ دی۔ صبح سویرے ہی سے بارش ہو رہی تھی اور باہر ٹہلنے کے لئے جانے کا کوئی امکان نہ تھا۔ پورا گروہ نشست گاہ میں جمع ہو گیا۔ ارکادی نے ایک رسالے کا تازہ شمارہ اٹھایا اور زور زور سے پڑھنے لگا۔ شہزادی نے اپنی عادت کے مطابق اپنے چہرے پر استعجاب پیدا کرنے کی کوشش کی جیسے وہ کوئی غلط حرکت کر رہا تھا۔ پھر اس کی طرف غصے سے گھورنے لگی۔ لیکن اس نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

"یفگینی وسیلیچ" انا سرگے یفنہ نے کہا "میرے کمرے میں آؤ ــــــ میں تم سے پوچھنا چاہتی ہوں ــــــ تم نے کل کس کتاب کا نام بتایا تھا ــــــ"

وہ اٹھی اور دروازے کی طرف چلی۔ شہزادی نے کچھ اس نظر سے چاروں طرف دیکھا جیسے کہہ رہی ہو "ذرا مجھے تو دیکھو ——— ہائے مجھے کتنا صدمہ پہنچا ہے" اور اس نے پھر گھور کر ارکادی کو دیکھا۔ لیکن اس نے کاتیا سے آنکھیں ملا ملا کر جو اس کے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی، اور زور زور سے پڑھنا شروع کر دیا۔

مادام اودن تسوف تیز تیز قدموں کے ساتھ اپنے مطالعے کے کمرے میں چلی گئی۔ بزاروف اس کے پیچھے تیزی سے چل پڑا۔ اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں اور اس کے کانوں میں اس کے آگے آگے بڑھتے ہوئے ریشمیں گاؤن کی لطیف سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ مادام اودن تسوف اسی آرام کرسی میں دھنس گئی جس میں وہ گزشتہ شام بیٹھی ہوئی تھی، اور بزاروف بھی اپنی پچھلی شام والی جگہ پر اسی طرح بیٹھ گیا۔

"کیا نام تھا اس کتاب کا؟" ایک مختصر سی خاموشی کے بعد وہ بولی۔

"پلاؤ اب فریمی ——— عام نظریات" بزاروف نے جواب دیا "ویسے میں 'گانت' کی سفارش بھی کروں گا ——— اس کتاب میں تصویریں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ صاف اور واضح۔ عام واقفیت کے لئے وہ بہت اچھی کتاب ہے۔"

مادام اودن تسوف نے اپنا ہاتھ بڑھایا "یفگینی واسیلیچ، معافی مانگتی ہوں، میں نے یہاں تمھیں درسی کتابوں پر بحث کرنے کے لئے نہیں بلایا ہے۔ میں گزشتہ رات والی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھنا چاہتی تھی۔ تم اس طرح اچانک اٹھ کر چلے گئے، اس سے تم گھبراؤ گے تو نہیں ———"

"میں آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوں، انا سرگے یفنا، لیکن رات ہم

کس چیز کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے؟"

مادام اودن تسوف نے کن انکھیوں سے اس کی طرف گھور کر دیکھا۔

"غالباً ——— ہم زندگی کی مسرتوں کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے تمھیں اپنے بارے میں بتایا تھا۔ میں نے ویسے ہی "مسرت" کا لفظ کہہ دیا۔ اچھا بتاؤ، یہ کیا بات ہے کہ ہم، مثال کے طور پر جب کسی خوش گوار شام کو موسیقی سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں، یا اپنے ہمدردوں سے گفتگو کرتے ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری مسرت اس بے پناہ مسرت کی نقل ہے جو اصلی مسرت سے کہیں الگ موجود ہے ——— میرا مطلب ہے ایسی مسرت سے جو ہمیں حاصل ہے ایسا کیوں ہے؟ یا شاید تمھیں اس طرح کا کوئی احساس نہیں؟"

"آپ یہ کہاوت تو جانتی ہی ہیں "مسرت وہاں ہے جہاں ہم نہیں ہیں"" بزاروف نے جواب دیا "دوسرے آپ نے کل کہا تھا کہ آپ غیر مطمئن ہیں۔ میں اپنے ذہن میں ایسا کوئی خیال آنے نہیں دیتا۔"

"شاید تمھیں وہ مضحکہ خیز دکھائی دیتے ہیں؟"

"نہیں وہ میرے ذہن میں ابھرتے ہی نہیں"

"سچ، جانتے ہو، مجھے یہ جاننے کا کتنا چاؤ ہے کہ تم کن چیزوں کے بارے میں سوچتے ہو؟"

"کیا؟ میں نہیں سمجھا"

"سنو تو، میں بہت دنوں سے تم سے بات کرنا چاہتی تھی۔ تمھیں یہ بتانے

کی ضرورت نہیں ـــــ تم خود اس کا شعور رکھتے ہو ـــــ کہ تم ایک معمولی
آدمی نہیں - تم ابھی جوان ہو، اور تمھارے سامنے پوری زندگی ہے - تم کس
چیز کی تیاری کر رہے ہو؟ تمھارا مستقبل کیا ہے؟ میرا مطلب ہے ـــــ تم
کون سا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہو؟ تم کس چیز کی طرف آگے بڑھ رہے ہو؟
تمھارے دل میں کیا ہے؟ مختصر یہ کہ ـــــ تم ہو کیا؟ تم ہو کیا؟"

"آپ نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے ـــــ انا سرگے یفنہ، آپ جانتی
ہیں کہ میں قدرتی سائنس کا مطالعہ کر رہا ہوں - اور میں کون - "

"اچھا تم کون ہو؟"

"یہ میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں ایک ضلع ڈاکٹر ہونے والا ہوں"
انا سرگے یفنہ نے اپنے جسم کی حرکت سے اپنی بے صبری کا اظہار کیا -

"تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ تم خود اس پہ یقین نہیں رکھتے - اس طرح تو
ارکادی جواب دے سکتا ہے، تم نہیں"

"کیوں، ارکادی کس چیز میں ـــــ"

"بس کرو، کیا ممکن ہے کہ تم اتنی ادنیٰ زندگی پر قناعت کر لو، اور کیا
تم ہمیشہ یہ نہیں کہتے کہ تم طب پر یقین نہیں رکھتے؟ ـــــ تم ـــــ اپنی
خواہش کے باوجود ـــــ ایک ضلع ڈاکٹر! تم اس طرح مجھے ٹالنے کے لئے
بات کرتے ہو - اس لئے کہ تمھیں مجھ پر بھروسہ نہیں -"

"لیکن کیا تم جانتے ہو یف گینی وسیلچ! کہ میں تمھیں خوب سمجھتی ہوں
میں خود بھی غریب تھی اور تمھاری طرح خواہشات رکھتی تھی - میں بھی ان آزمائشوں

سے گزری ہوں جن سے تم گزر رہے ہو"

"وہ سب ٹھیک ہے انا سرگے یفنہ، لیکن آپ مجھے معاف رکھئے کہ
ـــــ مجھے کبھی بھی اصولی طور پر کسی سے اپنے بارے میں کھل کر بات کرنے کی
عادت نہیں ـــــ اور میرے اور آپ کے درمیان تو ایسی خلیج ہے ـــــ"

"کیسی خلیج؟ کیا تم مجھے پھر یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں ایک رئیس ہوں؟ اب
آئندہ ایسی بات نہ کہنا ـــــ یف گینی وسیلچ ـــــ! میں یہ سمجھتی تھی کہ میں
نے تم پہ یہ ثابت کر دیا ہے ـــــ"

"اور پھر اس کے علاوہ" بزاروف نے بات کاٹ کر کہا "ایسی کون سی چیز
ہے جو ایک شخص کو اپنے مستقبل کے بارے میں سوچنے کی ترغیب دے سکتی ہے
جو زیادہ تر ہمارے ہاتھ میں نہیں - اگر کوئی موقع مل جائے ـــــ تو خیر
ـــــ اچھی بات ہے ـــــ لیکن اگر کوئی موقع نہ ملے ـــــ تو ایسی صورت
میں خوشی تو ہوگی کہ وقت سے پہلے ایک فضول گپ بازی میں اپنا وقت نہیں گنوایا"

"تم ایک دوستانہ گفتگو کو فضول گپ بازی سمجھتے ہو؟ یا شاید تم مجھے ایک
ایسی عورت سمجھتے ہو جو تمھارے اعتماد کے لائق نہیں ہے؟ میں جانتی ہوں کہ
ہم سب سے نفرت کرتے ہو"

"میں آپ سے نفرت نہیں کرتا، انا سرگے یفنہ، اور یہ آپ کو بھی معلوم
ہے"

"نہیں میں نہیں جانتی ـــــ لیکن ہمیں ایسا ہی فرض کر لینا چاہئے
میں جانتی ہوں کہ تم اپنے مستقبل کی زندگی کے بارے میں بات کرنا نہیں چاہتے

لیکن جہاں تک اس چیز کا تعلق ہے کہ تمہارے اندر اس وقت کیا کچھ ہو رہا ہے ——"

"ہو رہا ہے" بزاروف نے دہرایا۔ "جیسے میں کوئی حکومت یا انجمن ہوں بہرحال —— یہ بالکل دلچسپی سے خالی ہے۔ اور دوسرے کیا کوئی شخص ہمیشہ وہ سب کچھ کہہ سکتا ہے جو اس کے اندر ہو رہا ہے؟"

"کیوں، میں نہیں سمجھ سکتی کہ آخر کیوں تم آزادی سے اپنے دل کی بات نہیں بتا سکتے؟"

"اور آپ؟"

"ہاں،" انا سرگے یفنہ نے ایک ذرا جھجک کے ساتھ کہا۔

بزاروف نے اپنا سر جھکا لیا "آپ مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہیں۔"

انا سرگے یفنہ نے سوالیہ نظر سے اس کی طرف دیکھا "جیسی تمہاری مرضی" اس نے کہا "لیکن کوئی چیز ہے جو مجھ سے کہتی ہے کہ ہم یوں ہی بیکار ایک دوسرے کے قریب نہیں آئے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کے بڑے دوست ہوں گے مجھے یقین ہے کہ تمہارا یہ ضبط، یہ جھجک آخر ختم ہو کر رہے گی۔"

"اچھا تو آپ کو مجھ میں جھجک محسوس ہوتی ہے —— جیسا آپ نے کہا —— ایک ضبط؟"

"ہاں"

بزاروف اٹھا اور کھڑکی کی طرف چلا گیا "اور کیا آپ اس جھجک کی وجہ جاننا چاہتی ہیں؟ کیا آپ یہ جاننا چاہتی ہیں کہ میرے اندر کیا کچھ ہو رہا ہے؟"

"ہاں،" مادام اودن تسوف نے ایک ہراس کے ساتھ دہرایا۔ جسے وہ خود بھی نہ سمجھ سکی۔

"اور آپ ناراض نہیں ہوں گی؟"

"نہیں"

"نہیں؟" بزاروف اپنی پشت اس کی طرف کیے کھڑا تھا "تو پھر میں کہوں کہ میں تمہیں ایک دیوانے کی طرح چاہتا ہوں، ایک احمق کی طرح چاہتا ہوں —— یہ لو تم نے میرے منہ سے اگلوا ہی لیا۔"

مادام اودن تسوف اپنے دونوں ہاتھ اس کی طرف پھیلائے ہوئے تھی لیکن بزاروف کھڑکی کے شیشے پر اپنی پشت رکھ کر جھکا ہوا تھا۔ اور زور زور سے سانس لے رہا تھا اور اس کا جسم صاف لرزتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ یہ ارتعاش جوانی کی سراسیمگی نہیں تھی اور نہ پہلے اظہار محبت کا شیریں ہیجان —— اس کے اندر دراصل جذبات کی جنگ جاری تھی —— جذبات جو نفرت سے مختلف نہیں تھے —— بلکہ شاید اس سے ملے جلے تھے —— مادام اودن تسوف کو اس سے ڈر معلوم ہو رہا تھا اور اس پر رحم بھی آ رہا تھا۔

"یف گینی وسیلچ" وہ چلائی۔ اس کی آواز میں ایک غیر معمولی ملائمت پیدا ہو گئی تھی۔

وہ تیزی سے مڑا اس نے اس کی طرف ایک متجسس نظر سے دیکھا۔ اور پھر اس کے دونوں ہاتھ سے اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔

اس نے اپنے کو فوراً اس کی گرفت سے آزاد نہیں کرایا لیکن ایک

ہی لمحے بعد وہ دور کونے میں کھڑی تھی اور بزاروف کی طرف گھور رہی تھی پھر وہ اس کی طرف لپکا ——

"تم مجھے غلط سمجھے" اس نے خوفزدہ ہو کر دبی ہوئی آواز میں کہا۔ ایسا معلوم ہے کہ اگر اس نے دوسرا قدم بڑھایا تو وہ چیخ اٹھے گی۔۔۔۔۔ بزاروف نے اپنے ہونٹ چبائے اور وہ باہر چلا گیا۔

آدھے گھنٹے کے بعد ایک ملازمہ نے بزاروف کا ایک خط لا کر دیا۔ اس میں صرف ایک جملہ لکھا ہوا تھا "کیا میں آج ہی چلا جاؤں یا میں کل تک ٹھہر سکتا ہوں؟"

"کیوں تمہیں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ میں تمہیں نہیں سمجھی —— تم مجھے نہیں سمجھے۔"

انا سرگے یفنا نے اس کو جواب دیا لیکن آپ ہی آپ سوچا "میں تو اپنے آپ کو بھی نہیں سمجھی۔"

وہ کھانے کے وقت تک ادھر ادھر ٹہلتی رہی۔ کبھی کھڑکی کے سامنے رک جاتی، اور کبھی آئینے کے سامنے اور آہستہ آہستہ اپنے رومال کو اپنی گردن پر ملتی جیسے اب تک اس کے جسم کا وہ حصہ جل رہا ہو۔ وہ اپنے آپ سے سوال کرتی کہ آخر کس چیز نے اسے بزاروف سے دل کی بات کہلوانے پر مجبور کیا، اس کا اعتماد —— اور کیا اس کو اس کا اندیشہ بھی نہیں تھا ——

"قصور میرا ہے" اس نے زور سے اس فیصلے کا اعلان کیا "لیکن میں اسے پہلے ہی سے کیسے دیکھ سکتی تھی؟" سوچتے سوچتے جب اسے اپنی طرف بڑھتے ہوئے

بزاروف کا وحشی چہرہ یاد آیا تو اس کا رنگ سرخ ہو گیا۔

"یا؟" اس نے یکایک زور سے کہا اور رک گئی اور اپنے بالوں کے پیچ و خم سے کھیلنے لگی —— اس نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔ اس کا سر پیچھے کی طرف جھکا ہوا تھا اور اس کی نیم وا آنکھوں اور ہونٹوں پر ایک پر اسرار مسکراہٹ تھی۔ اس صورت حال نے گویا ایک آن میں کچھ ایسی بات کہہ دی جس سے وہ خود چکرا کر رہ گئی ——

"نہیں" اس نے آخرکار اپنے آپ کو تیار کیا "خدا جانے اس کا نتیجہ کیا ہوگا، اس سے کھیلا نہیں جا سکتا۔ سکون بہرحال دنیا کی بہترین چیز ہے۔"

اس کا ذہنی سکون برباد نہیں ہوا لیکن وہ اداس ہو گئی اور ایک بار اس کی آنکھوں سے آنسو کے چند قطرے بھی ٹپک پڑے —— گرچہ وہ خود بھی وجہ نہیں بتا سکتی تھی —— یقینی یہ اس احساس کا نتیجہ نہیں تھے کہ اس کی توہین ہوئی تھی۔ اس نے کسی طرح کی تذلیل نہیں محسوس کی تھی۔ بلکہ اسے زیادہ احساس اپنے گناہ کا تھا۔ اس پر بہت سے مبہم جذبات کا اثر تھا۔ گذری ہوئی زندگی کے احساس اور نئے پن کی خواہش کی بدولت اس نے اپنے آپ کو ایک خاص حد تک بڑھنے پر مجبور کیا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو پیچھے مڑ کر دیکھنے پر مجبور کیا —— تو اسے پیچھے ایک کھائی بھی دکھائی نہ دی تھی —— بلکہ ایک ایسا خلا —— کہ اس کی پوری روح بغاوت پر آمادہ ہو گئی۔

۱۹

مادام اودن تسوف میں بڑا ضبط تھا۔ اور ہر طرح کے تعصب سے بلند تھی۔ پھر بھی جب وہ کھانے کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ ایک طرح کی گھبراہٹ محسوس کر رہی تھی۔ کسی طرح کھانے کا مرحلہ اچھی طرح ختم ہو گیا۔ پرفری پلاتونووچ وارد ہوا اور اس نے بہت سی حکایتیں اور لطیفے سنائے۔ وہ حال ہی میں شہر سے واپس آیا تھا۔ اور دوسری چیزوں کے علاوہ اس نے یہ خبر سنائی کہ گورنر نے اپنے سکریٹریوں کو ایک خاص حکم دیا تھا کہ وہ مہمیز پہنا کریں تاکہ ضرورت پڑنے پر انہیں گھوڑے پر تیز رفتاری کے ساتھ کہیں بھیجا جا سکے۔ ارکادی بہت دھیمی آواز میں کاتیا سے باتیں کرتا رہا اور مصلحت سے کام لیتے ہوئے شہزادی کی خاص ضرورتوں کا خیال رکھتا رہا اور اسے چیزیں پیش کرتا رہا۔ بزاروف نے شروع سے آخر تک ایک تند اور ضدی خاموشی برقرار رکھی۔ مادام اودن تسوف چوری چوری نہیں بلکہ سیدھے اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ جس میں چڑچڑاپن اور بیزاری بھری ہوئی تھی۔ آنکھیں غم زدہ اور جھکی ہوئی تھیں۔ اس کی رگ رگ میں ایک نفرت انگیز عزم

تھا۔ وہ سوچ رہا تھا "نہیں..... نہیں..... نہیں" کھانے کے بعد وہ سب لوگوں کو لے کر باغ میں چلی گئی۔ جب اس نے دیکھا کہ بزاروف اس سے کچھ کہنا چاہتا ہے تو وہ چند قدم ہٹ کر ایک طرف کنارے چلی گئی۔ وہ اس کے پاس گیا۔ اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ اس نے اپنی بھاری آواز میں کہا۔

"آپ سے میں معافی مانگتا ہوں، انا سرگے یفنا۔ آپ تو مجھ سے بہت ناراض ہوں گی۔"

"نہیں میں تم سے خفا نہیں ہوں، یفگینی واسیلچ" مادام اودن تسوف نے جواب دیا۔

"لیکن مجھے افسوس ضرور ہے۔"

"یہ تو اور بھی برا ہے۔ خیر مجھے کافی سزا مل گئی ہے۔ آپ بھی مجھ سے اتفاق کریں گی کہ میری حالت بہت مضحکہ خیز ہو گئی ہے۔ آپ نے مجھے لکھا ہے "کیوں جاؤ کیوں؟" لیکن میں ٹھہر نہیں سکتا، اور نہ میں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ کل میں چلا جاؤں گا۔"

"یفگینی واسیلچ ــــ تم آخر کیوں ــــ"

"میں کیوں چلا جا رہا ہوں؟"

"نہیں، میں یہ نہیں کہنا چاہتی تھی۔"

"ماضی کو واپس نہیں لایا جا سکتا، انا سرگے یفنا ــــ اور دیر یا سویر یہ تو ہونا ہی تھا نتیجے کے طور پر اب مجھے چلا جانا چاہئے۔ میری نظر میں ایک ہی شرط ہے جس کی بنا پر میں یہاں رہ سکتا ہوں۔ لیکن وہ شرط کبھی پوری نہیں

ہوسکتی۔ میری جسارت کو درگذر کر دیجیے! ــــ لیکن آپ مجھ سے محبت نہیں کرتیں۔
اور میں سمجھتا ہوں آپ کبھی بھی مجھ سے محبت نہیں کریں گی۔"

بزاروف کی آنکھیں سیاہ بھوؤں کے نیچے ایک لمحے کے لئے چمک اٹھیں

انا سرگے یفنا نے اس کا جواب نہیں دیا "میں اس شخص سے ڈرتی ہوں"
اس کے ذہن میں یہ خیال چمک اٹھا۔

"تو پھر خدا حافظ" ــ بزاروف نے کہا جیسے اس نے اس کے خیالات کو
بھانپ لیا ہو۔ وہ اس کے بعد گھر کے اندر چلا گیا۔

انا سرگے یفنا اس کے پیچھے پیچھے آہستہ آہستہ چلی اس نے کاتیا کو پکارا اور اس
کے بازو کا سہارا لے کر چلنے لگی۔ وہ شام تک اس کے پاس سے نہیں ہلی۔ وہ
تاش نہیں کھیلی اور برابر قہقہہ لگاتی رہی جو اس کے زرد اور پریشان چہرے
سے بالکل میل نہ کھاتے تھے۔ ارکادی حیران تھا اور اسے اس طرح دیکھ رہا تھا
جیسے سارے جوان دیکھتے ہیں ــــ کہنا چاہیے، وہ اپنے آپ سے سوال کرتا
تھا ــ "آخر اس کا کیا مطلب ہے؟"

بزاروف نے اپنے آپ کو کمرے میں بند کر لیا۔ وہ چائے پر پھر کسی طرح
واپس آیا۔ انا سرگے یفنا اس سے کچھ ہمدردی کی باتیں کرنا چاہتی تھی ــــ
لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس سے کس طرح مخاطب ہو؟

ایک غیر متوقع واقعے نے اس کی پریشانی کو دور کر دیا۔ ملازم نے آ کر
سِتنی کاف کے آنے کی اطلاع دی

الفاظ میں یہ بیان کرنا مشکل ہے کہ وہ ترقی پسندی کا دیوتا کتنا عجیب

معلوم ہو رہا تھا جب وہ کمرے میں بھاگتا ہوا داخل ہوا۔ اس نے اپنی مخصوص
دیدہ دلیری کے ساتھ گاؤں میں جا کر ایک ایسی خاتون سے ملنے کا فیصلہ کر لیا
تھا جس سے اس کی مشکل سے کوئی جان پہچان تھی۔ اس خاتون نے اسے کبھی مدعو
نہیں کیا تھا لیکن اس کے یہاں باصلاحیت اور بے تکلف دوستوں کے قیام پذیر
ہونے کی اطلاع حاصل ہو چکی تھی ــــ اس کے باوجود جب وہ وہاں
پہنچا تو سر سے پیر تک کانپ رہا تھا۔ اور پہلے ہی سے رٹی ہوئی معذرت اور پیام
سلام کی بجائے، اس نے اودوکسیا ککشنا کے بارے میں احمقانہ باتیں بڑبڑانا
شروع کر دیں اور کہا کہ اس نے اسے انا سرگے یفنا کی خیر و عافیت پوچھنے
کے لئے بھیجا تھا اور ارکادی نکولایچ کی خیریت بھی پوچھی تھی ــــ جس کے ساتھ
وہ ہمیشہ بڑی اونچی باتیں کیا کرتا تھا ــــ یہاں پہنچ کر وہ ایسا بوکھلایا اور
ایسا حواس باختہ ہوا کہ خود اپنے ہیٹ پر بیٹھ گیا۔ لیکن جب کسی نے اسے
میاں سے نکال باہر نہیں کیا اور انا سرگے یفنا نے اسے اپنی خالہ اور بہن سے
بھی ملا دیا تو اس کی جان میں جان آئی اور پھر وہ فراٹے سے باتیں بنانے لگا
بعض مرتبہ سرسری ہو جانے والی ملاقات انسان کی زندگی میں بڑا کام کرتی ہے
یہ بہت شدید ہیجان سے بچا لیتی ہے۔ یہ خود اعتمادی اور خود شکستگی کے جذبات
کی شدت کو اپنے گہرے تعلقات کا تصور پیدا کر کے کم کر دیتی ہے۔ سِتنی کاف
کے آدھمکنے سے ہر چیز بہت پھیکی اور بے جان معلوم ہونے لگی۔ ان لوگوں نے
اس رات اور بھی اچھا کھانا کھایا اور معمول سے آدھ گھنٹہ پہلے ہی اپنے اپنے
بستر پر چلے گئے۔

"میں اسے دہرانا نہیں چاہتا" ارکادی نے بستر میں لیٹتے ہوئے بزاروف سے کہا جو ابھی اپنے کپڑے ہی بدل رہا تھا "جو تم نے ایک بار مجھ سے کہا تھا" تم اتنے اداس کیوں ہو؟" ایسا لگتا ہے جیسے تم کسی مقدس فریضے سے سبکدوش ہو چکے ہو" کچھ دنوں سے ان دونوں نوجوانوں کے درمیان ایک طرح کی کھلم کھلا چھیڑ خوانی ہوا کرتی تھی جو دونوں کی اندرونی بددلی اور ان کے شبہات کا ثبوت تھی۔

"کل میں اپنے ابا جان کے پاس جا رہا ہوں" بزاروف نے کہا ارکادی اٹھا اور اپنی کہنیوں کے بل لیٹ کر اسے دیکھنے لگا اسے حیرت بھی ہوئی اور کسی وجہ سے ایک طرح کی خوشی بھی "اوہ" اس نے رائے زنی کی "کیا تم اسی وجہ سے مغموم ہو؟"

بزاروف نے جماہی لی "اگر تم سب جان گئے تو بوڑھے ہو جاؤ گے؟"

"اور انا سرگے یفنہ؟"

"انا سرگے یفنہ کیا؟"

"میرا مطلب ہے، کیا وہ تمھیں جانے دیں گی؟"

"میں اس کا زر خرید نہیں ہوں"

ارکادی کچھ سوچنے لگا۔ بزاروف لیٹ گیا اور پھر اس نے اپنا سر دیوار کی طرف پھیر لیا۔

کچھ لمحات خاموشی میں گزر گئے۔ "یف گینی؟" ارکادی یکایک چلایا۔

"ہاں؟"

"میں بھی تمھارے ساتھ کل یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا"

بزاروف نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"میں گھر چلا جاؤں گا" ارکادی بولتا رہا "ہم دونوں ہولفسکی تک ساتھ ہی چلیں گے اور وہاں تمھیں فیدوت کے یہاں گھوڑے مل جائیں گے۔ مجھے تمھارے گھر والوں سے مل کر بڑی مسرت ہوگی ــــــ لیکن ڈرتا ہوں، کہیں تمھارے اور ان کے درمیان نہ آ جاؤں۔ کچھ دنوں کے بعد تو تم یقینی ہمارے یہاں پھر آؤ گے"

"میں نے اپنی تمام چیزیں تمھارے یہاں چھوڑ دی ہیں" بزاروف نے بغیر اپنا منہ پھیرے ہوئے کہا۔

"وہ مجھ سے کیوں نہیں پوچھتا کہ میں کیوں چلا جا رہا ہوں' اور وہ بھی اچانک بالکل اسی کی طرح" ارکادی نے سوچا "اور واقعی میں کیوں جا رہا ہوں وہ کیوں جا رہا ہے؟" وہ دل ہی دل میں سوچتا رہا۔ لیکن وہ اپنے سوالوں کا کوئی تسلی بخش جواب نہ پا سکا گرچہ اس کا دل کسی تلخ احساس سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ اس زندگی سے جدا ہونا بہت شاق ہوگا جس سے وہ بہت مانوس ہو چکا تھا۔ لیکن اس کے لئے تنہا یہاں رہنا بڑا بے موقع ہوگا" ان لوگوں کے درمیان کچھ ٹھن گئی ہے" اس نے اپنے آپ دلیل پیش کی "اس کے چلے جانے کے بعد یہاں چپکے رہنے سے کیا مل جائے گا؟ وہ مجھ سے بالکل بیزار ہے۔ مجھ سے میرا آخری سہارا بھی چھن رہا ہے۔ اس نے انا سرگے یفنہ کا تصور کرنا شروع کیا۔ پھر دوسرے خیالات نے اس جوان بیوہ کے پیارے تصور کو گہنا دیا۔

"مجھے کاتیا کو بھی کھو دینے کا افسوس ہے" ارکادی اپنے تکیے میں بڑبڑایا۔ جس پر آنسو کا قطرہ بھی گر چکا تھا۔ پھر اچانک اس نے اپنے بالوں کو پیچھے کی طرف جھٹکا دیا اور زور سے کہا "آخر کس شیطان نے اس احمق ستنی کاف کو یہاں بھیج دیا؟"

بزاروف ایک ذرا اپنے بستر میں اٹھا اور پھر یہ جواب دیا "تم اب بھی ایک احمق ہو، میں دیکھتا ہوں ——— ستنی کاف کی قسم کے لوگ ہمارے لئے ناگزیر ہیں۔ سمجھے ——— سمجھتے ہو؟ مجھے اس جیسے الو کے پٹھوں کی ضرورت ہے۔ ٹھکریاں چننا خدا کا کام نہیں۔"

"اوہو" ارکادی نے اپنے تئیں سوچا اور اچانک بزاروف کی بے انتہا خودنمائی اور غرور کا راز اس پر روشن ہو گیا "تو کیا ہیں اور تم خدا ہیں؟ کم از کم تم تو خدا ہی ہو ——— تو کیا اس صورت میں میں ایک الو کا پٹھا ہیں یا ہوں؟"

"ہاں" بزاروف نے دہرایا "تم اب تک ایک احمق ہو۔"

جب ارکادی نے دوسرے دن بزاروف کے ساتھ اپنے جانے کی اطلاع دی تو مادام اودن تسوف نے کسی تعجب کا اظہار نہیں کیا۔ وہ تھکی تھکی اور کھوئی کھوئی نظر آ رہی تھی۔ کاتیا اس کی طرف سنجیدگی اور خاموشی کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔ شہزادی شال کے اندر ہی اندر اپنے ہاتھوں کو باندھ کر اس طرح اللہ کا شکر بجا لائی کہ وہ اسے تاڑے بغیر نہ رہ سکا۔ ستنی کاف دوسری طرف بہت بدحواس تھا۔ وہ ابھی ابھی لبس کھانے پر بالکل نئی سیوفاپ سے آیا تھا اب کے

وہ سلاوفل کے فیشن کا لباس نہیں پہنے ہوئے تھا۔ گزشتہ شام جب اس کی خدمت پر مامور ملازم نے یہ دیکھا کہ وہ اپنے ساتھ بہت سے ڈھیر بھر کپڑے رکھ لایا تھا تو بہت متعجب ہوا تھا۔ اور آج خود اس کے دوست اس سے بے وفائی کر رہے تھے۔ اس نے دو تین چھوٹے چھوٹے قدم بھرے وہ اچانک اس خرگوش کی طرح تڑپ کر واپس پھرا جیسے جھاڑی کے کنارے پہنچتے ہی تیر لگ گیا ہو اور بہت ہی مایوسی اور فریاد کی سی آواز میں اس نے زور سے کہا: "میں بھی واپس جانا چاہتا ہوں" مادام اودن تسوف نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔

"میرے پاس ایک بہت ہی آرام دہ گاڑی ہے" اس کم بخت نوجوان نے ارکادی کی طرف مڑتے ہوئے کہا "میں تمہیں اپنے ساتھ لے چل سکتا ہوں" اور بزاروف تمہارے کوچ پر چلا جا سکتا ہے اور اس طرح سفر میں اور زیادہ آرام رہے گا۔" لیکن یہ تمہارے راستے پر نہیں ——— اور میرا گھر یہاں سے بہت دور ہے۔"

"کوئی بات نہیں، یہ کوئی بات نہیں۔ مجھے وقت بہت کافی ہے۔ دوسرے اسی طرف مجھے اپنا کام بھی ہے۔"

"شراب بیچنا ہے" ارکادی نے بڑی تلخی اور چبھن کے ساتھ پوچھا۔ لیکن ستنی کاف اتنا بیزار ہو چکا تھا کہ وہ اپنی عادت کے مطابق ہنسا بھی نہیں۔ "میری بات مانو تو سہی۔ میری گاڑی بہت ہی آرام دہ ہے" وہ بڑبڑایا "اور پھر ہم سبھوں کے لئے اس میں جگہ نکل آئے گی۔"

"بھئی انکار کر کے ستنی کاف کا دل نہ دکھاؤ" انا سرگے یفنا نے کہا۔

ارکادی نے اس کی طرف دیکھا اور معنی خیز انداز میں اپنا سر جھکا لیا۔

مہمان کھانے کے بعد روانہ ہو گئے۔ بزاروف کو ناسوگیں لیفتہ نے "خدا حافظ" کہتے ہوئے اپنا ہاتھ بڑھایا اور کہا "ہم پھر ملیں گے کیا نہیں؟"

"آپ کا جو حکم"

"تو پھر ہم ضرور ملیں گے"

ارکادی سب سے پہلے زینوں پر سے اترا اور وہ ستنی کاف کی گاڑی میں سوار ہو گیا۔

ایک ملازم نے آکر اس کے پیچھے بڑے ادب سے اس کے کپڑوں کو سمیٹ کر اندر کیا، لیکن اس وقت اس کا جی چاہا کہ اس کا گلا گھونٹ دے۔ یا خود پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ جب وہ لوگ ہوٹل پہنچے تو چوکیدار فیڈوت گھوڑے لایا۔ ارکادی بیٹھا اس کا انتظار کرتا رہا۔ پھر وہ کوچ تک گیا اور اپنی پرانی مسکراہٹ کے ساتھ بزاروف سے بولا "یفگینی، مجھے اپنے ساتھ لے چلو میں تمہارے ساتھ چلنا چاہتا ہوں۔"

"اندر آجاؤ" بزاروف نے اپنے دانت بھینچ کر کہا۔

ستنی کاف جو ادھر ادھر اپنی گاڑی کے پہیوں کا طواف کر رہا تھا اور زور زور سے سیٹی بجائے جا رہا تھا یہ باتیں سن کر ہکا بکا رہ گیا۔ اس اثنا میں ارکادی نے بڑے اطمینان سے اپنا سامان گاڑی سے نکال کر رکھا بزاروف کے پہلو میں بیٹھا اور اپنے سابق ہم سفر کی طرف نرمی سے جھکتے ہوئے اس نے کہا۔۔۔ "چلو گاڑی بڑھاؤ"

بگھی دوڑ پڑی اور جلد ہی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔۔۔۔

ستنی کاف بالکل بوکھلا گیا تھا۔ اس نے اپنے کوچوان کی طرف دیکھا لیکن وہ اپنے بدکے ہوئے گھوڑے کی دم پر چابک لگا رہا تھا۔ وہ گاڑی میں بیٹھ گیا اور گذرتے ہوئے دو کسانوں کو ڈانٹ کر کہا "احمقو، اپنے سر پر ٹوپی تو اوڑھو" وہ شہر کو چل پڑا۔ وہاں وہ بہت دیر سے پہنچا اور دوسرے دن مادام ککشن کے یہاں بیٹھ کر اس نے "ان دو معزز گنواروں" کی خوب اچھی طرح خبر لی۔

جب وہ بزاروف کے پاس کوچ پر بیٹھ گیا تو ارکادی نے اس کا ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں دبا لیا اور دیر تک کچھ نہ بولا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بزاروف اس کے ہاتھ کے دباؤ اور اس کی خاموشی دونوں کو پسند کر رہا تھا۔ وہ گزشتہ رات بالکل نہ سویا تھا اور نہ سگریٹ پی تھی اور کئی دن سے مشکل سے اس نے کچھ کھایا تھا۔ اس کا چہرہ دبلا ہو گیا تھا اور اس کی بھوؤں تک دبی ہوئی ٹوپی کے سائے میں اس کا چہرہ سیاہی مائل اور تیکھا نظر آ رہا تھا۔

"اچھا بھئی" اس نے آخر کہا "لاؤ سگریٹ پئیں، ذرا دیکھنا تو کیا میری

زبان زرد پڑ گئی ہے؟

"ہاں، ہے تو سہی،" ارکادی نے کہا

"ہوں —— اور سگریٹ بھی بے مزہ معلوم ہوتی ہے۔ مشین بگڑ گئی ہے۔"

"تم کچھ دنوں سے یقینی کچھ بدلے بدلے لگ رہے ہو؟"

"یہ کچھ بھی نہیں۔ بہت جلد ہم پھر ٹھیک ہو جائیں گے —— ایک چیز بڑی ہی پریشان کن ہے۔ میری ماں کا دل بڑا نرم ہے۔ جب تک کہ تم پھول کر کپا نہ بن جاؤ اور دن میں دس بار نہ کھاؤ وہ بدحواس ہو جائیں گی۔ میرے ابا جان بڑے اچھے ہیں۔ انھوں نے خود زندگی کے اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں۔ نہیں میں سگریٹ پی نہیں سکتا۔" اس نے کہا اور اپنی سگریٹ کو دھول میں پھینک دیا۔

"کیا تم سمجھتے ہو بیس میل کا فاصلہ ہے؟" ارکادی نے پوچھا

"ہاں، اس مہاتما سے پوچھو۔" اس نے آگے بیٹھے ہوئے کسان کی طرف اشارہ کیا جو فیدوت کا ایک ملازم تھا۔

لیکن اس مہاتما نے صرف یہ جواب دیا "کون جانے —— یہاں میل ناپ کر تو بنائے نہیں جاتے" اور وہ اپنے بدکے ہوئے گھوڑے کو گالیاں دیتا رہا جو بار بار اپنے خود سے ٹھوکر لگا رہا تھا۔ یعنی اپنے سر کو نیچے جھکا کر ہلا رہا تھا

"ہاں، ہاں" بزاروف نے کہا "یہ ایک سبق ہے تمھارے لئے، میرے جوان دوست، یہ ایک مثال ہے۔ خدا جانے یہ کیا حماقت ہے۔ ہر شخص ایک تاگے کے تار کو پکڑ کر جھولتا رہتا ہے اور ٹھیک اس کے پاؤں کے نیچے کسی

لمحے بھی غار کا منہ کھل سکتا ہے اور اس پر بھی وہ خود اپنے لئے طرح طرح کی پریشانیوں اور مصیبتوں کا سامان فراہم کرتا رہتا ہے اور اس طرح اپنی زندگی تباہ کر لیتا ہے۔"

"آخر تمھارا اشارہ کس چیز کی طرف ہے؟" ارکادی نے پوچھا۔

"میں کسی چیز کی طرف اشارہ نہیں کر رہا ہوں۔ میں سیدھے طور پر یہ کہہ رہا ہوں کہ ہم دونوں کا طرز عمل احمقوں کا سا ہے۔ اس پر بحث کرنے سے کیا فائدہ —— ! لیکن میں نے ہسپتال میں کام کرنے کے دوران میں دیکھا ہے کہ وہ مریض جو اپنی علالت سے بیزار ہوتا ہے —— وہ بیماری پر غالب آ جاتا ہے۔"

"تمھاری باتیں میری سمجھ میں بالکل نہیں آتیں" ارکادی نے کہا "میں سمجھتا ہوں کہ تمھیں کوئی شکایت پیدا نہ ہوئی ہوگی۔"

"اور چونکہ تم میری باتیں نہیں سمجھتے اس لئے میں تم سے یہ کہوں گا —— اپنی انگلی کے ناخن کو بھی عورت کا غلام بنانے سے کہیں بہتر ہے کہ آدمی سڑک پر پتھر توڑتا رہے —— اور بس" بزاروف کے منہ سے اس کا محبوب لفظ "رومانیت" نکلنے ہی والا تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو روک لیا اور بولا "واہیات"۔ تم ابھی میری بات کا یقین نہیں کرتے، لیکن میں تم سے کہتا ہوں —— تم اور میں دونوں ابھی عورتوں کی صحبت میں رہے ہیں —— کتنا اچھا ہوا کہ ہمیں ایسی صحبت مل گئی۔ لیکن ایسی صحبت ترک کر دینا ایسا ہی ہے جیسے ایک آدمی شدید گرمی میں ٹھنڈے پانی میں غوطہ لگائے۔ لیکن آدمی کو

ایسی چھوٹی باتوں کے لئے وقت نہیں۔ آدمی کو پاستو جانور نہیں بننا چاہئے
یہ ایک اسپینی ضرب المثل ہے۔ اب تم سمجھ گئے ہوگے میرے بھولے دوست۔
اس نے آگے کوچوان کے پاس بیٹھے ہوئے کسان سے پوچھا ——

"تمھاری کوئی بیوی ہے؟"

کسان نے دونوں کی طرف اپنی چندھیائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اپنا
ستا ہوا چہرہ پھیر دیا۔

"بیوی؟ ہاں ہر شخص کی بیوی ہوتی ہے"

"کیا تم اسے پیٹتے ہو؟"

"اپنی بیوی کو؟ سب چلتا ہے کبھی کبھی۔ ہم لوگ اپنی بیویوں کو بغیر کسی
معقول وجہ کے نہیں پیٹتے۔"

"بہت اچھے۔ اچھا بتاؤ، کیا وہ تمھیں پیٹتی ہے؟"

کسان نے لگام کو ایک جھٹکا دیا "حضور عجیب بات پوچھ رہے ہیں آپ
تو —— آپ کو دل لگی سوجھ رہی ہے۔ ہاں"

صاف ظاہر ہے کہ اسے صدمہ پہنچا تھا۔

"سن تم نے ارکادی نکولیووچ —— لیکن ہم تو پٹ گئے ——
تعلیم یافتہ ہونے کا یہی پھل ہے"

ارکادی نے ایک فرمائشی قہقہہ لگایا اور بزاروف نے اپنا منہ دوسری
طرف پھیر لیا اور راستے بھر پھر نہ بولا۔ بیس میل ارکادی کو چالیس میل محسوس ہو رہے
تھے آخرکار ایک اتھلی اور ڈھلوان سی زمین پر انھیں وہ چھوٹا سا مکان

نظر آیا جس میں بزاروف کے والدین رہتے تھے۔ اس کے پاس ہی برچ کے
پیڑوں کے ایک جھنڈ سے گھرا ہوا ایک اور جھونپڑا نظر آیا جس کا چھپر پھونس کا تھا۔
اگلے جھونپڑے کے سامنے دو کسان، ٹوپی پہنے کھڑے تھے اور ایک دوسرے
کو گالیاں دے رہے تھے "تو سور ہے سور" ایک نے کہا "بلکہ ایک دودھ
پیتے سور کے بچے سے بھی گیا گزرا ہے"

"اور تیری جورو ڈائن ہے ڈائن" دوسرے نے جواب دیا۔

"ان کی طراری سے" بزاروف نے ارکادی سے کہا "اور ان کی خوش مذاق
لفظی کٹھ حجتی سے تم یہ سمجھ سکتے ہو کہ میرے ابا جان کے کسان بہت زیادہ مظلوم
نہیں ہیں۔ اور وہ لو —— وہاں زینے پر، وہ خود ہی چلے آرہے ہیں
انھوں نے گھنٹی کی آواز سن لی ہوگی —— ہاں" وہی ہیں، وہی ہیں، میں
ان کے خد و خال خوب پہچانتا ہوں —— ارے ارے ...... بیچارے
کتنے، ان کے بال کتنے بھورے ہوگئے ہیں"

۲۰

بزاروف نے بگھی سے جھکتے ہوئے اپنا سر نکالا اور ارکادی اپنے دوست کے پیچھے سے جھانک کر دیکھنے لگا۔ اسے گودام گھر کے زینوں پر لانبا، پتلا دبلا شخص نظر آیا۔ اس کے بال الجھے ہوئے تھے اور ناک باز کی چونچ کی طرح نکلی ہوئی۔ وہ ایک پرانا فوجی کوٹ پہنے ہوئے تھا جس کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ وہ اپنے دونوں پیر چیرے ہوئے کھڑا ایک لمبا پائپ پی رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بھچی ہوئی تھیں تاکہ دھوپ سے چکاچوند نہ ہوں۔

گھوڑے رک گئے۔

"آخر آ گئے تم" اس کے باپ نے دھواں پھینکتے ہوئے کہا۔ حالانکہ اب پائپ اس کی انگلیوں میں ناچ رہا تھا "آؤ، باہر آ جاؤ، نکلو، اترو، آؤ تمہیں گلے سے تو لگا لوں"

اس نے اپنے بیٹے کو سینے سے لگا لیا اور کہا ــــ "اینوشا، اینوش"

ایک تھرتھرائی ہوئی عورت کی آواز سنائی دی۔ کواڑ ایک جھونکے سے کھل گئے اور

دروازے میں ایک گداز بدن کی، پستہ قد، ادھیڑ عمر کی عورت نظر آئی وہ ایک چھوٹا سا دھاری دار جیکٹ پہنے ہوئے تھی۔ اس کے منہ سے ایک کراہ سی نکلی وہ لڑکھڑائی اور اگر بزاروف اسے سہارا نہ دیتا تو یقینی وہ زمین پر گر جاتی۔ فوراً ہی اس کے دونوں گداز ہاتھ اس کی گردن میں حمائل ہو گئے۔ اس کا سر اس کے سینے میں گڑ گیا اور ایک مکمل خاموشی طاری ہو گئی۔ صرف اس کی ہچکیوں اور سسکیوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

بوڑھے بزاروف نے زور سے سانس لی اور اس کی آنکھیں اور زیادہ سکڑ گئیں۔

"چلو بس، بس کرو، بہت ہو چکا، اریشا۔ ختم کرو" اس نے ارکادی سے نظریں ملاتے ہوئے کہا جو بگھی میں خاموش بیٹھا ہوا تھا اور کسان نے تو اپنا منہ بھی دوسری طرف پھیر لیا تھا ــــ "اس کی کوئی ضرورت نہیں ــــ بس بھی کر چکو"

"آہ وسیلی ایونچ" بوڑھی عورت نے ہکلاتے ہوئے کہا "کتنا عرصہ ہو گیا ــــ میرے لال، میرے اینوشا" ــــ اور اپنے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی کئے بغیر، اس نے اپنے جھری دار چہرے کو اک ذرا سا الگ کیا ــــ اس کو اپنی ممتا بھری مسکراتی ہوئی آنکھوں سے گھورنے لگی، اور پھر اپنا سر اس کی گردن پر رکھ دیا۔

"اچھا، اچھا ــــ یہ سب بالکل ٹھیک ہی ہے" وسیلی ایونچ نے لقمہ دی کی "مگر اچھا ہو اب اگر ہم لوگ اندر چلیں۔ ادھر دیکھو یفگینی کے ساتھ

دلی مہمان بھی آیا ہے ۔ اس نے ارکادی کی طرف مڑتے ہوئے اور اپنے پیر کو رگڑتے ہوئے کہا "تم جانتے ہی ہو، عورت کی کمزوری ——— اور پھر ایک ماں کا دل ——— "

اس کے ہونٹ اور بھویں بھی بھنچ گئی تھیں اور داڑھی لرز رہی تھی ——— لیکن ظاہری طور پر وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا تھا اور اپنی بے نیازی کا مظاہرہ کر رہا تھا ۔

"چلیے اماں اب اندر چلیں، واقعی ———" بزاروف نے کہا اور نڈھال بوڑھی عورت کو گھر کے اندر لے چلا ۔ اس نے اطمینان سے اسے آرام کرسی پر بٹھایا اور پھر ایک بار اپنے باپ سے جلدی جلدی گلے ملنے کے بعد ارکادی کا اس سے تعارف کرایا ۔

"تم سے مل کر دلی خوشی ہوئی" وسیلی ایوانچ نے کہا "لیکن تمھیں بڑی چیزوں کی توقع نہیں رکھنی چاہیے ۔ میرے گھر میں ہر کام بڑی سادگی سے انجام پاتا ہے بالکل فوجی قاعدے سے ۔ ارینا ولاسے یفنہ ۔ ڈھارس بندھاؤ ۔ چپ بھی ہو جاؤ، میں کہتا ہوں ——— آخر یہ کیا کمزوری ہے ۔ یہ ہمارا مہمان بتاؤ تمھارے بارے میں کتنا برا خیال کرے گا ۔"

"میرے اچھے مہمان ———" بوڑھی عورت نے اس طرح آنسو بہاتے ہوئے کہا "مجھے تمھارا اور تمھارے ابا کا نام جاننے کا شرف حاصل نہیں"

"ارکادی نکولائچ" وسیلی ایوانچ نے اپنی دھیمی آواز میں کہا ۔

"تمھیں میری جیسی بے وقوف عورت کو معاف کر دینا چاہیے" بوڑھی عورت

نے زور سے اپنی ناک صاف کی اور پھر مستعدی سے اپنا سر دائیں اور بائیں جھکاتے ہوئے اس نے دونوں آنکھیں یکے بعد دیگرے پونچھیں ۔ "مجھے معاف کر دو ۔ میں سمجھتی تھی کہ میں مر جاؤں گی ——— اور میں اپنے لا ——— ل کو دیکھنے کو زندہ نہ رہ سکوں گی ۔"

"اور مادام دیکھو تو سہی ہم اس کے دیکھنے کو زندہ ہیں" وسیلی ایوانووچ نے بیچ میں کہا "تنیشکا" وہ ایک تیرہ سال کی ایک ننگے پاؤں لڑکی کی طرف مڑ گیا جو بھڑکیلے سرخ رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھی اور سہمی ہوئی دروازے سے جھانک رہی تھی "چل ری اپنی مالکن کے لئے ایک گلاس پانی لا نا ——— ایک طشت پر رکھ کر لانا، سنتی ہے" "اور آپ سے جناب ———" اس نے پرانے ڈھنگ کی دل لگی کرتے ہوئے کہا "گذارش کروں گا کہ ایک پرانے پنشن یافتہ سپاہی کے دارالمطالعے میں تشریف لے چلیں ۔"

"بس ایک بار اور مجھے خود کو گلے لگا لینے دو اینوشا" ارینا ولاسے یفنہ نے کراہتے ہوئے کہا ۔ بزاروف اس کے پاس جھک گیا ۔ "ووہ ——— تو کتنا خوبصورت جوان ہو گیا ہے ۔"

خوبصورتی ووبصورتی "میں نہیں جانتا" وسیلی ایوانووچ نے کہا "لیکن وہ ایک مرد ہے مرد ۔ جیسا کہ مثل مشہور ہے ——— ایک اصلی مرد ۔ اور اب مجھے امید ہے ارینا ولاسے یفنہ، کہ تمھارا ممتا بھرا دل بھر گیا ہوگا ۔ اب ذرا اپنے پیارے مہمانوں کے بھوکے پیٹ بھرنے کی فکر تو کرو ——— اسی لئے کہ تم نے کہاوت تو سنی ہوگی کہ بلبل بھی صرف پریوں کے قصے پر زندہ نہیں رہ سکتی ۔"

بوڑھی عورت اپنی کرسی سے اٹھ گئی۔ "ابھی، وسیلی انوفریوچ —— بس ایک منٹ میں میز لگ جاتی ہے۔ میں خود ہی بھاگی ہوئی باورچی خانے جاؤں گی اور سماوار لانے کے لئے کہوں گی۔ ہر چیز تیار ہو جائے گی۔ ہر چیز۔ کہوں۔ میں نے تو اسے تین سال سے نہ دیکھا ہے، نہ کھلایا پلایا ہے —— کیا یہ کچھ بھی نہیں؟"

"واہ —— تم بڑی اچھی ماں ہو —— چلو جلدی کرو —— اور ہمیں شرمندہ نہ کرو —— جب کبھی تم لوگ —— آؤ میرے ساتھ آؤ —— ادھر یفگینی، دیکھو تیموفیچ تمہیں سلام کرنے آیا ہے۔ وہ بھی تمہیں دیکھ کر خوش ہو رہا ہے —— وہ بوڑھا کتا۔ کیوں، اے بوڑھے کتے، کیا تو خوش نہیں؟ اچھا، اب آؤ میرے پیچھے چلے آؤ۔"

اور وسیلی انوفریوچ آگے آگے اپنے سلیپر کی اکھڑی ہوئی ایڑی کو رگڑتا اور کھینچتا ہوا چلنے لگا۔

اس کا پورا گھر چھ چھوٹے کمروں پر مشتمل تھا۔ ان میں سے ایک کمرے کو یہ دونوں بلائے گئے جسے مطالعہ کا کمرہ کہتے تھا۔ ایک موٹے پایوں والی میز جس پر کاغذات بکھرے پڑے تھے جو نہایت دھوئیں کی تہوں کی وجہ سے کالے ہو رہے تھے گویا انہیں دھوئیں میں رکھا گیا ہو۔ یہ میز دو کھڑکیوں کے درمیان پوری جگہ گھیرے ہوئے تھی۔ دیواروں پر ترکی بندوقیں، کوڑے، تیغ، دو نقشے کچھ جسم کے تشریحی خاکے، ہاف لینڈ کی تصویر، اور کالے فریم میں ایک بالوں کا بنا ہوا طغرا، اور شیشے میں ایک سند ٹنگی ہوئی تھی۔ ایک چمڑے

کا صوفہ جو جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا، اور جس میں کہیں کہیں بڑے بڑے سوراخ پڑ گئے تھے۔ دو بڑے برچ کی لکڑی کے نعمت خانوں کے درمیان پڑا ہوا تھا اور تختوں پر درازوں میں کتابیں، بکس، مری ہوئی چڑیاں جن کی کھال میں اندر سے کچھ بھرا ہوا تھا، صراحیاں ایک دوسرے میں گھستی ہوئی گڈمڈ رکھی ہوئی تھیں۔ ایک کونے میں ٹوٹی ہوئی بجلی کی بیٹری رکھی ہوئی تھی۔

"میرے پیارے ارکادی نکولیچ، میں نے پہلے ہی تمہیں چتاونی دے دی تھی —— کہنا چاہئے ہم بالکل گنواروں کی طرح رہتے ہیں...... آدھا تیتر آدھا بٹیر"...... وسیلی انوفریوچ نے کہا۔

"بس چپ بھی رہئے، معذرت کر رہے ہیں آپ؟" بزاروف نے مداخلت کی۔ "کرسانوف اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم کوئی نواب نہیں ہیں، اور نہ آپ کا کوئی خانساماں یا جمعدار ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ ہم اسے ٹھہرا کہاں رہے ہیں؟"

"ضرور، ضرور، یفگینی —— اس چھوٹے سے جھونپڑے میں ایک اچھا سا کمرہ ہے۔ اسے وہاں بہت آرام رہے گا۔"

"کیا آپ نے کوئی گھر بنا لیا ہے؟"

"کیوں، وہیں جہاں غسل خانہ ہے" تیموفیچ نے بیچ سے کہا

"وہ کمرہ غسل خانے کے بعد......" وسیلی انوفریوچ نے جلدی سے کہا "اب تو گرمیاں آگئی ہیں۔ اچھا میں فوراً جاتا ہوں اور وہاں سب ٹھیک ٹھاک کرتا ہوں۔ اور تم تیموفیچ اس بیچ میں ان کا سامان اندر لے آؤ۔ تم یفگینی

ہاں تمھیں اپنے مطالعے کا کمرہ دے سکتا ہوں، اچھا تو یہ مٹے — آں "

"دیکھا تم نے انھیں — ایک زندہ دل بوڑھا اور نیک طبیعت آدمی ......" جیسے ہی وسیلی ایوانووچ وہاں سے گئے، بزاروف نے کہا "بالکل تمھارے بڑے میاں کی طرح — ! اور یہ تو بالکل بہت کچھ تم ہیں"

"اور تمھاری اماں تو بہت ہی خوب خاتون معلوم ہوتی ہیں" ارکادی نے کہا۔

"ہاں ان میں کوئی دکھاوا نہیں ہے۔ دیکھنا کتنا شاندار کھانا کھلاتی ہیں۔"

"آج انھیں آپ کے آنے کی امید نہیں تھی، حضور، وہ تو گوشت بھی نہیں لائے ہیں،" تیموفے نے کہا، جو بزاروف کا بکس اندر گھسیٹتا ہوا لا رہا تھا۔

"ہم بغیر گوشت کے بھی مزا اٹھا لیں گے۔ آسمان کے تاروں کی تمنا بے سود ہے۔ کہتے ہیں غربت کوئی بری چیز نہیں ہے۔"

"تمھارے ابا کے کتنی رعیت ہے؟" ارکادی نے یکایک پوچھا

"یہ جاگیر ان کی نہیں اماں کی ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے ان کی رعیت پندرہ آدمی ہیں"

"سب ملا کر بائیس" تیموفے نے ناگواری کے لہجے میں کہا

سلیپروں کے پھٹپھٹانے کی آواز آئی۔ اور دوبارہ وسیلی ایوانووچ سامنے آ موجود ہوا "بس چند منٹوں میں تمھارا کمرہ تمھارا خیر مقدم کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا" اس نے فاتحانہ شان سے کہا "ارکادی — نکولائچ —؟ میں سمجھتا ہوں یہ ٹھیک ہے؟ اور یہ رہا تمھارا خدمت گار" اس نے ایک

ناٹے قد کے لڑکے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو ایک لمبے دامنوں والا نیلا کوٹ پہنے ہوئے تھا اور جو کہنیوں پر پھٹ کر چیتھڑے چیتھڑے ہو گیا تھا۔ اور وہ اپنے پیروں میں ایسے جوتے پہنے ہوئے تھا جو اس کے نہ معلوم ہوتے تھے "اس کا نام ہے فیدکا۔ گرچہ میرے بیٹے نے مجھے منع کیا ہے، میں دوبارہ کہوں گا کہ یہاں تمھیں کسی بڑی بات کی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔ ویسے میں پائپ بھرنا جانتا ہوں۔ تم تمباکو تو پیتے ہوگے؟"

"میں عام طور پر سگار پیتا ہوں" ارکادی نے جواب دیا۔

"تم بہت اچھا کرتے ہو، میں خود سگار کو ترجیح دیتا ہوں۔ لیکن اس دور دراز کے چھوٹے حصے میں ان کا مہیا کرنا بہت ہی دشوار ہے۔"

"دیکھئے اب بہت انکسار اور خاکساری ہو چکی" بزاروف نے مداخلت کی۔ "بہت اچھا ہو اگر آپ یہاں صوفے پر بیٹھ جائیں اور ہمیں ایک نظر خود کو دیکھنے دیں"

وسیلی ایوانووچ ہنسا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ بہت کچھ اپنے بیٹے سے مشابہ تھا۔ صرف اس کی بھویں اور نیچے جھکی ہوئی اور چھوٹی تھیں۔ اس کا منہ زیادہ چوڑا تھا۔ اس میں ہر وقت سیمابی کیفیت سی رہتی تھی — کبھی وہ اپنے کندھوں کو ہلاتا اور جھٹکا دیتا جیسے کوٹ کی آستین اس کی بغل میں چبھ رہی ہو۔ کبھی آنکھیں ٹمٹماتا، کبھی کھنکھارتا، کبھی اپنی انگلیوں کو مروڑنے لگتا — اس کے برعکس اس کے بیٹے میں ایک ٹھنڈی بے حسی سی نظر آتی تھی۔

"خاکساری" وسیلی ایوانووچ نے دہرایا "یف گینی — ایسا نہ سمجھ بیٹھنا کہ میں یہ بتا کر کہ میں اس ویرانے میں رہتا ہوں، اپنے مہمان کی

ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے خلاف میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک سوچنے سمجھنے والے دماغ کے لئے کوئی جگہ ویرانہ نہیں ہے۔ کم از کم جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے میں کوشش کرتا ہوں کہ اپنے اوپر زنگ نہ لگنے دوں۔ وقت سے پیچھے نہ رہ جاؤں۔"

ویسلی ایگونووچ نے اپنی جیب سے ایک زرد ریشمیں رومال نکالا جسے ارکاڈی کے کمرے میں جاتے ہوئے جھپٹ کر جیب میں رکھ لینے کا موقع مل گیا تھا اس نے رومال کو ہوا میں ہلایا اور پھر بولنے لگا "میں اس حقیقت کی طرف اشارہ نہیں کر رہا ہوں کہ مثال کے طور پر میں نے غیر معمولی قربانیوں کے بعد اپنے کسانوں کو لگان پر زمین دینا شروع کر دیا اور آدھ بٹائی پر انہیں زمین دے رکھی ہے۔ میں تو اسے اپنا فرض سمجھتا تھا۔ یہ عمل تو محض معمولی سمجھ داری کا تقاضہ تھا۔ حالانکہ دوسرے مالک اس کا خواب بھی نہیں دیکھتے ہیں تو سائنس کی طرف، کلچر کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔"

"ہاں ــــ میں دیکھ رہا ہوں، یہاں آپ کے پاس "ہمدرد صحت ۱۸۵۵ء" رکھا ہوا ہے۔" بزاروف نے کہا

"یہ میرے ایک پرانے ساتھی نے دوستانہ طور پر بھیج دیا ہے" ویسلی ایگونووچ نے جواب میں عجلت سے کام لیا "لیکن ویسے، مثال کے طور پر ہمیں علم کاسۂ سر کا بھی کچھ واقفیت ہے۔"

اس نے خاص طور پر ارکاڈی سے مخاطب ہو کر طاق پر رکھے ہوئے ایک پلاسٹک کے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جس پر نمبر وار خانے بنے ہوئے

تھے، کہا "اور ہاں، ہم شنلین اور رد مشیر سے بھی نابلد نہیں ہیں۔"

"اس صوبے میں لوگ ابھی تک رد مشیر پر کیوں اعتقاد رکھتے ہیں؟" بزاروف نے پوچھا۔

ویسلی آئیونووچ نے اپنا حلق صاف کیا "اس صوبے میں ــــ لیکن جناب آپ خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ قدم ملا کر کس طرح چل سکتے ہیں؟ تم لوگ یہاں ہماری جگہ لینے کے لئے ہو۔ میرے زمانے میں بھی ایک خلطیت پسند مدرسۂ خیال تھا۔ ہوفمین اور براؤن اپنے عقیدہ روحانیت کے ساتھ ــــ وہ ہمیں بھی بہت ہی مضحکہ خیز معلوم ہوتے تھے ــــ لیکن اپنے زمانے میں وہ لوگ بھی بڑی اہمیت رکھتے تھے۔ تمہارے یہاں کسی اور نے رد مشیر کی جگہ لے لی ہے، تم اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہو۔ لیکن آئندہ بیس سال میں اس کی باری آئے گی اور لوگ اس پر ہنسیں گے۔"

"آپ کی تشفی کے لئے میں آپ سے عرض کروں گا" بزاروف نے کہا "کہ ان دنوں ہم یکسر علم طب ہی پر ہنستے ہیں اور کسی کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیوں تم تو ڈاکٹر ہونے والے ہو۔ کیا ــــ نہیں؟"

"ہاں ــــ لیکن ایک حقیقت دوسری حقیقت کی تردید نہیں کرتی"

ویسلی آئیونووچ نے اپنی بیچ کی انگلی اپنے پائپ میں ڈال کر اس حصے کو دبایا جہاں اب تک تمباکو کی راکھ دھواں پھینک رہی تھی "اچھا ــــ شاید ــــ شاید میں تردید نہیں کروں گا۔ میں ہوں کیا؟ ایک پنشن یافتہ فوجی ڈاکٹر ــــ ایک ڈاکٹر۔ اور اب قسمت نے مجھے کاشتکاری پر مجبور کر دیا۔ میں نے تمہارے

دادا کے دستے میں کام کیا ہے۔" وہ پھر ارکادی سے مخاطب ہوا "میں نے بھی اپنے زمانے میں بہت کچھ دیکھا ہے۔ میں ہر طرح کی صحبتوں میں رہا تھا۔ مجھے ہر طرح کے لوگوں سے ملنے کا موقع ملا تھا۔ میں نے خود جسے تم اس وقت اپنے سامنے دیکھ رہے ہو، شہزادہ وٹگنسٹین اور زیرکفکی کی نبضوں پر انگلیاں رکھی ہیں۔ وہ جنوبی فوج کے چودھویں دستے میں تھے (یہاں پر وسیلی آیونوویچ نے معنی خیز انداز میں اپنے منہ کو بند کر لیا) لیکن میرا کام صرف ایک طرف تھا۔ بس نشتر سے کام ــــ اور چیزیں جیسی ہوں ویسی ہوں۔ تمہارے دادا بڑے معزز آدمی تھے ــــ ایک اصلی سپاہی۔"

"اب بھی تو اقرار کر لیجیے کہ وہ محض احمق تھے" بزاروف نے آہستہ آہستہ کہا۔

"اوہ یفگینی ــــ ارے تم ایسی بات کس طرح کر سکتے ہو؟ ــــ کیا تم واقعی سمجھتے ہو کہ ــــ جنرل کرپ تو تت ــــ ان لوگوں میں ایک نہیں تھے جو ــــ"

"چلئے چھوڑیئے انھیں" بزاروف نے بات کاٹ کر کہا۔

"جب میں آ رہا تھا تو میں برچ کے جنگلات دیکھ کر بہت خوش ہوا ــــ خوب جھاڑ جھنکاڑ کی طرح بڑھے ہیں یہ تو۔"

وسیلی ایونوویچ کا چہرہ چمک اٹھا۔ "ذرا دیکھنا ــــ کیا باغ کھلا رکھا ہے میں نے۔ ایک ایک پیڑ خود اپنے ہاتھوں سے لگایا ہے ــــ ہمارے یہاں پھل، رس بھری اور دوا میں کام آنے والی تمام جڑی بوٹیاں ہیں۔ تم لوگ کتنے

ہی عقلمند کیوں نہ ہو گئے ہو ــــ لیکن بوڑھے پارسلس نے کیسی مقدس حقیقت بیان کر دی تھی ــــ جڑی بوٹیاں .... میں نے ڈاکٹری ترک کر دی ہے لیکن تم جانو، ہفتے میں کم از کم دو تین بار مجھے علاج و معالجہ ضرور کرنا پڑتا ہے وہ علاج کرانے آتے ہیں ــــ میں انہیں بھگا نہیں سکتا۔ کبھی کبھی آخر غریبوں کو میرے ہی دروازے پر دستک دینی پڑتی ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہاں ڈاکٹر ہیں بھی نہیں۔ ایک پڑوسی ہے نہ ایک پنشن یافتہ میجر۔ ذرا دیکھو تو سہی، وہ بھی ڈاکٹری کر لیتا ہے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا "کیا اس نے ڈاکٹری پڑھی ہے" اور لوگوں نے بتایا "نہیں اس نے ڈاکٹری نہیں پڑھی ہے، وہ انسانی ہمدردی میں ڈاکٹری کرتا ہے" ہا ہا ہا ــــ انسانی ہمدردی کا میں ــــ بتاؤ تو اس کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ ہا ہا ہا"

"خدا کا ذرا میرا پائپ بھر دو" بزاروف نے روکھے پن سے کہا۔

"ایک اور ڈاکٹر ہے جو اس وقت مریض کے پاس پہنچا جب وہ آخری ہچکی لے رہا تھا۔ ملازم نے ڈاکٹر کو کچھ کہنے نہیں دیا۔ اس نے کہا "اب آپ کی کوئی ضرورت نہیں" اسے اس کی توقع نہیں تھی، اس نے بوکھلا کر پوچھا "کیا تمہارے مالک کو مرنے سے پہلے ہچکی بھی آئی تھی؟" "ہاں" "کیا انھیں بہت زیادہ ہچکی آئی تھی؟" "ہاں" "اوہ تو یہ ٹھیک ہے" اور پھر واپس آ گیا۔ ہا ہا ہا ــــ"

بڈھا بس اکیلا ہی قہقہہ لگا رہا تھا۔ ارکادی نے اپنے چہرے پر زبردستی ایک مسکراہٹ پیدا کی۔ بزاروف صرف پھیل کر بیٹھ گیا۔ ایسی گفتگو ایک گھنٹے تک جاری رہی۔ ارکادی کو اس دوران میں اپنے کمرے میں جانے

کا موقع مل گیا جو دراصل غسل خانے سے ملحق ایک چھوٹا سا کمرہ تھا لیکن بڑا صاف ستھرا تھا آخر کار تن یوشا اندر آئی اور اس نے کھانا چنے جانے کی اطلاع دی۔

وسیلی آئیوانووچ سب سے پہلے اٹھ کھڑا ہوا: "آؤ عزیزو ـــ بھئی تم لوگوں کو وسیع القلب ہونا چاہئے، مجھے معاف کردو اگر میری باتوں سے اکتاہٹ ہوئی ہو۔ میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ میری اچھی بیوی تمہاری زیادہ تشفی کر سکیں گی۔"

کھانا اگرچہ بڑی عجلت میں پکا تھا لیکن وہ بہت اچھا معلوم ہوا۔ کھانا تھا بھی بہت، البتہ شراب اس معیار کی نہیں تھی۔ وہ کالی شیری جیسی تھی، جو تیموفیچ نے شہر میں ایک مشہور مے فروش سے خریدی تھی۔ اس میں ہلکا ہلکا تانبے اور رال کا سا مزا تھا۔ مکھیوں نے الگ ایک مصیبت کر رکھی تھی۔ ویسے تمام عام دنوں میں ایک چھوکرا ایک بڑی سی ہری ٹہنی سے مکھیوں کو اڑاتا رہتا تھا۔ لیکن اس موقع پر وسیلی آئیوانووچ نے اسے وہاں سے اس ڈر سے چلتا کر دیا تھا کہ کہیں یہ نئے زمانے کے لوگ تنقید نہ شروع کر دیں۔ اس اثنا میں ارینا کو ڈھنڈے بازی کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ اس نے ایک اونچی سی ٹوپی پہن رکھی تھی جس میں ریشمی پھندنے لگے ہوئے تھے اور ایک شال اوڑھ رکھی تھی۔ جیسے ہی اس کی نظر اپنے ایوشا پر پڑی وہ ایک بار رو پڑی۔ لیکن اس بار اسے وسیلی آئیوانووچ کو اس کی فہمایش نہیں کرنی پڑی بلکہ اس نے خود ہی شال کے داغدار ہونے کے ڈر سے اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔ صرف دونوں نوجوان دوست خوب جی بھر کر کھاتے رہے۔ مالک اور مالکن نے

بہت پہلے اپنا کھانا ختم کر لیا تھا۔ فذکا کھانے پر حاضر رہا اور یہ صاف ظاہر تھا کہ پہلی بار جوتے پہننے کی وجہ سے بڑی دقت محسوس کر رہا تھا۔ اس کی مدد کے لئے مردانہ چہرے والی ایک عورت انفیسشکا بھی موجود تھی جو گھر کی رکھوالی، مرغی خانے کی دیکھ بھال اور دھوبن کے فرائض انجام دیتی تھی۔ وسیلی آئیوانووچ پورے کھانے کے دوران میں ادھر ادھر ٹہلتا رہا۔ وہ ایک مکمل مسرت اور اصلی روحانی انبساط سے بھرے ہوئے چہرے کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔ اس کو نپولین کی حکمت عملی اور اطالوی مسائل کی پیچیدگی سے بڑی وحشت ہو رہی تھی۔ ارینا ولاسیفنا نے ارکادی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ اس نے اس کے کھانے پر اصرار نہیں کیا۔ وہ برابر اپنی چھوٹی چھوٹی مٹھیوں پر اپنا گول چہرہ ٹکائے، جس میں اس کے چیری جیسے سرخ لبوں اور رخسار اور بھوؤں کے اوپر والے چھوٹے چھوٹے تلوں کی بدولت ایک معصومانہ شرافت جھلک رہی تھی۔ اس نے اپنے بیٹے کے چہرے سے ذرا بھی نظریں نہیں ہٹائی تھیں۔ وہ ٹھنڈی سانسیں بھر رہی تھی۔ وہ یہ جاننے کے لئے بے تاب تھی کہ اس کا بیٹا یہاں کتنے دنوں کے لئے آیا تھا لیکن وہ پوچھتے ہوئے ڈر رہی تھی۔

"کیا ہو اگر وہ کہہ دے صرف دو دن کے لئے" اس نے سوچا اور اس کا دل ڈوبنے لگا۔ کباب پیش کئے جانے کے بعد وسیلی آئیوانووچ ایک لمحے کو وہاں سے غائب ہو گیا اور آدھی بوتل شمپین کے ساتھ واپس آیا۔ "دیکھو گرچہ ہم جنگل میں رہتے ہیں، ہمارے پاس کچھ ایسی چیز بھی ہے جس سے مسرت کے موقع پر ہم جشن منا سکیں" اس نے تین شمپین گلاس اور چھوٹا سا جام

بزاروف نے اپنی رائے دی "یہ صحیح خیال ہے۔ واقعی اب سونے کا وقت ہے۔"
جب اس نے اپنی ماں کو شب بخیر کہا تو اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس کی ماں نے اسے چمٹا لیا اور چوری چوری اس کی پشت کے پیچھے اپنے ہاتھوں سے تین بار اس کے لئے دعائیں مانگیں۔ وسیلی آئیوانووچ نے ارکادی کو اس کے کمرے میں پہنچایا اور اس نے اس کے لئے ویسے ہی "تازہ دم کر دینے والے خواب شیریں" کی خواہش کا اظہار کیا "جس سے کہ ارکادی کی عمر میں لطف اندوز ہوا کرتا تھا" اور ارکادی واقعی رات بھر اس غسل خانے میں بہت اچھی نیند سویا۔ اس میں پودینے کے قسم کی بو بسی ہوئی تھی۔ چولھے کے پیچھے دو جھینگر نغمہ زنی میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے پر تلے ہوئے تھے۔ وسیلی آئیوانووچ ارکادی کے کمرے سے اپنے مطالعے کے کمرے میں گیا۔ وہ اپنے بیٹے کی پائنتی پر بیٹھ کر اس سے باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن بزاروف نے اس سے نیند کا بہانہ کرکے اسے وہاں سے روانہ کیا اور پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں صبح کر دی۔ اپنی پھٹی ہوئی آنکھوں سے تاریکی میں مخفقانہ جذبے کے ساتھ گھورتا۔ بچپن کی یادیں اس کے سامنے بے سکت تھیں۔ اس کے علاوہ وہ اپنے تازہ ترین تلخ جذباتی تاثرات سے چھٹکارا نہیں حاصل کر سکا تھا ارینا ولاسے یفنا نے پہلے جی بھر کے دعائیں مانگیں اور پھر انفیوشکا سے لمبی چوڑی گپ کرتی رہی جو لکن کے سامنے بت بنی کھڑی تھی اور اپنی ایک آنکھ کو اس پر گاڑے ہوئے یفگینی کے بارے میں اپنے تاثرات اور خیالات کا اظہار کر رہی تھی۔ اس بوڑھی عورت کا سر خوشی، شراب اور تمباکو کے دھوئیں کی وجہ سے چکرا رہا تھا۔ اس کے شوہر نے اس سے بات کرنا چاہی لیکن پھر جھنجھلا کر اپنے ہاتھ

بھر دیا اور "بے بہا جہانوں" کا جام صحت بلند کیا اور بالکل فوجی انداز میں اپنا جام منہ میں غٹ سے انڈیل لیا۔ اور اس نے ارینا ولاسے یفنا سے ایک قطرہ پی لینے پر اصرار کیا۔ جب میٹھے کے کھانے کا وقت آیا تو ارکادی نے جو میٹھی چیز بالکل پسند نہ کرتا تھا اپنا فرض جانا کہ ان چار قسموں کو ذرا ذرا سا چکھے جو تازہ تازہ تیار ہوئی تھیں۔ عام طور پر اس وجہ سے اور بھی زیادہ کہ بزاروف نے صاف صاف انکار کر دیا تھا اور فوراً سگریٹ سلگا لیا تھا۔ اس کے بعد ملائی مکھن اور خستہ بسکٹ کے ساتھ چائے آئی۔ پھر اس کے بعد وسیلی آئیوانووچ ان لوگوں کو شام کی رعنائی دکھانے کے لئے باغ کی طرف لے گیا۔ جب وہ باغ میں ایک نشست کے پاس سے گزرے تو اس نے ارکادی سے سرگوشی کے انداز میں کہا۔۔

"یہاں پر میں بیٹھ کر غروب آفتاب کا منظر دیکھتا ہوں اور مراقبہ کرنے کو میرا جی چاہتا ہے۔ یہ میرے جیسے تنہائی پسند کے لئے بہت موزوں جگہ ہے اور وہاں، ذرا اور آگے بڑھ کر، میں نے ہاریس کے محبوب پیڑ لگائے ہیں۔"

"کون سے پیڑ؟" بزاروف نے ان کی باتیں سن کر کہا

"اوہ ـــــ سوسن"

بزاروف نے جماہیاں لینا شروع کیں۔

"میرے خیال میں وقت آگیا ہے کہ ہمارے مسافر مارنیس کے بازوؤں میں پہنچ جائیں؟"

"ہاں۔ اب سونا چاہیے۔"

سے ایک جھٹکے کے ساتھ خاموش ہو گیا۔

ارینا ولاسے یفنہ پرانے زمانے کی ایک خاص طرز کی اصلی روسی خاتون تھی اور اسے دو صدی قبل قدیم ماسکو کے زمانے میں رہنا چاہئے تھا۔ وہ بہت ہی مخلص اور جذباتی تھی۔ وہ علم جوتش، منتر ول، خوابوں اور ہر قسم کے شگونوں پر اعتقاد رکھتی تھی۔ اور خبطیوں کی پیش گوئی پر۔ گھریلو بھوتوں اور جنگلی جنوں بدشگون ملاقاتوں، بدنظر آنکھوں اور گھریلو علاج معالجے پر یقین رکھتی تھی۔ وہ مقدس جمعرات کو خاص تیار کیا ہوا نمک کھاتی تھی، اور اس کا عقیدہ تھا کہ دنیا کا اختتام بہت قریب تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ اگر ایسٹر کے اتوار کو طلب کے گھنٹے کے وقت روشنی گل نہ ہو جائے تو گھوڑوں کے کھانے کا اناج خوب پیدا ہوگا اور اگر کسی ککرمتے کے پودے پر کسی انسان کی نظر پڑ جائے تو پھر وہ نہیں بڑھے گا۔ اس کا یقین تھا کہ شیطان وہیں ہوتا ہے جہاں پانی ہوتا ہے، اور ہر یہودی کے سینے پر خون کا دھبہ ہوتا ہے۔ وہ چوہے اور سانپ سے، مینڈگ اور گوریّا سے، جونک اور بادل کی گرج سے، ٹھنڈے پانی اور ہوا کے جھونکے سے، گھوڑے اور بکریوں سے، سرخ رنگ کے بالوں والے لوگوں اور کالی بلیوں سے بہت ڈرتی تھی اور وہ جھینگروں اور کتوں کو ناپاک سمجھتی تھی۔ وہ کبھی بچھڑے اور فاختاؤں کا گوشت، جھینگا مچھلی، پنیر، ایسپرگس، خرشف، خرگوش اور تربوز نہیں کھاتی تھی۔ اس لئے کہ ایک کٹا ہوا تربوز یادری جان کی یادتازہ کرتا تھا۔ اور کستورا مچھلی کا نام تو سارے بدن میں جھرجھری کے بغیر اس کے بول پر آتا ہی نہ تھا۔ وہ کھانے کی شوقین تھی ــــــ اور روزے بھی سختی سے رکھتی

تھی۔ چوبیس گھنٹوں میں بیس گھنٹے وہ سویا کرتی اور وسیلی آئیوانووچ کے سر میں ہلکا سا درد بھی ہوتا تو پھر وہ رات رات بھر پلنگ سے پیٹھ نہ لگاتی۔ اس نے سوائے الکسیز یا جنگل کا جھونپڑا کے اور کوئی کتاب بھی نہیں پڑھی تھی۔ وہ سال میں ایک یا زیادہ سے زیادہ دو خط لکھا کرتی۔ لیکن امور خانہ داری میں، چیزوں کو حفاظت سے بچا کر رکھنے اور جام بنانے میں کمال رکھتی تھی۔ گرچہ وہ کبھی کوئی چیز خود اپنے ہاتھوں سے تیار نہیں کرتی تھی۔ ارینا ولاسے یفنہ بہت رحم دل تھی اور خود اپنے طور پر کوئی ایسی بیوقوف بھی نہیں تھی۔ وہ بس یہ جانتی تھی کہ دنیا بہت سے مالکوں اور عوام میں بنٹی ہوئی ہے۔ مالکوں کا فرض حکم چلانا ہے ــــــ اور معمولی آدمیوں کا کام حکم کی تعمیل کرنا ہے۔ اس لیے وہ غلامی اور زمین بوسی کی رسم سے کسی قسم کی بیزاری محسوس نہ کرتی تھی۔ لیکن اپنی رعیت کے ساتھ وہ مہربانی اور نرمی کے ساتھ پیش آتی تھی۔ اس کے دروازے سے کوئی بھکاری خالی ہاتھ واپس نہ جاتا تھا۔ وہ کسی کی کبھی برائی نہ کرتی گرچہ وہ گپ بازی کا شوق رکھتی تھی۔ وہ اپنے شباب کے زمانے میں خاصی خوبصورت تھی۔ وہ ساز بجاتی تھی اور تھوڑی بہت فرانسیسی بھی بول لیتی تھی۔ لیکن اپنے شوہر کے ساتھ کئی سال کی آوارہ گردی کی وجہ سے وہ ذرا سخت ہو گئی تھی اور موسیقی اور فرانسیسی کو بھلا چکی تھی۔ وہ اپنے بیٹے سے محبت کرتی اور اس سے ناقابل بیان حد تک خوف کھاتی تھی۔ اس نے جائداد کا سارا انتظام وسیلی آئیوانووچ کو سونپ رکھا تھا ــــــ اور اب کسی چیز میں دخل اندازی نہ کرتی تھی۔ جیسے ہی اس کا شوہر آنے والی سرکاری اصلاحات اور اپنے منصوبوں کا ذکر چھیڑتا وہ کراہنے لگتی۔ اپنے رومال کو ہلاتی اور خوف

سے سہمی ہوئی اپنی بھوؤں کو زیادہ سے زیادہ اوپر اٹھاتی چلی جاتی۔ وہ ہمیشہ وسوسوں اور اندیشوں میں مبتلا رہتی اور ہمیشہ کسی بدقسمتی کی توقع کرتی۔ اور جیسے ہی اسے کوئی افسوسناک یاد آتی وہ رونا شروع کر دیتی ——— ایسی عورتیں آج عام طور پہ نہیں پائی جاتیں۔ خدا جانے اس پر ہمیں خوش ہونا چاہئے یا نہیں۔

۲۱

جاگنے کے بعد ارکادی نے کھڑکی کھول دی اور جس چیز پر سب سے پہلے اس کی نظر پڑی وہ وسیلی آئیوانووچ تھا۔ وہ ایک مشرقی ڈریسنگ گاؤن پہنے ہوئے جو ایک رومال سے کمر پر کسا ہوا تھا، بڑی جانفشانی سے باغ میں کھدائی کر رہا تھا۔ اس نے اپنے جوان مہمان کو دیکھ لیا۔ اور اپنے پھاوڑے پر جھک گیا اور وہیں سے پکار کر بولا "تمھیں بہترین صحت نصیب ہو، کہو رات کیسی نیند آئی؟"

"بہت اچھی طرح" ارکادی نے جواب دیا

"اور دیکھو میں یہاں سن سناتش کی طرح دیر سے اُگنے والے شلجم کے لئے زمین تیار کر رہا ہوں۔ اب وقت آگیا ہے ——— اور خدا کا شکر ہے! جب ہر شخص اپنے ہاتھوں سے اپنی ضرورت کی چیزیں مہیا کر سکتا ہے تو پھر دوسروں کا آسرا ڈھونڈنا بے کار ہے۔ انسان کو خود محنت کرنا چاہئے! اور اب معلوم ہوتا ہے کہ جین، جیکس روسو کا کہنا درست ہے۔ آدھ گھنٹہ پہلے اگر تم دیکھتے تو مجھے اور ہی حالت میں پاتے۔ ایک کسان عورت جس نے ڈھیلی اجابت کی

شکایت کی ——— ہاں وہ اسی طرح کہتے ہیں۔ ہماری زبان میں تو سے
درست کہتے ہیں نا —— میں —— لیکن کون سا طریقہ بہترین رہے گا؟ ——
میں نے افیون سے علاج شروع کیا۔ اندر ایک اور مریض کا دانت میں نے
نکالا —— میں نے سن کرنے والی دوا کی تجویز پیش کی لیکن وہ راضی نہیں
ہوئی۔ میں یہ سب مفت کرتا ہوں —— دیکھو —— میں اس کا عادی ہو چکا
ہوں، دیکھو میں ایک عام آدمی ہوں —— بڑے خواص کی طرح نہیں ہوں
نہ اپنی بیوی کی طرح —— کیوں —— یہاں ادھر سائے ہیں کیوں نہیں چلے
آتے اور چائے سے پہلے ذرا صبح کی تازہ تازہ ہوا کا لطف اٹھا لیتے؟"
ارکادی اس کے پاس باہر چلا گیا۔

"ایک بار پھر خوش آمدید" وسیلی آئیوانووچ فوجی سلام کے انداز
میں اپنے ہاتھ کو اپنی چکنی ہوئی ٹوپی تک لے گیا جو اس کے پورے سر پر چپکی
ہوئی تھی "میں جانتا ہوں تم عیش و تفریح کے عادی ہو۔ لیکن کبھی کبھی اس دنیا
کے بڑے آدمی بھی ایک جھونپڑے کے چھپر کے نیچے تھوڑی مدت کے لئے رہنا برا
نہیں سمجھتے۔"

"خدا پناہ" ارکادی نے احتجاج کیا "جیسے میں کوئی اس دنیا کا بڑا آدمی
ہوں! اور پھر میں عیش و تفریح کا عادی بھی نہیں۔"

"معاف کرو، مجھے معاف کرو" وسیلی آئیوانووچ نے کھیسیں نپوڑتے ہوئے
جواب دیا "گرچہ اب میں گھر میں اٹک کر رہ گیا ہوں —— میں نے بھی
دنیا کے چکر لگائے ہیں —— میں اڑتی چڑیا کا رخ پہچانتا ہوں۔ میں اپنے طور

پر نفسیات بھی جانتا ہوں اور علم الابدان بھی، میرے جیسا، پر یہ کہنے کی جرات
کروں گا، اگر مجھے یہ ذہنی دولت نہ ملی ہوتی تو میں کب کا برباد ہو گیا ہوتا۔
میرے لئے یہاں کچھ بھی نہ ہوتا۔ میرے جیسا ایک غریب آدمی۔ میں کسی مبالغے
سے کام نہیں لے رہا ہوں۔ سچ کہتا ہوں تمہاری اور اپنے بیٹے کی دوستی دیکھ کر
مجھے دلی مسرت ہوتی ہے۔ میں نے ابھی ابھی اس کو دیکھا تھا۔ بلاشبہ تم تو اس
کی یہ عادت جانتے ہوگے —— وہ علی الصباح اٹھا —— ادھر ادھر گھومنے
پھرنے کے لئے چلا گیا۔ اچھا یہ بتاؤ کیا تم میرے بیٹے کو بہت دنوں سے
جانتے ہو؟"

"گزشتہ جاڑے سے"

"سچ —— مجھے اجازت دو کہ میں تم سے کچھ اور بھی پوچھوں —— لیکن اگر
ہم بیٹھ جائیں تو بہتر ہوگا نا؟ اجازت دو کہ میں ایک باپ کی حیثیت سے بغیر
کسی رکاوٹ کے پوچھ سکوں، اچھا بتاؤ ہمارے بیٹے کے بارے میں تمہاری کیا
رائے ہے؟"

"آپ کا بیٹا، ان غیر معمولی لوگوں میں سے ایک ہے جن سے میں آج تک
ملا ہوں" ارکادی نے پرزور انداز میں جواب دیا۔

وسیلی آئیوانووچ کی آنکھیں اچانک سکڑ کر گول ہو گئیں اور اس کے
رخساروں پر ایک ہلکی سی سرخی دوڑ گئی۔ پھاوڑا اس کے ہاتھ سے گر گیا۔

"اس سے اچھا تو تم امید کرتے ہو کہ .... اس نے کہنا شروع کیا

"مجھے یقین ہے" ارکادی نے درمیان سے کہا "کہ آپ کے بیٹے کے سامنے

شاندار مستقبل ہے۔ وہ آپ کا نام روشن کرے گا۔ مجھے اس بات کا یقین اسی دن سے ہے جب میں اس سے پہلی بار ملا تھا۔"

"کیسے ...... کس طرح ملاقات ہوئی تھی؟" وسیلی آئیونووچ نے زور ڈال کر یہ الفاظ منہ سے نکالے۔ اس کا منہ ایک فاتحانہ تبسم میں پھیل گیا تھا جو بجھا ہوا نہیں معلوم ہوتا تھا۔

"کیا آپ سننا پسند کریں گے کہ ہم کس طرح ایک دوسرے سے ملے؟"

"ہاں —— اور سب کچھ ......"

ارکادی نے اپنی داستان کی ابتدا کی اور بزاروف کے بارے میں اور زیادہ جوش سے باتیں کرنا شروع کیں۔ اس کا جوش اس وقت کے جوش سے بھی بڑھا ہوا تھا جو اس شام مادام اودن تسوف کے ساتھ مزرکا ناچتے ہوئے اس کے اندر پیدا ہوا تھا۔

وسیلی آئیونووچ بس سنتا رہا، سنتا رہا۔ وہ آنکھیں مٹکاتا، اپنے رومال کو گولیا کر گیند بناتا اور اپنے دونوں ہاتھوں میں گھماتا، اپنے حلق کو صاف کرتا، اور اپنے بالوں کو ہاتھوں سے الجھا دیتا اور آخرکار وہ صبر نہ کرسکا، اس نے ارکادی کی طرف جھک کر اس کے شانے کو چوم لیا "تم نے بڑی مسرت دی ہے" اس نے مسلسل مسکراتے ہوئے کہا "میں تمہیں بتا دوں کہ —— میں اپنے بیٹے کو بت کی طرح پوجتا ہوں، اور اپنی بوڑھی بیوی کے بارے میں تو کچھ کہنا ہی نہیں چاہتا، ہم سب جانتے ہیں کہ ایک ماں کیا ہوتی ہے لیکن [illegible] کے سامنے اپنے جذبات کے اظہار کی جرأت نہیں کرتا —— وہ اسے

پسند نہیں کرتا ہے۔ وہ ہر طرح کے جذبات کی نمائش سے بیزار ہو جاتا ہے بہت سے لوگ اس کو پختہ سیرت کی وجہ سے اسے برا بھلا کہتے ہیں اور اسے اس کے غرور اور سنگ دلی کا ثبوت سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے جیسے آدمیوں کو عام آدمیوں کے معیار سے نہیں جانچنا چاہئے —— کیوں؟ اور ایسی حالت میں مثال کے طور پر، اس کی طرح کوئی اور ہوتا تو اپنے والدین پر بوجھ بن جاتا۔ لیکن کیا تم یقین کروگے، جب سے وہ پیدا ہوا ہے اس نے اپنے لئے ضرورت سے زیادہ ایک کوڑی نہیں لی —— خدا گواہ ہے"

"وہ ایک بے لوث انسان ہے، مخلص اور سچا" ارکادی نے کہا۔

"بالکل بالکل —— وہ بے لوث ہے اور میں صرف اس کی پرستش ہی نہیں کرتا ارکادی نکولاوچ، میں اس پر فخر بھی کرتا ہوں، میری تمناؤں کی معراج یہ ہے کہ کسی دن اس کی سوانح حیات میں یہ سطریں لکھی جاسکیں —— ایک معمولی فوجی ڈاکٹر کا بیٹا —— جس کو کسی طرح وقت سے پہلے اپنی عظمت کا احساس ہو گیا تھا۔ اور جس نے اپنی تعلیم میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ——" بوڑھے ڈاکٹر کی آواز اکھڑ گئی۔

ارکادی نے اس کے ہاتھ کو دبایا۔

"تم کیا سمجھتے ہو؟" تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد وسیلی آئیونووچ نے پوچھا "کیا وہ امتیاز جس کی تم توقع کرتے ہو، اسے طب کے میدان میں حاصل ہوگا؟"

"یقینی —— طب میں نہیں۔ گرچہ اس میں اس کا شمار ممتاز سائنسدانوں

یں سے ہوگا۔"

"پھر کس چیز میں؟ ارکادی نکولائیچ"

"ابھی یہ کہنا تو مشکل ہے —— لیکن وہ بہت شہرت حاصل کرے گا۔"

"وہ بہت مشہور ہوگا" بوڑھے ڈاکٹر نے دہرایا اور پھر اپنے تصورات میں کھو گیا۔

"ارینا ولاسے یفنا نے آپ لوگوں کو چائے کے لئے بلایا ہے" انفیوشکا نے اپنے ہاتھ میں پکی رس بھریوں کی ایک پلیٹ کے ساتھ آتے ہوئے کہا۔

وسیلی آئیوانووچ نے حیرت سے دیکھا —— "اور کیا رس بھریوں کے ساتھ کھانے کے لئے ٹھنڈی بالائی بھی ہوگی؟"

"جی ہاں"

"ٹھنڈی ہو۔ دھیان رہے ——! ہاں ارکادی نکولائیچ، تکلف نہیں —— اور لو، اور لو ——! ہاں یفگینی کیوں نہیں آیا؟"

"میں یہاں ہوں" ارکادی کے کمرے سے بزاروف کی آواز سنائی دی۔

وسیلی آئیوانووچ فوراً پیچھے کی طرف مڑ گیا "اچھا تو تم اپنے دوست کو دیکھنا چاہتے تھے ——! لیکن تم نے بہت دیر کر دی۔ اور ہم لوگ بہت دیر سے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے ہیں۔ اب چلو اندر چلیں۔ چل کر چائے پئیں تمھاری امی نے بلوایا ہے۔ اور پھر میں ذرا تم سے کچھ بات چیت بھی کرنا چاہتا ہوں۔"

"کس چیز کے بارے میں؟"

"یہاں ایک کسان ہے —— وہ اکٹیرس میں مبتلا ہے ——"

"آپ کا مطلب ہے یرقان؟"

"ہاں —— بہت ہی پرانا اکٹرس کا مریض۔ جانے کا نام ہی نہیں لیتا۔ میں نے اسے مختلف قسم کی سبزیاں، اور سینٹ جان کی بوٹی استعمال کرنے کو دی ہے۔ اور گاجر کھانے کو کہا ہے۔ میں نے اسے سوڈا بھی دیا ہے۔ یہ ساری چیزیں مرض کو محض دبانے کے لئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کا کوئی قطعی بھرپور علاج ہو جائے۔ ویسے تم دوا کے نام پر ہنستے ہو، لیکن مجھے اس کا یقین ہے کہ تم مجھے عملی مشورہ دے سکتے ہو۔ لیکن ہم اس کے بارے میں بعد میں باتیں کریں گے۔ اب آؤ چلیں اندر اور چائے پئیں۔"

وسیلی آئیوانووچ تیزی سے باغ کے بنچ سے اچھل گیا تھا اور رابرٹ کے ڈائبل کے اشعار گنگنانے لگا۔

یہ قانون، یہ قانون —— ہم نے خود ہی بنائے
اس لئے کہ ہم مسرت کے ساتھ رہ سکیں، زندہ رہ سکیں

"اپنی قسم کا واحد جیالا انسان" بزاروف نے کھڑکی سے ہٹتے ہوئے کہا۔

دوپہر کا وقت تھا، سورج ایک مسلسل سفیدی مائل بادل کے مہین پردے کے پیچھے چل رہا تھا۔ ہر چیز خاموش تھی۔ کسی طرح کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ البتہ مرغے ایک دوسرے کے خلاف چیخ چلا رہے تھے۔ جن سے سننے والے میں ایک طرح کی نیند اور تھکن کی کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ کسی درخت کی پھننگ پر ایک باز کا بچہ بیٹھا مسلسل حزنیہ آواز میں چین چین الاپے جا رہا تھا۔ ارکادی اور بزاروف سوکھی ہوئی گھاس کے سائے میں تھوڑی

سوکھی اور چرمر کرتی ہوئی گھاس پر لیٹے ہوئے تھے جو اب بھی کچھ ہری ہری سی تھی اور اس میں سے خوش بو آرہی تھی۔

"یہ سفیدے کا درخت" بزاروف بولا "مجھے دیتے بچپن کی یاد دلاتا ہے۔ یہ چکنی مٹی کے گڈھوں کے کنارے تھا جہاں اینٹیں بنائی جاتی تھیں۔ ان دنوں میں سوچا کرتا تھا کہ یہ مٹی کا گڈھا اور سفیدے کا درخت اپنے اندر ایک عجیب طلسمی قوت رکھتا ہے۔ ان کے پاس کبھی کبھی میرا جی نہ گھبراتا اور نہ اداسی محسوس کرتا میں اس وقت یہ نہیں سمجھتا تھا کہ میرے اداس نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ میں بچہ تھا لیکن اب میں بڑا ہو گیا ہوں اور طلسم کی قوت ختم ہو گئی ہے۔"

"تم کل کتنے دنوں تک یہاں رہے؟" ارکادی نے پوچھا

"اکٹھے دو سال، پھر اس کے بعد ہم سب سفر ہی سفر میں رہے۔ ہماری زندگی ایک متحرک زندگی تھی۔ ایک شہر سے دوسرے شہر کا چکر لگاتے ہوئے زندگی کا زیادہ حصہ گزر گیا۔"

"اور یہ گھر بہت دنوں سے یہاں پر ہے؟"

"ہاں —— میرے نانا نے اسے بنوایا تھا —— میری امی کے ابا جان تھے۔"

"وہ کیا تھے —— تمہارے نانا؟"

"خدا جانے۔ شاید سکنڈ میجر تھے۔ انھوں نے سوفوروف کی کمان میں کام کیا تھا۔ وہ ہمیشہ کوہ الپس کو پار کرنے کی خوب کہانیاں سنایا کرتے تھے —— شاید من گھڑت کہانیاں۔"

"تمہاری نشست گاہ میں سوفوروف کی ایک تصویر ٹنگی ہوئی ہے۔ میں

تمہارے جیسے چھوٹے چھوٹے پیارے گھروں کو پسند کرتا ہوں۔ یہ کتنے گرم او پرانے قسم کے ہوتے ہیں۔ ان کے آس پاس ہمیشہ ایک قسم کی خوشبو پھیلی رہتی ہے۔"

"ہاں، تیل کے چراغ اور تپتیا گھاس کی بو" بزاروف نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "اور ان چھوٹے چھوٹے پیارے گھروں میں بھری ہوئی مکھیاں..... .....آخ!"

"بتاؤ" تھوڑی سی خاموشی کے بعد ارکادی نے کہا "کیا جب تم چھوٹے تھے وہ تم پر سختی کرتے تھے؟"

"تم خود دیکھ سکتے ہو، میرے والدین کس طرح کے ہیں۔ سخت آدمی نہیں ہیں۔"

"کیا یقینی تم انھیں بہت چاہتے ہو؟"

"ہاں ارکادی میں چاہتا ہوں"

"وہ بھی تمھیں کتنا چاہتے ہیں؟"

بزاروف تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہا "جانتے ہو، میں کیا سوچ رہا ہوں" اس نے اپنے ہاتھوں کو سر کے پیچھے باندھتے ہوئے آخر کار کہا

"نہیں - یہ کیا ہے؟"

"میں سوچ رہا ہوں، میرے ماں باپ کے لئے زندگی مسرت انگیز ہے۔ میرے ابا جان ساٹھ برس کی عمر میں ادھر ادھر مزے سے بھاگ دوڑ کر رہے ہیں، ہلکی پھلکی اور "کام چلاؤ" دواؤں کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں —— اور اپنے کسانوں کے ساتھ ایک نرم دل کا سلوک کر رہے ہیں —— سچ پوچھو تو جشن کے دن منا رہے ہیں۔ میری ماں بھی خوش ہیں۔ ان کا سارا دن اس طرح مصروفیتوں، ٹھنڈی

سانسوں اور کراہوں سے حلق تک بھرا رہتا ہے کہ انھیں اپنے بارے میں سوچنے
کا موقع ہی نہیں ملتا —— جبکہ میں ......"

"جبکہ تم ......؟"

"میں سوچتا ہوں —— میں اس گھاس کے ڈھیر کے نیچے پڑا سوچتا
ہوں —— یہ چھوٹی سی جگہ جس میں ہوں باقی جگہ کے مقابلے میں کتنی حقیر چیز
ہے۔ جس میں میں نہیں ہوں —— اور جس کا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے
اور یہ زمانہ جو زندگی کی پوری مدت ہے۔ وقت کی اس جاودان اور بیکراں وسعت
کے مقابلے میں جس میں میں نہیں تھا اور جس میں میں نہیں رہوں گا کتنا حقیر ہے۔ اور
اس ذرے میں، ریاضی کی اصطلاح میں جسے نقطہ کہنا چاہیے، خون گردش کر رہا
ہے اور دماغ سرگرم عمل ہے —— جیسے کسی چیز کی تلاش ہے —— کیا یہ
تکلیف دہ نہیں ہے —— کیا یہ حقیر نہیں ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو عام انسانوں پر لاگو ہوتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو" بزاروف نے درمیان سے کہا "میں یہ کہنا چاہتا
تھا کہ اب وہ —— میرے والدین —— اپنی بے بضاعتی کے بارے
میں کچھ سوچنے کی زحمت نہیں اٹھاتے —— اس سے ان کی طبیعت نہیں
اکتاتی۔ جبکہ میں —— میں سوائے تھکن اور غصے کے کچھ اور نہیں محسوس کرتا۔"

"غصہ؟ کیوں غصہ کیوں؟"

"کیوں؟ تم کس طرح پوچھ سکتے ہو 'کیوں'؟ کیا تم بھول گئے؟"

"مجھے سب کچھ یاد ہے۔ لیکن پھر بھی میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ تمھیں

غصہ ہونے کا کوئی حق ہے، تم بدنصیب ہو —— یہ مان لوں گا...... مگر"

"اُف —— تم، ارکادی نکولائچ، میرا خیال ہے، محبت کو جدید فیشن
کے نوجوانوں کی نظر سے دیکھتے ہو۔ ا ٹی ٹی ٹی! —— تم مرغی کو بلاتے ہو لیکن
جب مرغی تمھارے قریب آتی ہے تو بھاگ کھڑے ہوتے ہو۔ میں اس قسم کا آدمی
نہیں ہوں۔ لیکن یہ سب کار بیکار ہے۔ ایک ایسی چیز جس پر اپنا قابو نہ ہو
اس کے بارے میں باتیں کرنا شرمناک ہے" اس نے کروٹ بدل لی۔ "آہا۔
دیکھو وہاں ایک بہادر چیونٹی ایک مری ہوئی مکھی کو کھینچے لئے جا رہی ہے۔ تو لے
لے جا —— ہاں تو اس کی مخالفت کی پرواہ نہ کر، جانور ہونے کے ناطے تجھے
یہ فائدہ حاصل ہے کہ تو رحم کے جذبے سے خالی ہے —— اس کا پورا فائدہ
اٹھا —— ہماری طرح نہیں۔ ہمارے جیسے با خبر، خود اپنی تخریب کرنے
والے جانوروں کی طرح نہیں۔"

"تمھیں ایسی باتیں نہیں کہنا چاہیے، یفت گینی، تم نے کب اپنے آپ کو تباہ
کیا ہے؟"

بزاروف نے اپنا سر اٹھایا "یہی ایک چیز ہے جس کا مجھے غرور ہے، میں
نے اپنے آپ کو کچلا نہیں ہے۔ اس لئے ایک عورت مجھے نہیں کچل سکتی۔
خدا کا شکر ہے۔ چلو یہ سب ختم ہو گیا۔ اب تم اس کے بارے میں میرے منہ
سے ایک لفظ بھی نہیں سنو گے۔"

دونوں دوست کچھ دیر خاموش پڑے رہے۔

"ہاں" بزاروف نے بولنا شروع کیا "آدمی ایک عجیب جانور ہے

جب ایک شخص دوسرے پچھلی نسل کی یک رخی نیم زندہ نیم مردہ زندگی کو دیکھتا ہے تو سوچتا ہے ——— اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے؟ تم کھاتے ہو، تم پیتے ہو، اور سمجھتے ہو کہ تم بہت ہی صحیح اور منصفانہ کام کر رہے ہو۔ اور اگر نہیں تو پھاوڑی تمھیں کھا جائے گی۔ ایک انسان دوسرے لوگوں کے ساتھ کچھ کرنا چاہتا ہے۔ اور کچھ نہیں تو گالیاں ہی سہی۔"

"انسان کو اپنی زندگی کی اس طرح تنظیم کرنا چاہیے کہ اس کی زندگی کا ہر لمحہ "بامعنی ہو" ارکادی نے فلسفیانہ انداز میں تائید کی۔

"میں کہنے کی جرأت کروں گا ——— جو چیز بامعنی ہو گی وہ شیریں بھی ہو گی۔ چاہے اس کا مطلب غلط ہی کیوں نہ سمجھا جائے۔ لیکن ایک شخص اس کو بھی قبول کر سکتا ہے جو بے معنی ہو، لیکن چھوٹا پن ——— چھچھورا پن ——— یہ ایک ناقابل برداشت چیز ہے۔"

ایک شخص کے نزدیک چھچھورا پن کوئی چیز نہیں ہے جب تک وہ خود اسے تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے۔"

"ہنہہ ——— تم نے ابھی ابھی جو کچھ کہا ہے وہ عام خیال کے مطابق الٹی بات ہے۔"

"کیا؟ اس اصطلاح سے تمھاری کیا مراد ہے؟"

"میں بتاتا ہوں ——— مثلاً تم سے یہ کہا جائے کہ تعلیم ایک مفید چیز ہے تو یہ ایک عام بات ہو گی۔ لیکن اگر کہا جائے کہ تعلیم مضر چیز ہے تو یہ عام بات کا بالکل الٹ ہو گا۔ اسی بات کے کہنے کے اور بھی طریقے ہیں لیکن حقیقت میں ایک

ہی ہیں۔"

"اور حقیقت ہے کہاں؟ ——— کس طرف؟"

"کہاں؟ صدائے بازگشت کی طرح جواب دیتا ہوں۔ ہاں ——— 'کہاں'؟"

"آج یف گینی، تم بہت ہی قنوطی ہو رہے ہو۔"

"سچ؟ میں سمجھتا ہوں، دھوپ نے میرا بھیجا پگھلا دیا ہو گا، اور دوسرے میں اتنی رس بھریاں ہضم بھی نہیں کر سکتا۔"

"ایسے میں اگر کچھ آنکھیں جھپکا لی جائیں تو کچھ برا نہیں رہیگا۔"

یقیناً، مگر میری طرف نہ دیکھنا۔ ہر شخص کا چہرہ سوتے میں بڑا احمقانہ ہو جاتا ہے۔"

"لوگ تمھارے بارے میں کچھ بھی سوچیں۔ اس کی تمھیں کیا فکر؟"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ تمھیں کیا کہوں، ایک اصلی انسان کو اس کی فکر نہیں کرنا چاہیے۔ صحیح معنوں میں ایک انسان وہ ہے جس کے بارے میں کچھ سوچنا بیکار ہے۔ جس کی یا تو فرماں برداری کرنا چاہیے یا جس سے نفرت"

"عجیب بات ہے۔ میں تو کسی سے نفرت نہیں کرتا" ایک لمحہ سوچنے کے بعد ارکادی نے کہا۔

"اور میں تو کتنوں سے نفرت کرتا ہوں۔ تم ایک نرم دل اور رقیق القلب آدمی ہو، تم کسی سے نفرت کیسے کر سکتے ہو...... تم ڈرپوک ہو۔ تمھیں خود اپنے اوپر بھی زیادہ اعتماد نہیں۔"

"اور تم" ارکادی نے مداخلت کی "کیا تمھیں اپنے آپ سے بہت زیادہ

زیادہ توقع ہے؛ کیا تم خود اپنے بارے میں کوئی اونچی رائے رکھتے ہو؟"

بزاروف نے ذرا سوچا "جب مجھے کوئی ایسا آدمی مل جائے گا جو میرے سامنے ٹھہر رہ جائے" اس نے ایک ایک لفظ پر زور ڈالتے ہوئے کہا "تو اس دن میں اپنے بارے میں اپنا خیال بدل دوں گا۔ ہاں نفرت! مثال کے لئے آج ہم اپنے کارندے فلپ کے جھونپڑے کے پاس سے گذر رہے تھے تو تم نے کہا ——— "یہ کتنا اچھا اور صاف ستھرا ہے ——— اچھا تم نے یہ کہا کہ روس اس دن اپنے انتہائی عروج کو پہنچ جائے گا جس دن مفلس سے مفلس کسان کے پاس بھی ایک ایسا رہنے کا مکان ہو جائے گا ——— اور یہ کہ ہم سب سے ہر شخص کو وہ دن لانے کی جد وجہد کرنا چاہئے ——— اور میں نے اس مفلس ترین کسان کے لئے، اس فلپ اور سیدر کے لئے ایسی نفرت محسوس کی کہ کیا بتاؤں ——— وہ شخص جس کے لئے میں اپنی کھال بھی ادھڑوانے کے لئے تیار ہوں، بھل اس کے لئے میرا شکریہ بھی ادا نہیں کرے گا ——— اور پھر وہ شکر گذار بھی کیوں ہو؟ اچھا مان لو کہ وہ ایک صاف ستھرے مکان میں رہتا ہے جبکہ خود میرے اندر بچھو ڈنک مارے جا رہے ہوں ——— تو بتاؤ اس سے مجھے کیا مل جائے گا؟"

"ہش، یف گینی ——— اگر آج کوئی تمہاری بات سنے تو وہ ان لوگوں سے اتفاق کرنے پر مجبور ہوگا جو ہم پر بے اصولی کا الزام لگاتے ہیں۔"

"تم اپنے چچا کی طرح بولتے ہو، عام اصول کے نام کی کوئی چیز نہیں ——— تم نے ابھی تک ایسے اصول وضع نہیں کئے ہیں۔ احساسات ضرور ہیں۔ اور ہر

چیز ان پر منحصر ہوتی ہے۔"

"یہ کیوں کر؟"

"یوں ——— مثال کے طور پر، اپنے محسوسات کی بنیاد پر منفی رویہ اختیار کر لیتا ہوں۔ میں انکار کرنا پسند کرتا ہوں ——— میرا دماغ اس قماش کا بن گیا ہے بس اتنی سی بات ہے۔ میں علم کیمیا کیوں پسند کرتا ہوں؟ تم سیب کیوں پسند کرتے ہو؟ ——— اپنے محسوسات کی بنا پر۔ یہ سب ایک ہی چیز ہے۔ اس سے زیادہ گہرائی میں انسان کبھی نہ اترے گا۔ ہر شخص تم سے ایسی بات نہیں کہے گا اور سچ پوچھو تو میں بھی اسے نہیں دہراؤں گا۔"

"کیا؟ اور کیا ایمانداری بھی محض حس کا سوال ہے؟"

"غالباً، میں یہی سمجھتا ہوں"

"یف گینی ——— " ارکادی نے رندھی ہوئی مایوس آواز میں کہنا شروع کیا۔

"اچھا؟ کیا؟ کیا یہ تمہارا ذوق نہیں؟" بزاروف نے بات کاٹ کر کہا۔ "نہیں بھئی! اگر تم نے ہر چیز کو کاٹنے کا فیصلہ کر لیا تو پھر اپنے پیروں کو نہ بھول جانا۔ لیکن ہم کافی ماورائی گفتگو کر چکے ہیں "قدرت نیند کی خاموشی میں سانس لیتی ہے" پشکن نے کہا ہے:۔

"پشکن نے اس قسم کی کوئی چیز نہیں کہی ہے" ارکادی نے احتجاج کیا۔

"اچھا اگر اس نے نہیں کہی تو ایک شاعر کی حیثیت سے وہ ضرور کہتا۔ اسے کہنا چاہئے تھا ———! اور ——— وہ ایک فوجی بھی رہا ہوگا"

"پشکن کبھی بھی ایک فوجی آدمی نہیں رہا۔"

"کیوں؟ اس کے ہر صفحہ پر لکھا ہوا ہے "تلوار اٹھالو، تلوار اٹھالو ——— روس کی عزت کے لئے۔"

"خوب، کیا کیا کہانیاں گھڑ رہے ہو؟ میں کہتا ہوں یہ کھلا ہوا بہتان ہے۔"

"بہتان؟ یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ کیا لفظ گھڑا ہے بھئی تم نے مجھے مرعوب کرنے کے لئے۔ تم کسی بھی شخص کے خلاف کوئی بھی الزام لگاؤ لیکن تمھیں اس کا یقین ہونا چاہئے کہ وہ اس سے بھی گئی بری تر کا مستحق ہے۔"

"بہتر ہوگا اگر ہم سو رہیں" ارکادی نے مجروح لہجے میں کہا۔

"بہت خوشی کے ساتھ" بزاروف نے جواب دیا۔ لیکن دونوں میں سے کوئی بھی نہیں سویا۔ دونوں جوان دوستوں میں ایک طرح کی خشونت پیدا ہوگئی تھی پانچ منٹ کے بعد دونوں نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور خاموشی سے ایک دوسرے کو تاکنے لگے۔

"دیکھو" ارکادی نے یکایک کہا "ایک سوکھی ہوئی میپل (میپل نما درخت) کی پتی زمین کی طرف گرتی آرہی ہے۔ اس کی پرواز بالکل تتلی کی اڑان کی طرح ہے کیا یہ عجیب بات نہیں؟ تاریکی اور انحطاط ——— جیسے تابانی اور زندگی۔"

"اوہ میرے دوست ارکادی نکولائچ" بزاروف چلایا "میں تم سے التجا کرتا ہوں ——— کوئی لطیف گفتگو نہیں ——— ہاں"

"میں جہاں تک اچھی گفتگو کرسکتا ہوں، کرتا ہوں ——— اور میں کہتا ہوں یہ تطلی مطلق العنانیت ہے۔ ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔ میں کیوں یوں نہ کہوں

"ہاں ——— اور میں کیوں نہ اپنے خیالات کا اظہار کروں؟ میں سمجھتا ہوں کہ لطیف گفتگو بہت ہی بیہودہ چیز ہے۔"

"اور اچھی چیز کیا ہے ——— ؟ گالی؟"

"اہا! ہا! ——— میں دیکھ رہا ہوں کہ تم واقعی اپنے چچا کے نقش قدم پر چلنے کا پکا ارادہ کرچکے ہو۔ اگر وہ معزز احمق تمھاری بات سنتا تو کتنا خوش ہوتا۔"

"تم نے پاول پتروچ کو کیا کہا؟"

"میں نے بالکل جائز طور پر احمق کہا"

"لیکن یہ ناقابل برداشت ہے" ارکادی چلایا

"اہا! یہ خاندانی جوش بول رہا ہے" بزاروف نے بڑے اطمینان سے کہا "میں جانتا ہوں کہ یہ کتنی سختی کے ساتھ لوگوں کے خون میں رچ جاتا ہے۔ ایک شخص ہر چیز کو چھوڑ دینے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔ اور ہر عصبیت سے اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے۔ لیکن ایک شخص کے لئے یہ تسلیم کرنا کہ اس کا بھائی (مثال کے طور پر) ایک رومال چرا لیتا ہے (ایک چور ہے ——— اس کے لئے بہت مشکل چیز ہے۔ اور جب اس کے بارے میں ایک شخص سوچتا ہے ——— میرا بھائی، میرا ——— کوئی بڑا ذہین نہیں ——— یہ ایک ایسی بات ہے جو انسان جھیل نہیں سکتا۔"

"خاندانی جوش نہیں، بلکہ میرے اندر انصاف کا احساس بول رہا ہے" ارکادی نے غدا جوش سے جواب دیا "لیکن یہ ایک ایسا احساس ہے جو تم نہیں سمجھتے، یہ تمھارے اندر نہیں ہے، اس لئے تم اس کا اندازہ کر ہی نہیں سکتے۔"

"دوسرے الفاظ میں ارکادی کرساونت میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ میں جناب کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہوں اور کچھ نہیں کہتا۔"

"بیف گینی، براہ کرم، ایسا نہ کہو، آخر کار ہم سچ مچ لڑ پڑیں گے۔"

"اوہ ——— ارکادی! مجھ پر ایک عنایت کرو۔ آؤ ہم ایک بار پورے خلوص سے ایک دوسرے سے لڑ لیں ———"

"تو ہم لڑتے لڑتے ایک دوسرے سے ———"

"لڑنا؟" بزاروف بیچ میں بول اٹھا "اچھا؟ یہاں گھاس کے ڈھیر پر اس دیہاتی ماحول میں، دنیا سے دور اور انسانی نظر سے اوجھل، یہ کچھ برا نہیں رہے گا۔ لیکن تم میرے جوڑ کے نہیں۔ میں تو ایک منٹ میں تمھاری گردن پکڑ کر پٹک دوں گا۔"

بزاروف نے اپنی لمبی اور بے رحم انگلیوں کو ہوا میں پھیلایا ——— ارکادی مڑ گیا اور جیسے مذاق ہی مذاق میں اس کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو گیا ہو ——— لیکن اس کے دوست کا چہرہ ایسے منتقمانہ جذبے سے بھرا ہوا نظر آیا ——— اس کی سخت اور تلخ مسکراہٹ ایسی بھیانک معلوم ہو رہی تھی کہ اس کے ہونٹ بگڑ کر بھدے ہو گئے تھے اور اس کی چمکتی ہوئی آنکھوں میں ایسا خطرہ بھرا ہوا تھا کہ وہ جبلی طور پر سہم گیا۔

"اوہ ——— اچھا تو تم لوگ یہاں پڑے ہوئے ہو" اسی لمحے انھیں وسیلی آئیوانووچ کی آواز سنائی دی۔ وہ بوڑھا فوجی ڈاکٹر ان کے سامنے نمودار ہوا۔ وہ گھر کا بنا ہوا لنن کا ایک جیکٹ پہنے ہوئے تھا اور تنکوں کی بنی

ٹوپ سر پر اوڑھے ہوئے تھا۔ یہ ٹوپ بھی گھر کا بنا ہوا تھا "میں چاروں طرف تمھیں ڈھونڈھتا پھر رہا تھا .... تم لوگوں نے خوب جگہ ڈھونڈھ کر نکالی اور مزے میں اپنا وقت بتا رہے ہو۔ لیٹے ہیں "زمین پر اور دیکھ رہے ہیں آسمان کو" جانتے ہو اس میں ایک خاص بات ہے؟"

"سوائے چھینکنے کے وقت ——— میں کبھی آسمان کی طرف نہیں دیکھتا۔" بزاروف غرایا اور ارکادی کی طرف مڑتے ہوئے اس نے آہستہ سے کہا "افسوس انھوں نے سب معاملہ گڑبڑ کر دیا۔"

"چھوڑو" ارکادی نے اس کے کان میں کہا اور چپکے سے اس نے اپنے دوست کا ہاتھ دبایا۔ لیکن کوئی دوست زیادہ دیر تک ایسے صدمے برداشت نہیں کر سکتا۔

"میں تم لوگوں کی طرف دیکھتا ہوں میرے جوان دوستو" وسیلی آئیوانووچ اسی اثنا میں کہے جا رہا تھا اپنے سر کو ہلاتے ہوئے وہ خود اپنی بنائی ہوئی ایک ٹیڑھی میڑھی چھڑی پر جھکا ہوا تھا جس کے سرے پر ایک مصنوعی سر بنا ہوا تھا ——— "میں دیکھتا ہوں اور تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا تم میں کتنی قوت، کتنا شباب ہے، کتنی اٹھان، ——— ایسی صلاحیتیں، ایسی قوتیں! کسٹر اور پولکس کا جوڑا ——— !"

"چلیے! یہ باتیں رہنے دیجیے ——— اب لگے آپ دیومالائی ہانکنے۔" بزاروف نے تنقید کی۔ "ارکادی تم فوراً کہہ سکتے ہو کہ یہ میرے اباجان پرانے زمانے میں بڑے لاطینی پسند تھے! ہاں مجھے یاد آتا ہے کہ آپ نے لاطینی نثر

پر ایک چاندی کا مڈل حاصل کیا تھا ——— کیوں نہیں ؟ "

" داسکوری ——— داسکوری " وسیلی آئیونووچ نے دہرایا ۔

" چھوڑئیے ——— چپ بھی رہئے ابا جان ۔ اب نمایش نہ کیجیے ! "

" ایک آدھ بار تو کہنے کی اجازت ہو ——— " بوڑھا ڈاکٹر بھنبھنایا " بہر حال ، حضرات ، آپ کو میں اپنی تہنیت پیش کرنے کے لئے نہیں ڈھونڈھ رہا تھا ۔ لیکن اس خیال سے کہ اول تو آپ کو اطلاع دوں کہ ہم جلدی کھانا کھائیں گے اور دوسرے یہ کہ یفے گینی میں تمھیں تیار کرنا چاہتا تھا ——— تم ایک سمجھ دار آدمی ہو ... ——— تم نے دنیا دیکھی ہے ۔ اور تم بھی جانتے ہو کہ عورتیں کیا ہوتی ہیں ——— اور اس لئے تم اسے نظر انداز نہ کر دو گے ۔ تمھاری ماں چاہتی تھیں کہ تمھاری آمد کے موقع پر " تی دیم " گایا جائے ۔ تمھیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ میں تمھیں اسی شکرانے کی تقریب میں شریک ہونے کی دعوت دے رہا ہوں ——— یہ تو اب ختم بھی ہو چکی ——— لیکن فادر الکسزی .... وہ گاؤں کا پادری ؟ "

" ہاں ، ہاں ، پادری ! وہ .... اسے بھی ...... ہمارے ساتھ کھانا کھانا ہے ..... مجھے پہلے اس کا علم نہیں تھا اور نہ میں نے اس کی تائید کی تھی ——— لیکن کسی طرح ایسا ہو گیا ——— وہ میرا مطلب نہیں سمجھا ۔ اور ——— اچھا ——— ہاں ارینا ولاسے یفنہ ——— اس کے علاوہ وہ بہت ہی اچھا آدمی ہے ، ایک معقول آدمی "

" میں سمجھتا ہوں ——— وہ میرا حصہ تو نہیں کھا جائے گا " بزاروف نے پوچھا

بزاروف ہنس پڑا ——— " تم کس طرح بات کرتے ہو "

" بس یہی مجھے پوچھنا تھا ——— میں کسی شخص کے ساتھ بھی کھانا کھا سکتا ہوں "

وسیلی آئیونووچ نے اپنی ٹوپی سیدھی کر لی " تمھیں بتانے سے پہلے ہی مجھے اس کا یقین تھا " اس نے کہا " کہ تم ہر طرح کے تعصب سے بلند ہو ۔ دیکھو میں ساٹھ سال کا بڈھا ہوں ، مگر مجھ میں کسی قسم کا تعصب نہیں (وسیلی کی یہ اقرار کرنے کی ہمت نہیں ہوئی کہ وہ خود ہی شکرانے کی رسم ادا کرانا چاہتا تھا ۔ وہ کسی طرح اپنی بیوی سے کم مذہبی نہ تھا) " اور فادر الکزی کو تم سے ملاقات کرنے کی بڑی خواہش تھی ۔ دیکھنا ، تم انھیں پسند کرو گے ۔ انھیں تاش کھیلنے میں بھی کوئی مضایقہ نہیں ۔ اور کبھی کبھار ——— لیکن یہ بات اپنے ہی تک رکھنا ——— وہ مزے میں پائپ بھی پی لیتے ہیں "

ٹھیک ہے ہم کھانے کے بعد ایک ہاتھ تاش کھیلیں گے ——— اور ان کا میں اچھی طرح صفایا کروں گا ۔

" ہی ہی ہی ——— اچھا ہم بھی دیکھیں گے ۔ یہ تو دیکھا جائے گا "

" میں جانتا ہوں ، آپ پرانے اکھاڑیہ ہیں " بزاروف نے عجیب طرح زور دیتے ہوئے کہا ۔

وسیلی آئیونووچ کے تانبے سے چہرے پر خون کی لہر دوڑ گئی ۔

" خدا کے لئے ——— گڑے مردے کو گڑا ہی رہنے دو ۔ البتہ تمھارے اس دوست کے سامنے میں اس کا اعتراف کرنے کے لئے تیار ہوں کہ جوانی میں مجھے اس کا جنون تھا ۔ اور میں نے اس کی بڑی قیمت ادا کی ہے ۔ مگر

—— اس وقت کتنی گرمی ہے۔ مجھے اپنے ساتھ بیٹھنے دو۔ مجھے امید ہے کہ میں تمہارے راستے میں نہیں آؤں گا۔"

"اوہ۔ بالکل نہیں" ارکاڈی نے جواب دیا

وسیلی آئیونووچ ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے گھاس کے ڈھیر میں دھنس گیا۔ "تمہاری موجودہ جگہ مجھے پڑاؤ والی زندگی کی یاد دلاتی ہے۔ ایمبولنس کا پڑاؤ —— اسی طرح کی گھاس کے ڈھیر کے سائے میں —— اور ہم اس کے لئے بھی شکرگزار ہوتے تھے" اس نے ٹھنڈی سانس بھری "میں نے اپنی زندگی میں بہت سے تجربے کئے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر تم اجازت دو تو تمہیں لبربیا کے پلیگ کا ایک واقعہ سناؤں"

"جس کے لئے آپ کو ولدیمیر کراس کا تحفہ ملا تھا؟" بزاروف نے درمیان سے کہا "ہم جانتے ہیں، ہمیں معلوم ہے —— اچھا یہ تو بتائیے آپ اسے پہنتے کیوں نہیں؟"

"کیوں —— میں نے تمہیں بتایا تو ہے کہ مجھ میں کوئی تعصب نہیں" وسیلی آئیونووچ بڑبڑایا (اس نے صرف گزشتہ ہی شام اس سرخ فیتے کو اپنے کوٹ سے الگ کیا تھا) اور اس نے پلیگ کی داستان سنانا شروع کی۔ "کیوں۔ کیا وہ سوگیا ہے؟" اس نے یکایک ارکاڈی کے کان میں یف گینی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، اور خوش دلی کے ساتھ آنکھ مارتے ہوئے کہا "یف گینی —— اٹھو" اس نے زور سے کہا "چلو اب کھانے کے لئے۔"

فادر الکسی، ایک وجیہہ اور مضبوط آدمی تھا۔ اس کے گھنے بال اچھی

طرح کنگھے سے آراستہ کئے ہوئے تھے۔ وہ ایک بنفشئی رنگ کا ریشمی چغا پہنے ہوئے تھا جس پر اس نے ایک کام کیا ہوا پٹکا باندھ رکھا تھا۔ آدمی بڑا ہی مصلحت اندیش معلوم ہوتا تھا اور حالات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس نے ارکاڈی اور بزاروف کی طرف ہاتھ بڑھانے میں پہل کی جیسے اسے پہلے ہی سے معلوم تھا کہ وہ اس کی دعاؤں کے خواستگار نہیں تھے۔ اس نے بغیر کسی رکھ رکھاؤ کے ان کے ساتھ بے تکلفی کا برتاؤ کیا۔ وہ نہ وقار کی سطح سے نیچے اترا، اور نہ اس نے دوسروں کو کوئی صدمہ پہنچایا۔ اس نے اپنے لبوں پر ازراہ عنایت ایک مسکراہٹ پیدا کی، اور لاطینی درس گاہ کے نمائندے کے لئے تعظیماً کھڑا ہوگیا اور بڑے پادری کے لئے دو گلاس شراب کے پیئے۔ لیکن تیسرے سے انکار کردیا۔ ارکاڈی سے ایک سگار قبول کیا لیکن اسے فوراً سلگا کر پینے نہیں لگا اور کہا کہ وہ اسے اپنے ساتھ گھر لے جائے گا۔ اس میں جو چیز ناپسندیدہ تھی وہ یہ تھی کہ وہ برابر اپنے ہاتھ کو اوپر اٹھاتا اور بڑے اہتمام اور مستعدی سے اپنے چہرے پر بیٹھی ہوئی مکھیوں کو پکڑنے کی کوشش کرتا اور کبھی کبھی تو ان میں ایک آدھ کو مسل ڈالنے میں کامیاب بھی ہوجاتا۔ وہ اس کے بعد سبز میز پر بیٹھ گیا۔ اس نے بندھے ٹکے الفاظ میں اپنے ایسا کرنے پر اطمینان کا اظہار کیا۔ اور بزاروف سے ڈھائی روبل نوٹ کی شکل میں جیت کر اٹھا۔ ارینا ولاسے یفنا کے گھر میں چاندی کے سکوں سے برتنے کا کوئی تصور تک نہ تھا۔ وہ پہلے کی طرح اپنے بیٹے کے پاس بیٹھی ہوئی تھی (وہ تاش نہیں کھیلتی تھی) اس کے گال پہلے کی طرح اس کی چھوٹی مٹھیوں پر دھرے ہوئے تھے۔ وہ صرف کوئی لذیذ کھانے

کی چیز لانے کا حکم دینے کے لئے اٹھتی۔ بزاروف کو چڑتے ہوئے اسے ڈر معلوم ہوتا تھا اور وہ اس کی بالکل حوصلہ افزائی نہ کر رہا تھا۔ وہ اس کے پیار کا خیر مقدم کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اور دوسرے وسیلی آئیوانووچ نے اس کو زیادہ پریشان کرنے سے منع کیا تھا "جوان لڑکے ایسی چیزوں کو پسند نہیں کرتے"۔ اس نے اس سے کہا تھا (یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس دن کھانا کیسا تھا۔ صبح تڑکے ہی تیموفیچ گھوڑے پر گوشت لانے کے لئے گیا تھا۔ کارندہ دوسری طرف اسٹرجن مچھلی اور جھینگا مچھلیاں لانے کے لئے چلا گیا تھا۔ صرف کھمبیوں کے لئے بیالیس فاردنگ تانبے کے سکوں میں دئے گئے تھے) لیکن ارینا ولاسے یفنا کی آنکھیں سیدھی بزاروف پر جھکی ہوئی نہ صرف ممتا اور پیار کا اظہار کر رہی تھیں بلکہ ان میں ایک طرح کا غم بھی چھپا ہوا تھا جس میں ڈر اور تجسس دونوں کی ملی جلی کیفیت تھی۔ ان میں ایک رنگ آمیز ملائمت بھی موجود تھی۔

بہرحال، بزاروف اس موڈ میں نہیں تھا کہ اپنی ماں کی آنکھوں کے تاثرات کا تجزیہ کرے۔ وہ شاذ ہی اس کی طرف توجہ کرتا اور اگر اس کی طرف مڑتا بھی تو بس ایک آدھ مختصر سوال کے ساتھ۔ بزاروف نے ایک بار اچھے شگون کے لئے اس سے ہاتھ ملانے کی درخواست کی تو اس نے بڑی نرمی سے اپنا نرم اور چھوٹا سا ہاتھ اس کی کھردری اور چوڑی ہتھیلی پر رکھ دیا۔

"اچھا"، تھوڑی دیر انتظار کے بعد اس نے پوچھا "کہو اس سے کچھ کام بنا؟"

"اس سے تو معاملہ اور بھی بگڑ گیا" اس نے بے پروائی کے ساتھ قہقہہ لگاتے ہوئے جواب دیا۔

"وہ بڑی بے پروائی سے کھیلتا ہے" فادر الکزی نے مشفقانہ طور پر کہا اور اپنی داڑھی کو آہستہ آہستہ سہلانے لگا۔

"یہ ہے نپولین کی چال ——— فادر ——— نپولین کی چال" وسیلی آئیوانووچ نے اکا پھینکتے ہوئے کہا۔

"لیکن ایسی چال نے تو اس کو سنٹ ہیلنا پہنچا دیا تھا" فادر الکزی نے اکے کو ترپ سے کاٹتے ہوئے کہا۔

"کیا تم منقے کی چائے پینا پسند کرو گے ——— اینوشا؟" ارینا ولاسے یفنا نے پوچھا۔

بزاروف نے صرف اپنے شانوں کو جنبش دی۔

"نہیں" اس نے ارکادی سے دوسرے دن کہا "میں تو کل یہاں سے بستر گول کرتا ہوں، میں اکتا گیا ہوں۔ میں کچھ کام کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن میں یہاں کام نہیں کر سکتا۔ میں تمہارے گھر پھر چلوں گا۔ میں نے اپنے تمام آلات وہیں چھوڑ دئے ہیں۔ تمہارے گھر میں ایک شخص خود کو کم از کم بند تو کر لیتا ہے اور یہاں تو ابا جان دہراتے رہتے ہیں "میرا مطالعے کا کمرا تمہارے قبضے میں ہے کوئی بھی تمہارے کام میں مداخلت نہیں کرے گا ——— اور اس پورے وقت میں وہ خود ایک گز بھی دور نہیں جاتے اور ان سے الگ ہو کر اپنے آپ کو کمرے میں بند کر لینے میں ندامت محسوس ہوتی ہے۔ اماں کا بھی یہی قصہ ہے۔ میں دیوار کی دوسری طرف ان کی ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں ابھرتی ہوئی سنتا

رہتا ہوں۔ اور اگر ان کے پاس جاؤں تو پھر ان سے کچھ کہا نہیں جاتا۔"

"انھیں بہت صدمہ ہوگا" ارکادی نے کہا "اور اسی طرح اباکو بھی صدمہ ہوگا۔"

"میں پھر ان کے پاس واپس آجاؤں گا۔"

"کب ؟"

"کیوں ؟ جب میں پیٹرس برگ واپس جاؤں گا۔"

"خاص طور پر تمھاری اماں کے لئے مجھے بڑا افسوس ہوتا ہے۔"

"کیوں ؟ ایں کیوں ؟ کیا انھوں نے اسٹابری سے تمھارا دل موہ لیا ہے ؟ یا اور کوئی بات ہے ؟"

ارکادی نے اپنی آنکھیں جھکا دیں "میں تمھاری اماں کو سمجھتا ہوں یف گینی، وہ نہ صرف ایک بہت اچھی خاتون ہیں بلکہ بہت ہوشیار بھی ہیں۔ آج صبح انھوں نے مجھ سے آدھ گھنٹے تک بات چیت کی۔ ایسی سمجھ داری کی باتیں "اور اتنی دلچسپ —؟"

"میں سمجھتا ہوں کہ وہ سارا وقت میری ہی قصیدہ خوانی کرتی رہی ہونگی؟"

"ہم نے صرف تمھاری ہی باتیں نہیں کیں"

"شاید تماشائی چیزوں کو زیادہ گہرائی سے دیکھتے ہیں۔ اگر ایک عورت آدھے گھنٹے تک گفتگو جاری رکھ سکے تو یہ ہمیشہ ایک امید افزا شگون ہے لیکن میں بہرحال جارہا ہوں۔"

"لیکن یہ خبر والدین کو سنانا تمھارے لئے اتنا آسان نہ ہوگا۔ وہ ہمیشہ

منصوبے باندھتے رہتے ہیں کہ آیندہ پندرہ دنوں میں ہمیں کیا کیا کرنا ہے؟"

"نہیں — یہ آسان تو نہ ہوگا۔ آج کسی شیطان نے مجھے اپنے ابا جان کو دکھ پہنچانے پر مجبور کیا ہے۔ انھوں نے اپنی مالگزاری دینے والے ایک کسان کو کل ہی خوب کوڑے لگوائے اور بالکل ٹھیک ہی تھا — ہاں، ہاں — مجھ کو اس طرح وحشت کے ساتھ دیکھنے کی ضرورت نہیں — انھوں نے بالکل ٹھیک ہی کیا۔ اس لئے کہ وہ ایک چور اور شرابی ہے بجز یہ کہ ابا جان کو یہ معلوم نہ تھا کہ میں ان واقعات سے باخبر ہوں۔ وہ بہت پریشان ہوگئے تھے اور اب میں انھیں انتہائی طور پر پریشان کروں گا — کوئی بات نہیں۔ اس سے ہرگز مریں گے نہیں۔ وہ اس پر قابو پا جائیں گے۔"

بزاروف نے کہا تھا "کوئی پروا نہیں" لیکن جب تک اس نے اپنے آپ کو 'ابا کو اپنے' ارادے کی اطلاع دینے کے لئے تیار کیا سارا دن گزر گیا آخرکار جب وہ مطالعے کے کمرے میں خدا حافظ کہہ رہا تھا تو اس نے ایک بناوٹی جماہی لیتے ہوئے کہا۔

"اوہ — میں تو بس بھولا ہی جارہا تھا — کل کسی آدمی کو فیدوت کے یہاں گھوڑوں کے لئے بجھوا دیجئے۔"

وسیلی آئیوانووچ بالکل سکتے میں آگیا "تو کیا مسٹر کرسانوف ہم لوگوں کو چھوڑ کر جارہے ہیں؟"

"ہاں — اور میں اس کے ساتھ جارہا ہوں۔"

وسیلی آئیوانووچ واقعی چکرا گیا "تم جارہے ہو؟"

"ہاں ——— مجھے یقیناً چلے جانا چاہئے، مہربانی کرکے گھوڑوں کا انتظام کر دیجئے"

"بہت اچھا ——— " بوڑھا ڈاکٹر لڑکھڑا گیا ——— "فیدوت کے پاس؟

——— بہت اچھا، صرف ——— صرف ——— یہ کیسے؟"

"کچھ دنوں کے لئے اس کے ساتھ ٹھہرنے کے لئے مجھے ضرور جانا چاہئے میں تھوڑے دنوں کے بعد یہاں واپس آجاؤں گا"

"آہ ——— تھوڑے دنوں کے لئے ——— بہت اچھا" وسیلی آئیونووچ نے اپنا رومال نکالا اور اپنی ناک صاف کرتے ہوئے وہ تقریباً زمین تک دہرا ہو گیا ——— "خیر ——— سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں سوچتا تھا کہ تم ہمارے ساتھ ٹھہروگے ——— کچھ زیادہ ٹھہروگے۔ تین دن ——— تین سال کے بعد ——— میرے خیال میں یہ بہت کم ہے۔ بہت کم ہے۔ یف گینی"

"لیکن میں آپ سے کہہ جو رہا ہوں، میں جلد ہی واپس آؤں گا، میرے لئے جانا بہت ضروری ہے"

"لازمی ——— خیر۔ فرض سب پر مقدم ہے۔ اس لئے گھوڑے تیار رہیں گے۔ میں اور ارینا یعنی اس کی امید نہ رکھتی تھی۔ اس نے ابھی ابھی کچھ پھول پڑوس سے منگے ہیں۔ وہ تمہارے لئے کمرے کو آراستہ کرنا چاہتی تھی" وسیلی آئیونووچ نے اس کا ذکر بھی نہیں کیا کہ وہ تقریباً ہر صبح منہ نہار اٹھتا تھا تیموفیچ کو ہدایات دیا کرتا اور خالی پاؤں صرف سلیپر پہنے ہوئے کھڑا رہتا کتے کے کانوں والا روبل نوٹ نکالتا اور اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بہت سی چیزوں کی خریداری کے لئے کہتا۔ خاص طور پر اچھی اچھی چیزیں کھانے

کے لئے اور سرخ شراب پینے کے لئے منگواتا۔ جہاں تک اس نے دیکھا تھا اسے معلوم ہو گیا تھا دونوں نوجوان سرخ شراب بہت پسند کرتے تھے۔ "آزادی بڑی چیز ہے ——— یہ میرا اصول ہے ——— میں تمہارے راستے میں رکاوٹ نہیں ڈالنا چاہتا ——— نہیں ———"

وہ یکایک رک گیا اور دروازے کی طرف بڑھا۔

"ہم پھر جلد ہی ملیں گے ——— سچ ابا جان"

وسیلی آئیونووچ نے بغیر مڑے ہوئے اپنا ہاتھ ہلایا اور باہر چلا گیا جب وہ اپنے سونے کے کمرے میں گیا تو اس نے اپنی بیوی کو سوئی ہوئی پایا۔ اس نے زیر لب دعائیں مانگنا شروع کیں۔ تاکہ وہ اٹھ نہ جائے۔ وہ کسی طرح جاگ پڑی "کیا تم ہو وسیلی آئیونووچ؟" اس نے پوچھا

"ہاں"

"کیا تم اینوشا کے پاس سے آرہے ہو، مجھے ڈر ہے کہ اسے اس صوفے پر آرام نہ ملتا ہوگا۔ میں نے انفوشکا سے کہا ہے کہ اس پر تمہاری سفری دری اور نئے تکئے بچھا دے۔ میں تو اسے اپنا روئیں دار پروں والا بستر دے دیتی۔ لیکن مجھے یاد ہے کہ وہ بہت نرم بستر پسند نہیں کرتا۔۔۔۔۔۔"

"کوئی پروا نہیں ——— تم اپنے آپ کو حیران نہ کرو، وہ بالکل اچھی طرح ہے۔ یا خدا ——— تو مجھ گنہ گار پر رحم کر ———" وہ اپنی دھیمی آواز میں دعائیں مانگتا رہا۔ اسے اپنی بوڑھی بیوی پر بڑا افسوس ہو رہا تھا۔ وہ اس سے کہنا نہیں چاہتا تھا کہ اس پر کیا ناگہاں مصیبت آنے والی تھی ———

بزاروف اور ارکادی دوسرے روز وہاں سے چل پڑے۔ صبح سویرے
ہی گھر پر ایک اداسی چھا گئی۔ ایموشسکا کے ہاتھ سے طشت پھسل کر گر پڑا۔ فدکا
پر تو ایسی اداسی چھائی کہ اس نے اپنے جوتے تک اتار لیے۔ وسیلی آئیونووچ
نے معمول سے زیادہ شور و غل مچانا شروع کر دیا۔ وہ اپنے چہرے کو ہشاش بشاش
رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ زور زور سے بولتا اور پیر کو زمین سے بجاتا لیکن
اس کا چہرہ بہت اترا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور آنکھیں برابر اپنے بیٹے سے
کترا رہی تھیں۔ ارینا ولاسے یفنا چپکے چپکے رو رہی تھی۔ وہ بالکل نڈھال ہو گئی
تھی اور وہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ پاتی اگر اس کے شوہر نے صبح سویرے دو
گھنٹے اس کو سمجھانے میں نہ صرف کیے ہوتے۔ جب بزاروف نے یقینی طور
پر ایک مہینے کے اندر ہی اندر واپس آ جانے کا وعدہ کرنے کے
بعد اپنے آپ کو اس پر محبت گرفت سے چھڑا لیا جو اسے روک رہی تھی اور
جا کر کوچ میں بیٹھ گیا اور جب گھوڑے چل پڑے اور پہیے گھومنے لگے، اور
جب ان کے پیچھے گھورتے رہنے کا فائدہ باقی نہ رہا اور اڑتی ہوئی گرد
بیٹھ گئی تیموفیچ جھکا جھکا لڑکھڑاتا ہوا وہاں سے جا کر اپنے چھوٹے سے گھر
میں گھس گیا اور جب دونوں بوڑھے ماں باپ اس چھوٹے سے گھر میں تنہا
رہ گئے جو یکایک سکڑتا ہوا اور خستہ حال نظر آنے لگا تھا تو وسیلی آئیونووچ
چند لمحے اور زینوں پر کھڑے کھڑے جیداری سے رومال ہلاتا رہا ——
پھر وہ کرسی میں ڈھیر ہو گیا اور اس کا سر اس کے سینے پر جھک گیا "اس
نے ہم لوگوں کو نکال باہر کیا۔ اس نے ہم لوگوں کو چھوڑ دیا" اس کی زبان

لڑکھڑا رہی تھی "چھوڑ دیا —— وہ ہم لوگوں کے پاس اداس تھا —— اکیلا
اکیلا ——" اس نے کئی بار دہرایا۔ اس کے بعد ارینا ولاسے یفنا اس کے
پاس آئی۔ اپنے بھورے سر کو اس کے بھورے سر سے لگا کر کہنے لگی "اس میں کوئی
چارہ نہیں ہے ولسیا —— ! بیٹا جسم کا کٹا ہوا گوشت ہوتا ہے۔ وہ ایک
شاہین ہے جو اپنی خوشی سے گھر آتا ہے اور اپنی خوشی سے باہر چلا جاتا ہے
تم اور میں ایک درخت کے کھوکھل میں روغ کی طرح ہیں۔ ہم ایک ساتھ مل
کر بیٹھتے ہیں اور اپنی جگہ سے نہیں ہٹتے۔ صرف میں تمھارے لیے اور تم میرے لیے کبھی
نہیں بدل سکتے۔"

وسیلی آئیونووچ نے اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹائے اور اپنی بیوی کو اپنی
ہمدم کو اتنے زور سے جکڑ لیا جتنے زور سے اس نے اپنی جوانی میں بھی اسے نہیں
جکڑا تھا۔ اس نے اس کے غم کو ہلکا کر دیا

۲۴

فیدوت کے گھر تک دونوں خاموش گئے۔ ہاں کبھی کبھار کوئی خاص بات ایک دوسرے سے کہہ لیتے۔ بزاروف اپنے آپ سے خوش نہیں تھا۔ ارکادی اس سے ناراض تھا۔ وہ بھی ایک بے وجہ کی اداسی محسوس کر رہا تھا جو صرف بہت نوعمر نوجوان ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ کوچوان نے گھوڑے بدل دئے اور اوپر بیٹھتے ہوئے پوچھا "سیدھے ہاتھ کو یا الٹے ہاتھ کو؟"

ارکادی حیران ہو گیا۔ سیدھے ہاتھ کو جانے والا راستہ شہر کو جاتا تھا اور وہاں سے گھر کی طرف، اور الٹے ہاتھ کو جانے والی سڑک مادام اودنتسوف کے گھر کو جاتی تھی۔

اس نے بزاروف کی طرف دیکھا

"یوگینی" اس نے پوچھا "بائیں ہاتھ کو؟"

بزاروف نے منہ پھیر لیا "یہ کیا غلطی کر رہے ہو؟" وہ بڑبڑایا

"میں جانتا ہوں یہ غلطی ہے" ارکادی نے جواب دیا "لیکن ہوتا کیا ہے؟

یہ پہلی مرتبہ تو نہیں۔"

بزاروف نے اپنی ٹوپی کو بھوؤں تک جھکا لیا "جیسی تمھاری مرضی" اس نے آخر کہا۔

"بائیں طرف موڑ لو" ارکادی چلایا۔

گاڑی نکولسکوے کی سمت میں دوڑنے لگی۔ لیکن اس حماقت کا تہیہ کرنے کے بعد دونوں دوست پھر ضد کر کے خاموش ہو گئے اور زیادہ خفا نظر آنے لگے

مادام اودنتسوف کے گھر پہنچتے ہی ان کی ملاقات زینے پر ملازم سے ہو گئی۔ دونوں دوستوں نے محسوس کیا کہ ان لوگوں نے ایک وقتی خواہش کے سامنے ہتھیار ڈال کر ایک بہت ہی غلط فیصلہ کیا تھا۔ ظاہر تھا کہ ان کا آنا بالکل غیر متوقع تھا۔ وہ کچھ زیادہ دیر احمقوں کی طرح نشست گاہ میں بیٹھے رہے۔ آخر کار مادام اودنتسوف اس کے پاس آئی۔ اس نے حسب عادت بہت ہی نرمی اور خلوص سے خیر مقدم کیا۔ لیکن وہ اتنی جلدی آنے پر متحیر ضرور تھی اور جیسا کہ اس کی حرکات و سکنات سے ظاہر تھا وہ اس سے کوئی ایسی خوش بھی نہیں تھی۔ ان لوگوں نے اسے یہ بتانے میں عجلت کی کہ وہ ویسے ہی راستے سے گزرتے ہوئے یہاں ٹھہر گئے تھے اور وہ چار گھنٹے میں ہی آگے شہر کو روانہ ہو جائیں گے۔ اس نے یوں ہی ذرا معمولی سی حیرت کا اظہار کیا اور ارکادی سے اپنے ابا کو تسلیم کہنے کے لئے کہا اور پھر اپنی خالہ کو بلوا بھیجی وہ خواب آلود نظر آ رہی تھی۔ اس چیز نے اس کے چہرے

پر اور بھی جھریاں پیدا کر دی تھیں اور اس میں اور زیادہ ترشی پیدا کر دی تھی
ارکادی نے اچانک محسوس کیا کہ وہ کاتیا کو دیکھنے کے لئے بھی اتنا ہی بے چین
تھا جتنا موسیٰ پیغمبر کے لئے۔ چار گھنٹے فضول فضول چیزوں کے بارے میں
بات چیت کرتے ہیں بیت گئے۔ انا سرگے یفنہ مغیر مسکراتے ہوئے بولتی بھی
رہی اور سنتی بھی رہی۔ اور صرف اس وقت جب وہ ایک دوسرے سے
جدا ہو رہے تھے تو اس کی پچھلی دوستی ابھرتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"مجھے تلی کی بیماری ہوگئی ہے ——" اس نے کہا "لیکن تمھیں اس کا
خیال نہیں کرنا چاہئے۔ پھر آنا چاہئے۔ یہ میں تم دونوں سے کہہ رہی ہوں۔
—— ہاں جلدی آنا۔"

بزاروف اور ارکادی دونوں نے بنا کچھ کہے صرف اپنا سر جھکا دیا اور
بغیر کہیں رکے ہوئے سیدھے اپنے گھر میرینو روانہ ہو گئے جہاں وہ دونوں دوسرے
دن صبح کے وقت بخیریت پہنچ گئے۔ پورے سفر میں دونوں میں سے کسی نے مادام
اودن تسوف کا ذکر بھی نہیں کیا۔ بزاروف نے خاص طور پر اپنا منہ شاید ہی کھولا
ہو۔ وہ راستے بھر ترچھا ہو کر سڑک کی ایک طرف مستقلاً گھورتا رہا۔

میرینو میں ہر شخص انھیں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اپنے بیٹے کی طویل
غیر حاضری نے نکولائی پیترووچ کو پریشان کرنا شروع کر دیا تھا۔ جب فینچکا
دوڑتی ہوئی آئی اور اس نے اپنی چمکتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ سے
"دونوں نوجوانوں" کے آنے کی خبر دی تو اس کے منہ سے مسرت کی ایک
چیخ نکل گئی۔ وہ صوفے میں اچھل کر دھنس گیا اور اپنے پیروں کو جھلانے

لگا۔ خود پاول پیترووچ کو بھی ایک خوش گوار جوش و خروش کا احساس تھا اور
جب اس نے دونوں نوجوانوں سے ہاتھ ملایا تو محبت کے ساتھ مسکرا رہا تھا۔
باتوں اور سوالوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ ارکادی سب سے زیادہ
باتیں کر رہا تھا۔ خاص طور پر کھانے پر جو آدھی رات تک جاری رہا۔ نکولائی پیترووچ
نے بیر کی چند بوتلیں منگوائیں جو ابھی ابھی ماسکو سے بھیجی گئی تھیں۔ اس نے اس
مزے دار شراب کے اتنے جرعے انڈیل لئے کہ اس کے رخسار سرخ ہو گئے اور
نیم طفلانہ انداز میں، نیم گھبراہٹ کے ساتھ چہک چہک کر ہنستا رہا۔ ملازموں پر
بھی اس عام مسرت کا اثر تھا۔ دنیاشا تو کسی آسیب زدہ لڑکی کی طرح ادھر ادھر
بھاگتی رہی۔ اور برابر دروازے بند کرتی رہی۔ صبح کے تین بج رہے تھے مگر پیاتر
اب بھی چھ تارے پر قزاقستانی دھنیں بجانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ساز سے
ایک شیریں اور لطیف سے خاموش فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن اس تہذیب یافتہ
غلام کی کاوشیں ایک ابتدائی جھنکار کے سوا اور کچھ پیدا نہ کر سکیں۔ قدرت
نے اسے دنیا کے باقی انسانوں سے زیادہ موسیقی کی صلاحیت نہ دی تھی۔

لیکن اس عرصے میں میرینو میں اپنی جگہ پر قاعدے اور اطمینان سے نہیں
چل رہی تھی۔ بے چارہ نکولائی پیترووچ دقتوں میں مبتلا تھا۔ فارم پر نت نئی
بے معنی اور تکلیف دہ دقتیں ابھری آ رہی تھیں۔ مزدوری پر کام کرنے والے
کسانوں کے ساتھ روز روز کی چخ چخ ناقابل برداشت ہو گئی تھی۔ کچھ تو اپنی
اجرت کے طے کرانے پر اصرار کر رہے تھے اور کچھ مزدوری میں اضافے پر،
اور کچھ ایسے بھی تھے جو پیشگی مزدوری لے کر رفو چکر ہو گئے تھے۔ گھوڑے بیمار

ہو گئے تھے۔ بگھی کا ساز و سامان ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔ جیسے جل گیا ہو۔ کام بڑی بے پروائی سے کیا جاتا تھا۔ غلہ کاٹنے کی مشین جو ماسکو سے منگوائی تھی اپنے وزن کی وجہ سے بے کار ہو گئی۔ ایک اور مشین پہلے ہی سے استعمال میں ٹوٹ ٹاٹ کر برابر ہو گئی تھی آدھا گئوشالہ جل کر ڈھیر ہو گیا تھا۔ ایک بوڑھی اندھی عورت تیز ہوا میں جلتا ہوا لوکا ہاتھ میں لئے اپنی گائے کو دھواں دینے جا رہی تھی — اس بوڑھی عورت کا کہنا تھا کہ یہ ساری مصیبت اس وجہ سے آئی تھی کہ مالک نے نئی نئی قسم کے پنیر اور دودھ کی چیزیں بنانی شروع کی تھیں۔ براہیل اچانک بہت ہی کاہل اور نکما ہو گیا۔ وہ ایسا موٹا ہونے لگا تھا۔ یہ ہر اس روسی کا خاصہ ہے جسے ایک اچھی سی صاف ستھری جگہ رہنے کو مل جائے۔ جب وہ دور سے نکولائی پتروویچ کو دیکھتا تو اپنی پھرتی اور مستعدی کا مظاہرہ کرنے کے لئے سامنے سے گزرتے ہوئے سور پر ڈنڈا پھینک مارتا یا کسی نیم عریاں گاؤں کے چھوکرے کو ڈرانے دھمکانے لگتا۔ اور پھر اس کے بعد باقی وقتوں میں عام طور پر بڑے اطمینان سے ٹانگیں پسار کر خراٹے بھرتا رہتا۔ ان کسانوں نے جن کو ٹھیکہ دیا گیا تھا وقت پر جنگلی لکڑی کی قیمت ادا نہیں کی۔ تقریباً ہر رات رکھوالے کسانوں کے گھوڑوں کو فارم کی چراگاہوں میں دیکھتے اور کبھی کبھی تو انہیں زبردستی پکڑ کر لاتے۔ نکولائی پتروویچ نقصانات کے لئے جرمانے کی رقم مقرر کرتا۔ لیکن عام طور پر ایک دو دن اس کے گھر سے انھیں چارہ دانہ کھلایا جاتا اور اس کے بعد انھیں ان کے مالک کو واپس کر دیا جاتا اور اس پر طرہ یہ تھا کہ ہم … آپس میں جھگڑنے لگتے تھے۔ بھائی سے بھائی جائداد بٹوانے پر تلا ہوا

تھا۔ ان کی بیویاں ایک ساتھ مل کر رہنے پر تیار نہ تھیں۔ اچانک ان کے جھگڑے اتنا بڑھ جاتے کہ سارا گاؤں بھاگتا دوڑتا مالک کے پاس امڈ آتا۔ وہ اکثر شراب کے نشے میں دھت، بگڑی ہوئی صورت لئے ہوئے آتے اور فیصلے اور انصاف کا مطالبہ کرتے۔ اس کے بعد چیخ پکار اور ہنگامہ شروع ہو جاتا۔ اور مردوں کی گالیوں میں عورتوں کی چیخیں بھی شامل ہو جاتیں۔ اس کے بعد دونوں حریفوں کو چیخ چیخ کر، ڈانٹ ڈانٹ کر چپ کرانا پڑتا۔ یہاں تک کہ حلق خشک ہو جاتا۔ اس صورت حال میں ہمیشہ اس بات کا یقین رہتا کہ کبھی کوئی صحیح فیصلہ نہیں کیا جا سکتا — فصل کاٹنے کے لئے اس کے پاس کافی آدمی نہیں تھے۔ ایک قریب کے زمیں دار نے ازراہ نوازش اس سے وعدہ کیا کہ دو روبل فی ایکڑ کمیشن کے حساب سے فصل کاٹنے کے لئے مزدور فراہم کرے گا۔ لیکن عین موقع پر بڑی بے شرمی سے جُل دے گیا۔ اس کی کسان عورتوں نے بہت زیادہ مزدوری مانگنا شروع کی اور اس بیچ میں غلہ برباد ہوتا رہا — یہاں فصل تک نہ کٹ سکی اور وہاں سرکار کا تقاضا تھا کہ بقایا فوراً سود کے ساتھ ادا کیا جائے

"میں کچھ نہیں کر سکتا" نکولائی پتروویچ یاس کے عالم میں اکثر چلاتا "میں انھیں خود کوڑے نہیں لگا سکتا۔ اور پولس کے داروغے کو بلوانا میرے اصول کے خلاف ہے۔ اور پھر مشکل یہ کہ بغیر سزا کا خوف دلائے ہوئے تم ان سے کچھ کام بھی نہیں لے سکتے۔"

"ڈھارس، ڈھارس" پاول پتروویچ کہتا۔ لیکن وہ بھی آپ ہی آپ بدبداتا، بھوؤں کو سمیٹ لیتا اور مونچھوں پر تاؤ دینے لگتا۔

بزاروت ان چیزوں سے الگ رہتے۔ اور ایک مہمان ہونے کے ناتے
دوسروں کے پھٹے میں پیر اڑانا اس کے لئے مناسب بھی نہیں تھا۔ میر یوتسیہ
کے بعد وہ اپنے بینڈکوں اور دوسرے کیڑے مکوڑوں کے مطالعے اور کیمیاوی
تجربات میں مصروف ہوگیا۔ ارکادی اس کے برعکس یہ اپنا فرض سمجھتا تھا کہ
وہ اگر اپنے باپ کی مدد نہیں کرسکتا تو کم از کم یہ دکھانے کی کوشش کرتا کہ
وہ اس کی امداد کے لئے تیار تھا۔ وہ اس کی باتیں بڑے صبر و تحمل کے ساتھ
سنا کرتا۔ ایک بار تو اس نے اس لئے نہیں کہ ان پر عمل کیا جائے بلکہ اپنی دلچسپی
دکھانے کے لئے، کچھ مشورے بھی دئے۔ کاشتکاری کی تفصیلات سے اسے
کوئی بیزاری پیدا نہیں ہوئی۔ وہ کبھی کبھی تصور میں کھیت میں کام ہوتے ہوئے
دیکھ کر خوش ہوتا۔ لیکن اس وقت اس کے دماغ میں دوسرے خیالات ابھرنے
لگتے۔ ارکادی اس بات پر حیران تھا کہ وہ ہمیشہ نکولسکوئے کے بارے میں سوچا
کرتا۔ پہلے اگر کوئی اس سے کہتا کہ اسی گھر میں بزاروف کی طرح اپنے آپ کو بہت
اداس محسوس کرے گا تو وہ صرف اپنے شانوں کو جنبش دے کر رہ جاتا لیکن
واقعی وہ تھک گیا تھا اور وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا۔ اس نے دور دور
ٹہل کر بھی دیکھا۔ یہاں تک کہ وہ تھک جاتا، لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا
ایک دن گفتگو کے دوران میں اس پر انکشاف ہوا کہ اس کے باپ کے پاس کچھ
دلچسپ خطوط موجود تھے جو مادام اودن تسوف کی ماں نے اس کی بیوی کو
لکھے تھے۔ اس نے اس وقت تک اسے چین نہ لینے دیا جب تک کہ وہ خطوط
اس کے ہاتھ میں نہ آگئے جن کے لئے نکولائی پتروویچ کو بیس درازوں اور

بکسوں کی تلاشی لینی پڑی اور ان مڑے اور پھٹے ہوئے کاغذات کے ہاتھ میں
آنے کے بعد ارکادی نے بڑا اطمینان محسوس کیا۔ جیسے اس نے اپنی اس منزل
کی جھلک دیکھ لی تھی جس کی طرف اسے بڑھنا تھا "میری مراد تم دونوں سے ہے"
وہ اپنے آپ برابر سرگوشی سی کر رہا تھا۔ مادام اودن تسوف نے خود ہی تو
کہا تھا ــــ! "میں جاؤں گا" میں جاؤں گا ــــ چلو یہ سب دور بھی کرو"
لیکن اسے اپنی پچھلی ملاقات یاد آئی۔ وہ اس کی سرد مہری اور اس کی اپنی گھبراہٹ
ــــ اور پھر ایک طرح کی سراسیمگی عود کر آئی۔ "دیکھا جائے گا" والی جوانی
کی کیفیت اور پھر قسمت آزما دیکھنے کی خواہش۔ اور پھر یہ کہ اکیلے جا کر دیکھا
جائے بغیر کسی کی سرپرستی کے۔ خواہش آخر اس پر غالب آگئی۔ ابھی اس کو یہاں
آئے ہوئے دس ہی دن ہوئے تھے کہ اس نے "اتوار کے اسکول" کو جا کر دیکھنے
کا بہانہ کرکے شہر کی راہ لی اور وہاں سے نکولسکوئے کو چلا گیا۔ کوچوان کو کہیں
بیچ میں رکنے نہ دیا اور آگے بڑھتے رہنے کی تلقین کرتا رہا۔ وہ اس طرح اڑتا
چلا جارہا تھا جیسے کوئی فوجی افسر میدان جنگ کو جا رہا ہو۔ اس کا دل ڈر بھی
رہا تھا اور ہلکا ہلکا بھی معلوم ہو رہا تھا۔ بے صبری سے اس کی سانس پھول
رہی تھی "سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ آدمی کو سوچنا ہی نہیں چاہئے" وہ
اپنے آپ سے دہراتا رہا۔ اس کا ڈرائیور بڑا ہی زندہ دل نوجوان تھا۔ وہ ہر
سرائے کے سامنے گاڑی روک کر پوچھتا "کچھ پئیں گے یا نہیں" لیکن جب وہ
پی لیتا تو اس کی تلافی کے لئے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑانے لگتا۔ آخر کار وہ
مانوس مکان سامنے نظر آنے لگا ــــ "اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟" ارکادی

کے ذہن میں خیال کی ایک لہر دوڑ گئی " لیکن اب یہاں سے قدم پیچھے نہیں ہٹایا
جاسکتا " تینوں گھوڑے ایک ساتھ قدم ملا کر دوڑ رہے تھے ۔ کوچوان انہیں
ڈانٹ ڈانٹ کر اور سیٹی بجا بجا کر للکار رہا تھا اور اب ایک پل گھوڑے کی ٹاپوں کو
پہیوں کے نیچے کراہ رہا تھا ۔ اور اب تانے تانے جھکے ہوئے صنوبروں
کے بیچ کی سڑک ان کی طرف ملنے کے لئے دوڑ رہی تھی ـــــ سنہرے سبز
پس منظر میں ایک عورت کے سرخ لباس کی جھلک دکھائی دی ۔ ایک جوان
چہرے نے چھدری چھتری کے کناروں سے جھانک کر دیکھا ....
اس نے کاتیا کو اور کاتیا نے اس کو پہچان لیا ۔ ارکادی نے کوچوان سے دوڑتے
ہوئے گھوڑوں کو روکنے کے لئے کہا ۔ وہ گاڑی سے کود کر باہر نکلا اور اس
کی طرف بڑھا ۔ " ارے تم ہو " وہ چلائی اور اس کے چہرے کا رنگ سرخ
ہوگیا " چلو باجی کے پاس چلیں ـــــ وہ یہیں باغ میں ہیں " وہ تمہیں
دیکھ کر خوش ہوں گی "

کاتیا ارکادی کو باغ میں لے گئی ۔ کاتیا کی ملاقات خاص طور پر
ارکادی کو ایک بہت ہی اچھا شگون معلوم ہو رہی تھی ۔ وہ اسے دیکھ کر بہت
مسرور ہوا تھا جیسے وہ اس کی اپنی خاص عزیز ہو ۔ ہر چیز اتنے خوش گوار طور
پر ہوئی تھی ۔ نہ کوئی ملازم اور نہ رسمی اعلان ۔ کچھ بھی نہیں ۔ راستے پر ایک طرف
مڑتے ہوئے اس کی نظر انا سرگے یفنہ پر پڑ گئی ۔ وہ اپنی پشت اس کی طرف کئے
ہوئے کھڑی تھی ۔ قدموں کی آہٹ سن کر وہ پیچھے کی طرف مڑی ۔
ارکادی نے بوکھلاہٹ سی محسوس کی لیکن انا سرگے یفنہ کے منہ سے جو پہلا

لفظ نکلا اس سے اسے تسکین ہوئی ۔ " خوش آمدید مفرور ـــــ " اس نے اپنی
ہموار نیاز بھری آواز میں کہا ۔ اس سے ملنے کے لئے مسکراتی ہوئی اور آنکھوں کو
ہاتھ کی اوٹ میں دھوپ اور ہوا سے بچاتی ہوئی آگے بڑھی ۔
" ارے کاتیا ! تم ان کو کہاں سے اٹھا لائیں "
" میں آپ کے لئے کچھ ایسے تحفے لایا ہوں انا سرگے یفنہ " اس نے کہنا
شروع کیا " جس کی آپ کو توقع بھی نہیں ہوگی "
" تم خود یہاں آگئے ـــــ یہی سب سے بڑی بات ہے "

۲۳

ارکادی کو اپنی طنزآمیز محبت کے ساتھ رخصت کرنے اور یہ بتانے کے بعد
کہ وہ اس کے سفر کے اصلی مقصد کے بارے میں کسی مغالطے میں نہیں تھا بزاروف
نے اپنے آپ کو مکمل طور پر کمرے میں تنہا بند کر لیا۔ اس پر تو کام کرنے کا بھوت
سوار ہو گیا تھا۔ اس نے اب پاول پتروویچ سے کج بحثی بھی ترک کر دی تھی۔
خاص طور پر اس لیے کہ پاول پتروویچ اپنے رئیسانہ ٹھاٹھ اور سلوک میں حد سے
زیادہ بڑھ گیا تھا اور وہ الفاظ کے بجائے مختلف قسم کی مہمل آوازیں منہ سے
نکال کر اپنے خیالات کا اظہار کیا کرتا تھا۔ صرف ایک بار صوبۂ بالٹک کے راجواڑوں
کے حقوق کے سوال پر پاول پتروویچ اس منکر سے الجھ پڑا۔ لیکن پھر اچانک
وہ آپ ہی آپ یہ کہہ کر چپ ہو گیا ــــ "بہرحال ــــ ہم ایک دوسرے کو
کبھی سمجھ نہیں سکتے۔ کم از کم مجھے تو آپ کو سمجھنے کی عزت حاصل نہیں ہے"

"میں ایسا نہیں سمجھتا" بزاروف چلایا "انسان ہر چیز جاننے اور سمجھنے
کی صلاحیت رکھتا ہے ــــ ایتھر میں کس طرح لہریں پیدا ہوتی ہیں ــــ

اور آفتاب میں کیا ہو رہا ہے ــــ لیکن ایک دوسرا آدمی اپنی ناک اس سے
مختلف طریقے سے کس طرح صاف کر رہا ہے۔ یہ وہ ہرگز نہیں سمجھ سکتا۔"

"کیا یہ کوئی لطیفہ ہے؟" پاول پتروویچ نے استفسار کے انداز میں پوچھا
اور وہاں سے چلا گیا۔

لیکن کسی طرح وہ بزاروف کے تجربات کے موقع پر موجود رہنے کی
اجازت مانگتا۔ اور ایک بار تو اس نے اپنا معطر چہرہ جو بہترین صابن سے دھلا
ہوا تھا خوردبین سے لگا دیا۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ نباتات کی سڑی ہوئی پتی
رطوبت میں ایک شفاف خلیہ اجرام ہوتے ہیں وہ کس طرح ہریالی کے ذرات
کو نگل جاتے ہیں اور انھیں اپنے حلق کے دو تیز چپٹا تما عضلات سے پیس دیتے
ہیں۔

نکولائی پتروویچ اپنے بھائی کے مقابلے میں بزاروف سے ملنے کے لیے
زیادہ جایا کرتا تھا۔ جیسا کہ وہ کہتا تھا ــــ "اگر اس فارم کے معاملات اس
کی توجہ اپنی طرف نہ کھینچ لیتے تو وہ مطالعے کے لیے روز اس کے پاس آیا کرتا
وہ اس نوجوان کی اپنی سائنسی تحقیقات میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کرتا۔ وہ کمرے
کے ایک گوشے میں بیٹھ جاتا اور غور سے دیکھا کرتا ــــ ہاں کبھی کبھی کوئی سوال
موقع دیکھ کر کر لیا کرتا۔ کھانے کے وقت وہ بات کا رخ طبیعیات، ارضیات
یا علم کیمیا پر مرکوز رکھنے کی کوشش کرتا اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ سیاسی موضوعات
کا تو ذکر ہی کیا، کسی اور موضوع پر بھی چاہے وہ زراعت ہی سے متعلق کیوں نہ ہو بزاروف
سے اگر تصادم نہیں تو کم از کم تلخی اور ناخوشگواری کا پیدا ہونا لازمی تھا۔

نکولائی پتروویچ کو اندازہ تھا کہ اس کے بھائی کے دل میں بھی اس کے لئے کچھ کم
نفرت نہیں تھی۔ ایک معمولی واقعے نے اور دوسرے واقعات کے علاوہ اس کے
اس خیال کی تصدیق کر دی تھی۔ اطراف میں ہیضے کی وبا پھیلنے لگی اور خود میرینو میں
اس نے دو جانیں لے لیں۔ رات کے وقت پاول پتروویچ میں اس کی خطرناک علامتیں
رونما ہوئیں۔ وہ صبح تک درد سے لوٹتا رہا لیکن اس نے بزاروف کی ڈاکٹری کا
سہارا نہ لیا۔ اور جب وہ دوسرے دن اس سے ملا تو اس کے اس سوال کے جواب
میں کہ "آپ نے اسے کیوں نہیں بلوا لیا؟" یہ کہا "مجھے یاد آتا ہے کہ تم نے کہا تھا کہ مجھے
خود دوا پر یقین نہیں ہے" حالانکہ اس وقت بھی اس کا چہرہ زرد تھا۔ حالانکہ اس نے
بڑے احتیاط سے شیو کیا تھا اور بال بنائے تھے۔ اسی طرح دن بیتتے رہے۔ بزاروف
سنجیدگی اور لگن کے ساتھ کام میں مصروف رہا —— اس عرصے میں نکولائی پتروویچ
کے گھر میں صرف ایک ذات ایسی تھی جس کو اگر وہ اپنا دل کھول کر دکھاتا تو کم از کم
اس سے باتیں کر کے مسرت محسوس کرتا —— اور وہ تھی فے نیچکا

عام طور پر اس سے اس کی سب سے لمبی ملاقات باغ کے اندر یا فارم کے احاطے
میں صبح کے وقت ہوا کرتی تھی۔ وہ کبھی اس سے ملنے اس کے کمرے میں نہیں جاتا
تھا —— اور وہ صرف ایک بار اس کے کمرے میں یہ پوچھنے کے لئے آئی تھی کہ متیا کو نہانے
دینا چاہئے یا نہیں۔ صرف یہی نہیں کہ وہ اس سے اپنے دل کی باتیں کہہ دیا کرتی
تھی اور اس سے بالکل ڈرتی نہ تھی —— بلکہ قطعی طور پر اس سے اتنا بے تکلف
تھی جتنا نکولائی پتروویچ سے بھی نہیں تھی۔ یہ بتانا مشکل ہے کہ آخر یہ سب ہوا کیسے؟
شاید اس وجہ سے کہ وہ دیکھتی تھی کہ اس کے اندر کوئی ایسا رئیسانہ رکھ رکھاؤ یا شان

برتری نہ تھی جو بیک وقت اپنی طرف کھینچتی بھی ہے اور ڈراتی بھی ہے۔ اس کے
نزدیک وہ ایک اچھا ڈاکٹر بھی تھا اور سیدھا سادہ انسان بھی۔ وہ اس کی
موجودگی میں اپنے بچے کو بغیر کسی جھجک کے کھلاتی اور پیار کرتی۔ ایک بار جب
اچانک فے نیچکا پر چکر اور سر میں درد کا دورہ پڑا تو اس نے خود اس کے ہاتھ
سے ایک چمچہ دوا پی لی۔ نکولائی پتروویچ کی موجودگی میں وہ بزاروف سے دور دور
رہتی۔ اس کا یہ طرز عمل منافقت پر مبنی نہیں تھا۔ بلکہ اس وجہ سے کہ شائستگی کا تقاضا
تھا۔ پاول پتروویچ سے تو وہ ہمیشہ سے زیادہ ڈرنے لگی تھی۔ کچھ دنوں سے وہ
اس پر نظر رکھنے لگا تھا۔ وہ گویا اچانک زمین سے ٹھیک اس کی پشت پر ٹپک
پڑتا۔ انگریزی سوٹ پہنے ہوئے اس کے چہرے پر ایک بے حرکت تجسس چھایا
ہوتا اور دونوں ہاتھ جیبوں میں گھسے ہوتے "یہ ویسے ہی ہے جیسے کسی پر ٹھنڈے
پانی کی بالٹی انڈیل دی جائے" وہ دنیاشا سے شکایت کرتی۔ اس کے جواب
میں وہ ایک ٹھنڈی سانس لیتی اور ایک دوسرے "سنگ دل" کے بارے
میں سوچنے لگتی۔ بزاروف بلاشبہ اس کے دل کا ظالم ستمراں بن گیا تھا۔

فے نیچکا بزاروف کو پسند کرتی تھی۔ لیکن وہ بھی اسے پسند کرتا تھا۔ جب
وہ اس سے باتیں کرتا تو اس کے چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ اس میں ایک چمک
اور ہمدردی سی پیدا ہو جاتی۔ اس کا سکوت دور ہو جاتا اور اس کے بدلے
ایک زندہ دلی پیدا ہو جاتی۔ فے نیچکا کا حسن دن بدن نکھرتا جا رہا تھا۔ جوان
عورتوں کی زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آتا ہے جب وہ سرما کے گلاب
کی طرح پھولنے اور مہکنے لگتی ہیں۔ فے نیچکا کی زندگی میں وہ وقت آ گیا تھا

مہین سفید لباس میں وہ زیادہ نازک اور سفید نظر آتی۔ دھوپ میں اس کا رنگ تانبے کا سا نہیں ہوا تھا۔ لیکن گرمی جس سے وہ اپنے آپ کو بچا نہ سکتی اس کے تمتماتے ہوئے کانوں اور رخساروں پر خون کی لہر سی دوڑا دیتی۔ اور اس کے پورے جسم میں ایک سستی سی پیدا کر دیتی۔ اور اس کی حسین آنکھوں میں ایک خوابیدہ تکان سی جھلکنے لگتی۔ اس کے کام کرنے کی صلاحیت بالکل مفقود ہو جاتی اور اس کے دونوں ہاتھ اطمینان سے گود میں پڑے رہتے وہ مشکل سے چلتی پھرتی اور لگاتار آہیں بھرتی اور مضحکہ خیز بے بسی کے ساتھ شکوے کرتی۔

"تمھیں اکثر نہانے کے لئے جانا چاہئے" نکولائی پتروویچ نے اس سے کہا اس نے اپنے تالابوں میں سے ایک تالاب کے کنارے شامیانہ ڈلوا کر ایک غسل خانہ بنوایا تھا جو ابھی تک خشک نہیں ہوا تھا۔

"لیکن نکولائی پتروویچ تالاب تک پہنچنے سے پہلے آدمی ادھ موا ہو جاتا ہے اور واپس آنے میں باقی آدھی جان نکل جاتی ہے — تم جانتے ہو کہ باغ میں کوئی سایہ نہیں۔"

"یہ تو ٹھیک ہے کہ کوئی سایہ نہیں،" نکولائی پتروویچ نے اپنی پیشانی کو پونچھتے ہوئے کہا۔

"ایک دن صبح کے سات بجے جب بزاروف ٹہل کر واپس آ رہا تھا تو بنفشی کنج میں اس کی مڈبھیڑ فینچکا سے ہو گئی۔ کنج میں ایک زمانے سے پھول آ رہے تھے لیکن وہ اب تک گھنا اور سرسبز تھا۔ وہ باغ کی نشست

پر بیٹھی ہوئی تھی اور حسب دستور اپنے سر پر ایک سفید رومال باندھے ہوئے تھی۔ اس کے سامنے سرخ و سفید گلابوں کا ایک ڈھیر سا لگا ہوا تھا جن پر ابھی تک شبنم کی نمی موجود تھی۔ اس نے اس کو سلام کیا۔

"او ہ یف گینی وسیلی وچ" اس نے کہا اور اس کو دیکھنے کے لئے اپنے رومال کا کنارا ایک ذرا اوپر کو اٹھایا۔ ایسا کرنے میں اس کا ہاتھ کہنی تک عریاں نظر آنے لگا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" بزاروف نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا "کیا تم کوئی گلدستہ تیار کر رہی ہو؟"

— "ہاں کھانے کی میز پر رکھنے کے لئے، نکولائی پتروویچ اسے پسند کرتے ہیں۔"

"لیکن ابھی تو کھانے میں بہت دیر ہے، اوہ پھولوں کا کیا ڈھیر لگا رکھا ہے۔"

"میں نے ابھی پھول اس لئے جمع کر لئے ہیں کہ اس وقت بہت گرمی ہوگی اور پھر کوئی باہر نہیں نکل سکے گا۔ بس اس وقت تو آدمی کچھ سانس بھی لے سکتا ہے۔ گرمی میں تو میں نڈھال ہو جاتی ہوں۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں میں بیمار تو نہیں پڑنے والی ہوں۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟ لاؤ تمھاری نبض تو دیکھوں" بزاروف نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس نے اس کی نبض کو محسوس کیا جو بڑے قاعدے سے آہنگ کے ساتھ چل رہی تھی۔ لیکن وہ تو اس کی رفتار گننا بھی بھول گیا۔

"تم ایک سو برس جیوگی" اس نے اس کے ہاتھ کو چھوڑتے ہوئے کہا

"اوہ خدا کی پناہ" وہ چلائی۔

کیوں ؟ کیا تم بھی زندگی نہیں چاہتیں ؟"

"مگر ——— ایک سو برس ——— ہمارے قریب ہی ایک اسی سال کی عورت رہتی تھی ——— اور کیا بتاؤں کیسی شہید کی سی زندگی تھی اس کی —— گندی، میلی کچیلی، بہری اور ہر وقت کھوں کھوں کھانستی ہوئی۔ اور تو کچھ نہیں بس خود اپنے اوپر ایک بار تھی ——— یہ بڑی خوفناک زندگی ہوتی ہے"

"تو کیا جوانی اس سے اچھی چیز ہے ؟"

"کیا ایسا نہیں ہے ؟"

"لیکن بہتر کیوں ہے، مجھے یہ تو بتاؤ۔"

"تم یہ کیسے پوچھ سکتے ہو کہ کیوں ؟ ——— اب تو جیسے میں ابھی جوان ہوں۔ میں سب کچھ کر سکتی ہوں، جا سکتی ہوں، چیزیں ڈھو سکتی ہوں ——— میں کسی سے کسی کام کے لئے نہیں کہتی ——— اس سے زیادہ اچھی چیز اور کیا ہو سکتی ہے ؟"

"اور میرے لئے، میں جوان رہوں یا بوڑھا۔ دونوں برابر ہیں۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ دونوں ایک ہی ہیں ؟ جو تم کہتے ہو ممکن ہے"

"تم خود ہی فیصلہ کرو ——— فیدریا نکولا یفنہ۔ میری جوانی کا مجھے کیا فائدہ۔ میں اکیلا رہتا ہوں۔ ایک تنہا اور محروم انسان ———"

"یہ تو ہمیشہ تمھارے ہاتھ میں ہے۔"

"اس کا انحصار بالکل مجھ پر نہیں ——— آخر کسی کو تو مجھ پر ترس کھانا چاہئے۔"

فے نچکا نے کنکھی سے بزاروف کی طرف دیکھا۔ مگر بولی کچھ نہیں "یہ کون سی کتاب ہے تمھارے ہاتھ میں ؟" اس نے ذرا رک کر کہا۔

"یہ ؟ یہ ایک سائنس کی کتاب ہے۔ بہت مشکل کتاب ہے۔"

"اور کیا تم اب تک پڑھ ہی رہے ہو ؟ کیا تمھارا جی نہیں گھبراتا۔ میں تو سمجھتی ہوں تم ابھی ہی سب کچھ جانتے ہو۔"

"نہیں سب کچھ نہیں ——— تم بھی تو ذرا پڑھنے کی کوشش کرو۔"

"میرے بس کا تو اس میں سے کچھ نہیں پڑے گا۔ کیا یہ روسی ہے ؟" فے نچکا نے پوچھا اور جلد بندھی ہوئی کتاب اپنے ہاتھوں سے اٹھائی۔ "یہ کتنی موٹی ہے۔"

"ہاں ——— یہ روسی ہے۔"

"ایک ہی بات ہے ——— میں اسے سمجھ نہ سکوں گی۔"

"میں نے تمھیں یہ کتاب سمجھنے کے لئے نہیں دی ہے میں تمھیں پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتا تھا۔ جب تم پڑھتی ہو تو تمھاری ناک اس خوب صورتی سے پھڑکتی ہے کہ کیا بتاؤں ؟"

فے نچکا اب کریوٹ پر ایک مضمون ہجے کر کے پڑھنے ہی والی تھی ——— یہ سن کر وہ ہنس پڑی اور اپنے ہاتھ سے کتاب گرا دی۔ کتاب نشست سے پھسل کر زمین پر گر گئی۔

"مجھے تمھاری ہنسی بھی بے حد پسند ہے۔"

"چلو ہٹو بھی۔"

"جب تم بولتی ہو تو مجھے بڑی اچھی لگتی ہو۔ ایسا لگتا ہے جیسے کوئی چشمہ اُبل رہا ہے۔"

فے نچکا نے اپنا مُنہ پھیر لیا "تم عجیب آدمی ہو، کیسی کیسی باتیں کرتے ہو" اس نے اپنی انگلیوں سے پھولوں کو اٹھاتے ہوئے کہا "لیکن تم کو میری باتوں میں کیا لطف آئے گا۔ تم تو بڑی ہوشیار عورتوں سے مل چکے ہو۔"

"اوہ ـــــ فے دوسیا نکولایفنہ، یقین کرو ساری دنیا کی عقلمند عورتیں تمھاری اس ننھی انگلی کی برابری نہیں کر سکتیں۔"

"چلو اب یہ دوسری گپ ہانکی تم نے۔" اپنے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے فے نچکا بولی۔

بزاروف نے زمین سے کتاب اٹھالی۔

"یہ ڈاکٹری کی کتاب ہے تم اسے پھینکتی کیوں ہو؟"

"ڈاکٹری؟" فے نچکا نے دہرایا اور پھر اس کی طرف مڑی ـــ "جانتے ہو ـــ تم نے دوا کے چند قطرے دئے تھے۔ تمھیں یاد ہے؟ ہاں جب سے متیا خوب سیر ہو کر سوتا ہے۔ میں نہیں جانتی کس طرح تمھارا شکریہ ادا کروں۔ واقعی تم اچھے ڈاکٹر ہو۔"

"لیکن تمھیں ڈاکٹر کو اس کا معاوضہ تو دینا چاہئے" بزاروف نے یک مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "ڈاکٹر، تم خود ہی جانتی ہو بڑے ہاتھ لیک ہوتے ہیں۔"

فے نچکا نے اپنی آنکھیں اٹھائیں اور بزاروف کو دیکھنے لگی اس کی آنکھیں اس کے چہرے پر پڑنے والے سفید عکس میں اور زیادہ سفید نظر آ رہی تھیں۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے یا مذاق کر رہا ہے۔

"اگر تم چاہو ـــــ ہمیں تو بڑی خوشی ہوگی ـــــ میں نکولائی پتروویچ سے کہوں گی تو......"

"تم یہ کیوں سمجھتی ہو کہ میں روپیہ چاہتا ہوں" بزاروف نے بیچ ہی سے کہا۔

"نہیں، میں تم سے روپیہ نہیں چاہتا"

"پھر کیا؟"

"کیا؟" بزاروف نے کہا "بوجھو"

"ہوں، بھلا میں بوجھ ہی تو جاؤں گی؟"

"اچھا، اچھا ـــــ میں بتاتا ہوں ـــــ مجھے ان گلابوں میں سے ایک پھول دے دو۔"

اسے بزاروف کی التجا اتنی دلچسپ معلوم ہوئی کہ وہ بے تحاشا ہنس پڑی اور اس کے ہاتھوں نے تو تالیاں بھی بجا دیں۔ وہ ہنسی اور ساتھ ہی وہ اندر ہی اندر خوشی بھی محسوس کرنے لگی۔ بزاروف آنکھیں گاڑ کر اسے گھورے جا رہا تھا۔

"کیوں نہیں بصد شوق" اس نے آخر کہا اور نشست کے نیچے جھک کر گلابوں کو چننے لگی "تم کون سا پسند کرو گے ـــــ سرخ یا سفید؟"

"سرخ، اور بہت بڑا نہیں۔"

وہ پھر بیٹھ گئی "لو یہ لو" لیکن اچانک اس نے اپنے بڑھے

ہوئے ہاتھ کو پیچھے کھینچ لیا اور اپنے لبوں کو جاتی کنج کے پھاٹک کی طرف دیکھتے ہوئے کان لگا کر سننے لگی ۔

"کون ہے" بزاروف نے پوچھا "نکولائی پتروویچ؟"

"نہیں ۔۔۔ کرسانوف تو کھیت پر گئے ہوئے ہیں ۔۔۔ دوسرے میں ان سے نہیں ڈرتی ۔۔۔ لیکن پاول پتروویچ ۔۔۔ میں سمجھی کہ وہی ۔۔۔"

"کیا؟"

"میں ڈری کہ کہیں وہ تو یہاں نہیں آ رہے ہیں ۔ نہیں کوئی نہیں تھا لو یہ لو" فینچکا نے اسے ایک گلاب دے دیا ۔

"تم پاول پتروویچ سے کیوں ڈرتی ہو؟"

"وہ ہمیشہ مجھے ڈرا دیتا ہے اور میں جانتی ہوں کہ تم اسے پسند نہیں کرتے ۔ یاد ہے تمہیں تم ہمیشہ اس سے جھگڑا کرتے رہتے تھے؟ یہ تو میں نہیں جانتی تھی کہ تمہارا جھگڑا کس بات پر ہوتا ہے لیکن میں اتنا ضرور دیکھتی تھی کہ تم اس کو یوں یوں نچا کر رکھ دیتے ہو"

فینچکا نے اپنا ہاتھ لہرا کر بتایا کہ اس کے خیال میں وہ اس طرح چکرا دیا کرتا تھا ۔

بزاروف مسکرایا "لیکن وہ اگر میری ٹھکائی کر دے تو" اس نے پوچھا "تو کیا تم میرا ساتھ دوگی؟"

"میں کیونکر تمہارا ساتھ دے سکتی ہوں ، نہیں ، نہیں ، نہیں ۔۔۔ کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا ۔"

"کیا تم ایسا سمجھتی ہو؟ لیکن میں تو ایک اپنے ہاتھ کو جانتا ہوں جو اگر چاہے مجھے شکست دے سکتا ہے ۔"

"کس کا ہاتھ؟"

"کیا تم نہیں جانتی ہو، سچ؟ ذرا سونگھو تو اس گلاب کو جو تم نے مجھے دیا ہے ، کیسی لطیف خوشبو ہے اس کی ۔"

فینچکا نے اپنی گردن لمبی کی اور اپنے چہرے کو پھول کے قریب لے گئی ۔۔۔ اس کا رومال اس کے سر سے سرک کر شانوں پر آ گیا ۔ اس کے کالے چمکیلے اور ہلکے سے الجھے ہوئے بال نظر آ رہے تھے ۔

"ٹھہرو، میں اسے تمہارے ساتھ سونگھنا چاہتا ہوں" بزاروف نے کہا وہ جھکا اور اس نے پوری گرم جوشی سے اس کے کھلے ہوئے ہونٹوں کو چوم لیا ۔

وہ حیران رہ گئی ۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اس کے سینے پر رکھ کر اسے پیچھے ڈھکیلا لیکن بہت آہستہ آہستہ اور اس کو پھر دوبارہ ایک لمبا بوسہ ثبت کرنے کا موقع مل گیا ۔

جھاڑیوں کے بنفشی کنج کے پیچھے سے خشک کھانسی کی آواز آئی ۔ فینچکا فوراً ہی جھٹکے سے ہٹی اور نشست کے دوسرے سرے پر کھسک گئی ۔ پاول پتروویچ نمودار ہوا ۔ اس نے ایک ہلکے سے اپنے سر کو خم دیا ایک تکدر آمیز حزن کے ساتھ بولا "اچھا تم لوگ یہاں ہو" اور واپس لوٹ گیا ۔ فینچکا نے اپنے سارے گلابوں کو اکٹھا کیا اور کنج سے باہر نکل گئی "یہ تم نے برا کیا یف گینی وسیلی ویچ"

اس نے جاتے ہوئے سرگوشی کے انداز سے کہا۔ اُس کی سرگوشی میں ایک گہری ملامت کا عنصر غالب تھا۔

بزاروف کو حال ہی میں پیش آنے والا ایک اور منظر یاد آگیا اور اسے شرم اور نفرت انگیز بیزاری محسوس ہونے لگی۔ لیکن اس نے فوراً ہی اپنے سر کو جھٹک دیا اور طنز کے ساتھ اس نے اپنے آپ کو "زندہ دل لتھریو کا پارٹ بڑی خوبی سے انجام دینے پر" مبارک باد پیش کی اور پھر اپنے کمرے میں واپس چلا گیا

پاول پتروویچ باغ سے باہر نکلا اور ارادی طور پر اپنے بھاری قدموں کو ٹیکتا ہوا جنگل کی طرف چلا گیا۔ وہ بہت دیر تک وہاں ٹھہرا رہا اور جب وہ کھانے کے وقت واپس آیا تو اس کا چہرا اتنا اترا ہوا تھا کہ نکولائی پتروویچ نے پوچھا کہ کہیں اس کی طبیعت ناساز تو نہیں ہے۔

پاول پتروویچ نے بڑے سکون اور اطمینان سے جواب دیا "جانتے ہی ہو کہ کبھی کبھی میرا جگر خراب ہو جاتا ہے۔"

۴۴

دو گھنٹے کے بعد اس نے بزاروف کے دروازے پر دستک دی۔

"مجھے معاف کیجیے گا، میں آپ کے سائنسی مشاغل میں اس وقت رکاوٹ پیدا کر رہا ہوں" اس نے کھڑکی کے پاس کرسی پر بیٹھتے ہوئے اور اپنے دونوں اپنی خوب صورت ٹہلنے والی چھڑی پر، جس کا دستہ ہاتھی دانت کا تھا، ٹکاتے ہوئے کہا (وہ عام طور پر بغیر چھڑی کے ٹہلتا تھا) "میں مجبور ہوں کہ آپ سے پانچ منٹ کا وقت مانگوں ——— صرف پانچ منٹ اور بس۔"

"میرا سارا وقت آپ کے لئے حاضر ہے" بزاروف نے جواب دیا۔ پاول پتروویچ کے اندر داخل ہوتے ہی اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔

"پانچ منٹ میرے لئے کافی ہوں گے۔ میں آپ سے صرف ایک سوال کرنے آیا ہوں۔"

"ایک سوال؟" "وہ کیا؟"

"میں ابھی بتاؤں گا بشرطیکہ آپ براہ کرم سننے کی زحمت اٹھائیں....."

......میرے بھائی کے گھر میں آپ کے قیام کے شروع میں، جب تک میں نے آپ سے گفتگو کرنے کی مسرت سے خود کو محروم نہیں کر لیا تھا مختلف موضوع کے بارے میں آپ کے خیالات جاننے کی سعادت حاصل ہوئی تھی لیکن جہاں تک مجھے یاد آتا ہے ہم دونوں کے درمیان یا میری موجودگی میں، ڈوئیل کے بارے میں، یا دو آدمیوں کی تلوار یا پستول سے جنگ آزما ہونے کے سلسلے میں کوئی بحث نہیں ہوئی تھی، مجھے اس موضوع پر اپنے خیالات جاننے کی اجازت دیجئے۔"

بزاروف جو پاول پتروویچ سے ملنے کے لئے کھڑا ہو گیا تھا پھر میز کے کنارے اپنے دونوں ہاتھ باندھ کر بیٹھ گیا۔

"نظریاتی حیثیت سے" اس نے کہا "میرا خیال ہے کہ یہ ایک مہمل چیز ہے عملی نقطۂ نظر سے ــــ تو خیر دوسری بات ہے۔"

"اگر میں نے تمہیں صحیح سمجھا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارے نظریاتی تصورات جو کچھ بھی ہوں لیکن عملی طور پر تم اپنی کسی توہین کرنے والے کو اس وقت تک نہ چھوڑو گے جب تک اس سے تسلی بخش جواب طلب نہ کر لو۔"

"آپ نے میرا مطلب بالکل ٹھیک سمجھا ہے"

"بہت اچھا، میں تمہاری یہ بات سن کر بہت خوش ہوا۔ تمہاری باتوں نے مجھے تذبذب کی حالت سے نکال لیا ہے۔"

"تذبذب سے آپ کی مراد؟"

"میں اپنے خیال کا اظہار اس لئے کرتا ہوں کہ لوگ اسے سمجھ پائیں میں کسی دارالعلوم کا کتابی کیڑا نہیں ہوں ــــ تمہاری باتوں نے ایک ناگوار مجبوری

سے مجھے نجات دلا دی ہے۔ میں نے تم سے لڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

بزاروف کی آنکھیں پھٹ گئیں ــــ "مجھ سے؟"

"بے شک"

"لیکن کیوں بھلا؟"

"میں تمہیں وجہ بتا سکتا ہوں" پاول پتروویچ نے کہنا شروع کیا، "لیکن میں اس بارے میں خاموشی کو ترجیح دوں گا۔ میرے خیال میں ہماری تمہاری موجودگی بالکل فضول ہے۔ میں تمہیں برداشت نہیں کر سکتا۔ میں تم سے نفرت کرتا ہوں اور اگر تمہارے لئے یہ کافی نہیں ہے ــــ"

پاول پتروویچ کی آنکھیں چمکنے لگیں ــــ بزاروف کی آنکھوں سے بھی چنگاریاں نکلنے لگیں۔

"بہت اچھا" اس نے حامی بھر لی "اب زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں آپ اپنی ساکھ میں اپنی بہادری مجھ پر آزمانا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو اس کی مسرت بخشنے سے انکار کر سکتا ہوں ــــ لیکن خیر یہی سہی۔"

"مجھے تمہاری طرف سے اپنے فرض کا احساس ہے" پاول پتروویچ نے کہا "اور اس لئے مجھے امید ہے کہ تم مجھے کسی تشدد کے اقدام پہ مجبور کئے بغیر میرے چیلنج کو منظور کر لو گے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا، استعارے سے قطع نظر، اس چھڑی کے اٹھانے پر" بزاروف نے نہایت ٹھنڈے لہجے میں کہا "یہ بنیادی طور پر صحیح ہے۔ مجھے ذلیل کرنا آپ کے لئے غیر ضروری ہے۔ واقعہ تو یہ ہے کہ یہ سودا آپ کے لئے گراں

رہے گا۔ آپ ایک باعزت آدمی ہیں ——— میں بھی آپ کے چیلنج کو ایک باعزت آدمی کی طرح منظور کرتا ہوں۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" پاول پتروویچ نے اپنی چھڑی کو کونے میں کھڑی کرتے ہوئے کہا۔ "لگے ہاتھوں ہم ذرا لڑائی کی شرطیں بھی طے کر لیں۔ لیکن کیا آپ اس رسم کو ضروری سمجھتے ہیں کہ اس معمولی جھگڑے کی وجہ کو بیان کیا جائے جو میرے چیلنج کا جواز بن سکے؟"

"نہیں بغیر رسم ادا کئے ہی اچھا ہے۔"

"میں بھی ایسا ہی سمجھتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اپنے اختلافات کی اصلی وجہ کو کریدنا بھی غیر ضروری ہوگا۔ ہم ایک دوسرے کو برداشت نہیں کر سکتے اور کیا چاہئے۔"

"اور کیا واقعی۔" بزاروف نے طنز کے ساتھ کہا۔

"جنگ کی شرطوں کے متعلق ——— نہ تمہارا جوڑی دار ہے اور نہ میرا ——— ہم انھیں کہاں سے لائیں گے؟"

"بالکل ٹھیک، ہم انھیں کہاں سے لائیں گے؟"

"تو میں یہ تجویز آپ کے سامنے رکھنے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔ لڑائی کل صبح سویرے جنگل کے پیچھے چھ بجے شروع ہوگی۔ پستول استعمال کریں گے فاصلہ دس قدم ہوگا۔"

"دس قدم فاصلہ؟ ہاں یہ کافی ہوگا۔ ہم اس فاصلے پر ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں۔"

"ہم آٹھ قدموں کا بھی فاصلہ رکھ سکتے ہیں۔"

"ہاں رکھ سکتے ہیں۔"

"دو بار گولی چلائی جائے گی اور اس کا نتیجہ جو بھی نکلے۔ ہم دونوں کو اپنی اپنی جیب میں ایک خط ڈال لینا چاہئے جس میں ہم اپنی موت کا ذمہ دار خود کو ٹھہرائیں گے۔"

"اب میں اس کی قطعی حمایت نہیں کرتا۔" بزاروف نے اپنی رائے دی۔ اس سے فرانسیسی ناول کی بو آتی ہے۔ بات کچھ جچتی نہیں ہے۔"

"شاید، مگر بہر نوع مجھ سے اتفاق کروگے کہ ہم دونوں میں سے کسی پر قتل کا شبہ بڑا ناخوشگوار ہوگا۔"

"میں اس سے تو اتفاق کرتا ہوں۔ مگر اس دردناک تہمت سے بچنے کی ایک تدبیر ہے۔ ہمیں ایک ساتھی تو نہیں مل سکتا لیکن ہم ایک گواہ تو رکھ سکتے ہیں۔"

"کون؟ مجھے دریافت کرنے کی اجازت دیجئے۔"

"کیوں، پائنر۔"

"پائنر کون؟"

"آپ کے بھائی کا خدمت گار۔ وہ ایک ایسا آدمی ہے جس نے موجودہ تہذیب کی ریاضتیں اپنے اندر رچالی ہیں۔ وہ اپنا فرض بڑی ذمہ داری سے ادا کرے گا جو ایسے موقعے کے لئے لازمی ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں جناب مذاق فرما رہے ہیں۔"

"ہرگز نہیں، اگر آپ میری تجویز پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ

بہت ہی سادہ اور سمجھداری کی معمولی سی بات ہے۔ آپ مثال قایم نہیں کر سکتے لیکن پائنر کو اچھی طرح تیار کر لینے کی اور اسے میدان جنگ میں لے آنے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔"

تم اب بھی مذاق سے باز نہیں آرہے ہو" پاول پترووچ نے کرسی سے اُٹھتے ہوئے کہا "لیکن تم نے جس خوش اخلاقی سے اپنی آمادگی ظاہر کی ہے اس کے بعد مجھے تم سے کوئی کینہ نہیں ہے ـــــ اور اس کے لئے اب ہر چیز طے ہو گئی ـــــ ہاں مسراہے ـــــ تمہارے پاس پستول تو نہیں ہو گا؟"

"میرے پاس پستول کہاں سے آیا پاول پترووچ؟ میں فوج میں نہیں ہوں۔"

"اچھا تو پھر ایسی صورت میں میں اپنا پستول پیش کروں گا۔ تم یقین کرو کہ اسے چلاتے ہوئے مجھے پانچ سال ہو گئے۔"

"یہ میرے لئے بڑی حوصلہ افزا چیز ہے۔"

پاول پترووچ نے چھڑی اٹھالی ...... "اچھا تو جناب عالی اب میں صرف آپ کا شکریہ ادا کروں گا۔ آپ کو اپنے مطالعے کے لئے اکیلا چھوڑ دوں گا۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں جناب۔"

"اس وقت تک کے لئے جب کہ ہمیں دوبارا ایک دوسرے سے ملنے کی خوشی حاصل ہو گی ـــــ اس نے اپنے آپ کو باہر چھوڑتے ہوئے کہا۔

پاول پترووچ باہر چلا گیا۔ بزاروف ایک منٹ تک دروازے کے

سامنے کھڑا رہا اور پھر آپ ہی آپ بول اُٹھا "ہش ـــــ میں تو ختم ہوا۔ کیا خوب کتنا احمقانہ ـــــ ایک فضول دورسے ہم گزر رہے ہیں۔ جیسے سکھائے پڑھائے کتے جو اپنے پچھلے پیروں پر کھڑے ـــــ ناچ رہے ہوں۔ لیکن انکار کا تو کوئی سوال ہی نہ تھا ـــــ مجھے یقین ہے کہ اس نے مجھے مارا ہوتا ـــــ اور پھر ـــــ" بزاروف کا رنگ اس خیال سے ہی سفید پڑ گیا۔ "اس کا سارا غرور پورے جلال میں بیدار ہو گیا تھا) اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اس کی گردن بلی کی طرح گھونٹ کر رکھ دیتا" وہ اپنی خوردبین کے پاس واپس گیا لیکن اس کا دل دھڑک رہا تھا اور ایسی چیزوں کی جانچ کے لئے جس یکسوئی اور سکون کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس میں معدوم تھی "اس نے آج ہم لوگوں کو دیکھ لیا تھا" اس نے سوچا "لیکن کیا وہ اپنے بھائی کی عوض ایسا کر سکتا ہے؟ ـــــ اور پھر یہ ان سے بڑا معاملہ تھا ـــــ ایک بوسہ اور بس ـــــ؟ ضرور دال میں کچھ کالا ہے ـــــ کیا ایسا نہیں کہ وہ خود ہی اس کی محبت میں گرفتار ہے۔ یعنی وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ یہ بالکل دن کی طرح روشن ہے۔ کیا پیچیدگی ہے۔ یہ بھی حماقت ہے۔ ـــــ" اس نے آخر فیصلہ کیا "یہ برا ہوا، دیکھو تمہارا کیا انجام ہوتا ہے۔ پہلی چیز تو یہ ہے کہ کسی کے سر میں گولی مارنا اور پھر بہر حال یہاں سے چل دینا اور پھر ارکادی ـــــ اور بے چارہ نیک، اللہ میاں کی گائے نکولائی پترووچ ـــــ یہ ایک برا کام ہے۔ بہت ہی برا کام۔"

وہ سارا دن ایک عجیب خاموشی اور اُداسی میں گزرا۔ فینچکا تو

جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں اس طرح بیٹھی رہی جیسے ایک چوہیا اپنے بل میں۔ نکولائی پتروورچ کچھ متردد ہو رہا تھا۔ اس نے سنا تھا کہ گیہوں پر پالا پڑنے لگا ہے۔ اس کا سارا آسرا اس گیہوں پر ہی تھا۔ پاول پتروورچ نے ہر شخص کو یہاں تک کہ پتروکوفیچ کو بھی اپنی برف کی طرح ٹھنڈی خوش خلقی سے دم بخود کر دیا تھا۔ بزاروف نے اپنے باپ کو ایک خط لکھنا شروع کیا لیکن پھر پھاڑ کر میز کے نیچے پھینک دیا۔

"اگر میں مر گیا تو انھیں معلوم ہی ہو جائے گا،" اس نے سوچا "لیکن میں مروں گا نہیں۔ میں اس دنیا میں ابھی بہت دنوں جد و جہد کروں گا۔" اس نے پائٹر کو صبح سویرے ایک ضروری کام کے لئے اپنے پاس آنے کی ہدایت کی۔ پائٹر نے سوچا کہ وہ اسے اپنے ساتھ پیٹرس برگ لے جانا چاہتا ہے۔ بزاروف دیر سے سویا اور رات بھر طرح طرح کے بے ربط اوٹ پٹانگ خواب دیکھتا رہا ـــــ ان خوابوں میں مادام اودن تسوف ابھرتی رہی۔ اور اب وہ اس کی ماں تھی جس کے پیچھے مونچھوں والی بلی چلی آ رہی تھی ـــــ اور یہ بلّی اس کو فنےنچکا معلوم ہو رہی تھی۔ پھر پاول پتروورچ نے ایک بڑے سے بھیڑیئے کا روپ اختیار کر لیا جس سے لڑنا ابھی اسے باقی تھا۔ صبح چار بجے پائٹر نے اسے جگایا۔ اس نے فوراً کپڑے پہنے اور اس کے ساتھ باہر نکل گیا۔

وہ بہت ہی سہانی اور شاداب صبح تھی۔ چھوٹے چھوٹے بادل کے ٹکڑے صاف شفّاف دھلے ہوئے آسمان میں جھاگ کی طرح اُمنڈتے ہوئے سر پر جھکے چلے آ رہے تھے۔ شبنم کے چمکیلے قطرے گھاس اور پتیوں پر جمے ہوئے تھے اور مکڑی کے جالے پر چاندی کی طرح چمک رہے تھے۔ نم اور سیاہ دھرتی میں معلوم ہوتا تھا

کہ اب تک سویرے کی سرخی میں چھپے ہوئے پورے آکاش سے لوؤں کے نغموں کی پھواریں برس رہی تھیں۔

بزاروف جنگل تک چلتا رہا۔ وہاں پہنچ کر جنگل کے کنارے پر سائے کے نیچے بیٹھ گیا اور تب اس نے پائٹر کو بتایا کہ اسے کون سی خدمت انجام دینا تھی۔ اس مہذب خدمت گار کی ڈر سے گھگھی بندھ گئی۔ لیکن بزاروف نے اسے تشفی اور یقین دلایا کہ اسے تو صرف دور سے کھڑے ہو کر دیکھنا ہے اس پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں عاید ہوگی "اور ذرا سوچو تو" اس نے کہا۔ "تم کتنا اہم فرض ادا کر رہے ہو۔" پائٹر نے اپنے دونوں ہاتھ ہوا میں لہرا دیئے اور ایک برچ کے درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ دہشت سے اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

میرینو سے آنے والی سڑک جنگل کے کنارے سے گزرتی تھی ـــــ اس پر ہلکی سی گرد جمی ہوئی تھی جس پر پچھلے کئی دن سے پہیئے یا پاؤں کے نشان نہیں ابھرے تھے۔ بزاروف کی نظریں غیر ارادی طور پر اس سڑک پر دوڑ رہی تھیں۔ اس نے ایک گھاس کی پتی نوچ لی اور اسے چبانے لگا۔ اس دوران میں برابر وہ خود اپنے آپ سے دہرا رہا تھا ـــــ "کیا حماقت ہے!" صبح کی ہوا نے دوبار اس کے جسم میں جھرجھری پیدا کر دی۔ پائٹر نے دو بار اس کی طرف مایوسی سے دیکھا لیکن بزاروف صرف مسکرا دیا۔ وہ خوف زدہ نہیں تھا۔

سڑک پر سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی...... درختوں کے پیچھے سے ایک کسان دکھائی دیا۔ وہ اپنے آگے دو گھوڑوں کو ہانک

رہا تھا جو ایک ساتھ جتے ہوئے تھے۔ اور جب وہ بزاروف کے پاس سے گذرا تو وہ اپنی ٹوپی چھوئے بغیر اسے اجنبی نظروں سے گھورتا ہوا آگے نکل گیا اور پریشان پائٹر کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ یہ بُرا شگون تھا" اتنے سویرے کوئی اور بھی تو جاگ گیا ہے۔" بزاروف نے سوچا" لیکن وہ تو کم از کم کام کے لیے اٹھا ہے ــــ لیکن تم . . . . . ."

میرے خیال سے حضور آرہے ہیں ــــ پائٹر نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا۔ چیک کی جیکٹ اور برف کی طرح سفید پتلون پہنے ہوئے وہ سڑک پر تیز تیز چلا آرہا تھا۔ اس کی بغل میں ایک سبز کپڑے میں لپٹا ہوا بکس تھا۔

"میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں آپ دیر سے انتظار کر رہے ہیں۔" اس نے پہلے بزاروف کی طرف اور اس کے بعد پائٹر کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ پائٹر سے اس وقت وہ احترام کا سلوک کر رہا تھا کیونکہ اس وقت وہ ساتھی یا جوڑی دار کا فرض انجام دے رہا تھا۔" میں اپنے آدمی کو جگانے پر تیار نہ تھا۔"

"کوئی بات نہیں" بزاروف نے جواب دیا" ہم خود بھی ابھی آئے ہیں۔"

"یہ تو اور اچھا ہوا" پاول پتروویچ نے خود اسی طرف نظریں دوڑا کر دیکھا "کوئی بھی دکھائی نہیں دیتا۔ کوئی بھی ہمارے راستے میں نہیں، ہم اپنا کام شروع کر سکتے ہیں۔"

"ہاں ہم اپنا کام شروع کر دیں۔"

"ہم سمجھتا ہوں کہ تمہیں کسی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں [illegible]"

"نہیں مجھے ضرورت نہیں۔"

"اچھا تو اب تم پستول بھرنا پسند کرو گے؟" پاول پتروویچ نے بکس سے پستول باہر نکالتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں آپ پستول بھریئے ــــ میں قدموں سے فاصلہ ناپ لوں گا مری ٹانگیں ذرا لمبی ہیں ــــ" اس نے مسکرا کر کہا" ایک، دو، تین ــــ"

"لیف گینی وسیلیچ" پائٹر کے منہ سے مشکل سے یہ الفاظ نکلے۔ وہ اس طرح لرز رہا تھا جیسے بخار میں ہو۔" جو بھی جی چاہے آپ کہئے میں اور دور جا رہا ہوں ــــ"

چار ــــ پانچ ــــ اچھا! ہٹ جاؤ ــــ میرے دوست ــــ دور ہٹ جاؤ۔ تم کسی درخت کے پیچھے بھی چھپ سکتے ہو۔ بس صرف اپنی آنکھیں بند نہ کر لینا۔ چھ ــــ سات ــــ آٹھ ــــ" بزاروف رک گیا" بس یہ کافی ہے؟"

"جیسی تمہاری مرضی" پاول پتروویچ نے پستول میں دوسری گولی ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

"ہم دو قدم اور بڑھائیں گے ــــ" بزاروف نے اپنے جوتے کی نوک سے ایک لکیر کھینچ دی" تو یہ حد رہی ــــ اچھا تو بتائیے ہم اس حد سے کتنے قدم پیچھے تک جا سکتے ہیں؟ یہ ایک اہم نکتہ ہے۔ ہم لوگوں نے کل اس پر بات نہیں کی تھی۔"

"میں سمجھتا ہوں، دس ــــ" پاول پتروویچ نے دونوں پستول بزاروف

کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا "براہ کرم ان دونوں میں سے صرف ایک لے لیجئے۔"

"ہاں خوشی سے۔ لیکن پاول پتروویچ، آپ کو ماننا ہوگا کہ ہماری یہ لڑائی اپنے بے تکے پن کا جواب نہیں رکھتی وہ اپنے "جوڑمی وار" کے چہرے کو تو ملاحظہ فرمائیے۔"

"تم تو ہر چیز پر ہنسنے کا تہیہ کئے بیٹھے ہو۔" پاول پتروویچ نے جواب دیا "میری یہ لڑائی عجیب ہے، یہ تو میں بھی جانتا ہوں۔ لیکن تم پر یہ اچھی طرح جتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں سنجیدگی سے لڑنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ، ہمیں اس میں ذرا شک نہیں کہ ہم نے ایک دوسرے کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ لیکن ہم کیوں نہ ایک ساتھ قہقہے لگائیں جب تک کہ ـــــ آپ مجھ سے فرانسیسی میں بات کرتے ہیں اور میں آپ سے لاطینی میں گفتگو کرتا ہوں۔"

"میں پورے جی سے لڑوں گا۔" پاول پتروویچ نے دہرایا اور وہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

بزاروف اس جگہ سے دس قدم پیچھے ہٹا اور خاموش کھڑا ہو گیا۔

"کیا آپ تیار ہیں؟" پاول پتروویچ نے پوچھا۔

"بالکل"

"اچھا! ہم ایک دوسرے کی طرف بڑھ سکتے ہیں۔"

بزاروف آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا اور پاول پتروویچ اپنی جیب میں اپنا

[illegible]

طرف بڑھا" وہ سیدھے میری ناک پر نشانہ باندھ رہا ہے۔" بزاروف نے سوچا اور کم بخت ایک آنکھ بند کر کے کتنی ہوشیاری سے نشانہ لگا رہا ہے۔ گرچہ یہ کوئی خوشگوار احساس نہیں ـــــ میں تو اس کی گھڑی کی زنجیر پر نشانہ لگاؤں گا۔"

کوئی چیز سنسناتی ہوئی اس کے کان کے پاس سے نکل گئی اسی وقت گولی کے چلنے کی آواز آئی "میں نے اسے سنا اس لئے یہ ٹھیک رہا۔" بزاروف کے دماغ میں اس خیال کے گونج اٹھنے کا وقت مل گیا۔ اس نے ایک قدم اور بڑھایا اور بغیر نشانہ باندھے ہوئے اس نے لبلبی دبا دی۔

پاول پتروویچ کی ایک ہلکی سی چیخ نکلی اور اس نے اپنی ران پکڑ لی۔ اس کی سفید پتلون کے نیچے سے خون کا فوارہ سا چھوٹنے لگا۔

بزاروف نے پستول ایک طرف پھینک دیا اور وہ اپنے حریف کے پاس پہنچ گیا۔ "کیا آپ زخمی ہو گئے؟" اس نے کہا۔

"تمہیں مجھ کو حد تک بلانے کا حق تھا۔" پاول پتروویچ نے کہا "اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ معاہدے کے مطابق ابھی ہم دونوں کو ایک بار اور گولی چلانے کا حق ہے۔"

"بہت اچھا، معاف کیجئے، دوسری باری کو آئندہ کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھنا چاہیئے۔" بزاروف نے پاول پتروویچ کو تھامتے ہوئے جواب دیا۔ اس کا رنگ زرد پڑتا جا رہا تھا۔

"اب میں ڈوئیل لڑنے والا نہیں ہوں بلکہ ایک ڈاکٹر ہوں۔ اور کچھ کرنے سے پہلے میرے لئے آپ کا زخم دیکھنا ضروری ہے۔ پائٹر! یہاں آؤ پائٹر، تم کہاں غائب

ہو گئے ؟"

" یہ سب حماقت ہے مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ،" پاول پیٹرووچ نے تھرتھراتے ہوئے جواب دیا " اور ہیں ، مجھ ــــــ " اس نے اپنی مونچھوں پر تاؤ دینا چاہا لیکن اس کے ہاتھ نے ساتھ نہ دیا ، اس کی آنکھیں دھندلی پڑ گئیں اور وہ بے ہوش ہو گیا ۔

" لو یہ کیا مصیبت ہوئی ، بیہوشی کا دورہ ، پھر کیا ہو !" بزاروف غیر شعوری طور پر چلایا اور اس نے اسے گھاس پر لٹا دیا " دیکھیں کیا نقصان پہنچا ہے ؟" اس نے ایک رومال نکالا ، اس کا خون پونچھا اور زخم کے اردگرد انگلیوں سے چھو کر دیکھنے لگا ۔

"گولی ہڈی تک نہیں پہنچی ہے ــــــ " اس نے دانت جکڑتے ہوئے کہا ۔ "گولی زیادہ اندر نہیں گھسی ہے ــــــ ایک پٹھے کو چھوتی ہوئی نکل گئی ہے ۔ تین ہفتے میں مزے میں ناچنے لگیں گے ــــــ اور یہ بے ہوشی ۔ ! اُف یہ گھبرا جانے والے لوگ ، ــــــ میں ان سے کتنی نفرت کرتا ہوں ، سچ کہتا ہوں کیا نازک بدن ہے !"

" کیا مر گئے ؟" اس کے پیچھے سرسراہٹ کے ساتھ تھرتھرائی ہوئی پائٹر کی آواز آئی ۔

بزاروف نے مڑکر دیکھا " جاؤ ذرا دوڑ کر میرے اچھے بھائی جہاں تک جلدی ہو سکے ان کے لئے پانی لاؤ ــــــ دیکھنا وہ اب بھی ہم لوگوں سے زیادہ [illegible] گے "

لیکن وہ مہذب ملازم ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انکی بات ہی نہیں سمجھ رہا ہے اور وہ جگہ سے ہلا بھی نہیں ۔ پاول پیٹرووچ نے ہولے ہولے اپنی آنکھیں کھولیں ۔

" وہ مر جائیں گے !" پائٹر بلبلایا اور اپنے ہاتھوں کو سینے پر باندھنے لگا ۔

" تم ٹھیک کہتے ہو ــــــ کتنا مکروہ چہرہ ہے !" زخمی بڈھے نے ایک اجبری مسکراہٹ کے ساتھ کہا ۔

" ہٹ تیری کی ــــــ پہلے جا پانی لے آ !" بزاروف چلّایا ۔

" کوئی ضرورت نہیں ــــــ یہ ایک وقتی جھونکا تھا ــــــ ذرا مجھے سہارا دے کر بٹھا دو ۔ ہاں یہ ٹھیک بالکل ٹھیک ــــــ میں اس خراش پر صرف پٹی باندھ لوں ۔ بس ۔ پھر میں گھر تک مزے سے پاؤں پاؤں چلا جاؤں گا یا نہیں تو میرے لئے ایک گاڑی بھیج دینا ــــــ اور یہ ڈوئیل اگر تم چاہو تو پھر شروع نہیں کی جائے گی ۔ تم نے شرافت کا ثبوت دیا ہے ــــــ لیکن آج آج ــــــ یاد رکھو !"

" چھوڑیئے بیتی باتوں کو یاد کرنے کی ضرورت نہیں !" بزاروف نے جواب دیا " اور رہی مستقبل کی بات تو اس کے لئے آپ کو کسی درد سر کی ضرورت نہیں ۔ اس لئے کہ میں جلد از جلد یہاں سے چلا جاؤں گا ۔ لائیے اب میں آپ کے پیر میں پٹی باندھ دوں ۔ آپ کا زخم کوئی خطرناک تو نہیں لیکن خون کا نکلنا روک دینے سے ہمیشہ اچھا ہوتا ہے ۔ لیکن پہلے اس مردے کو تو ہوش میں لے آؤں !"

بزاروف نے پائٹر کا کالر پکڑ کر زور زور سے جھنجھوڑا اور اسے گاڑی لانے کے لئے دوڑایا۔

"دیکھنا کہیں میرے بھائی کو ڈرا نہ دینا"۔ پاول پترووچ نے اس سے کہا "خبردار جو اس سے کچھ کہا"۔

پائٹر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ وہ تو گاڑی کے لئے دوڑا جا رہا تھا لیکن دونوں حریف زمین پر خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ پاول پترووچ بزاروف کی طرف دیکھنا نہ چاہتا تھا۔ وہ کسی حال میں بھی اس سے مفاہمت کے لئے تیار نہ تھا۔ وہ اپنے غرور پر، اپنی ناکامی پر شرمندہ تھا۔ وہ ان تمام حالات کے لئے شرمسار تھا جو اس نے پیدا کئے تھے۔ اگرچہ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اس کا نتیجہ اور اس سے بہتر نہ ہو سکتا تھا۔ "خیر کسی صورت میں بھی کوئی بدنامی نہ ہوگی"۔ اس نے اپنے آپ کو تشفی دیتے ہوئے سوچا۔ "اور اس کے لئے میں ممنون ہوں"۔ خاموشی طویل ہوتی جا رہی تھی۔ یہ خاموشی عجیب بے موقع اور اذیت ناک تھی دونوں اپنی اپنی جگہ پر کڑھ رہے تھے۔ ان میں ہر ایک یہ محسوس کر رہا تھا اور اسے سمجھ رہا تھا۔ یہ خیال دوستوں کے لئے ہمیشہ خوشگوار ہوتا ہے۔ مگر ان لوگوں کے لئے بڑا ناخوشگوار ہوتا ہے جو دوست نہیں ہوتے۔ خاص طور پر ایسی حالت میں جبکہ دل کی بات کہہ نہیں سکتے اور نہ ہی ایک دوسرے سے الگ ہو سکتے ہیں۔

"میں نے آپ کے پیر کو ــــ کس کے تو نہیں باندھ دیا؟" بزاروف نے پوچھا۔

"نہیں، ہرگز نہیں۔ یہ بہت اچھا ہے"۔ پاول پترووچ نے جواب دیا اور کچھ دیر ٹھہر کر اس نے پھر کہا "ہم اپنے بھائی کو دھوکا نہیں دے سکتے اس سے کہنا ہوگا کہ ہم لوگ سیاست پر اُلجھ گئے تھے"۔

"بہت اچھا" بزاروف نے تائید کی۔ "آپ کہہ دیجئے گا کہ میں نے تمام انگریزیت کے شیدائیوں کو گالی دی تھی"۔

"یہ بہت اچھا رہے گا۔ وہ ہم لوگوں کے بارے میں اب کیا سوچتا ہوگا تمہارا کیا خیال ہے؟" اس نے ایک کسان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو تھوڑی دیر پہلے اپنے لنگڑے گھوڑوں کو جوتے ہوئے بزاروف کے پاس سے گزرا تھا۔ اور اسی سڑک سے پھر واپس آتے ہوئے ان شریف انسانوں کو دیکھ کر سلام کر رہا تھا۔

"یہ کون کہہ سکتا ہے؟" بزاروف نے جواب دیا "ممکن ہے کہ وہ کچھ سوچ رہا ہو۔ روسی کسان ایک اَن بوجھی پہیلی ہے۔ جس کے بارے میں مسز راڈکلف اتنا کچھ کہا کرتی تھی۔ اسے کون سمجھ سکتا ہے۔ وہ خود اپنے آپ کو نہیں سمجھتا"۔

"اوہ ــــ اچھا تو تمہارا یہ خیال ہے"۔ پاول پترووچ نے کہنا شروع کیا۔ پھر وہ چیخ پڑا۔ "ذرا دیکھو تمہارے احمق پائٹر نے کیا گل کھلایا ہے وہ دیکھو میرا بھائی گھوڑے دوڑاتا ہوا ہماری طرف چلا آ رہا ہے"۔

بزاروف نے مڑ کر دیکھا۔ نکولائی پترووچ کا چہرہ زرد پڑا ہوا تھا۔ وہ گاڑی میں بیٹھا تھا۔ وہ گاڑی رکنے سے پہلے ہی کود پڑا۔ اور دوڑ کر اپنے بھائی کے پاس پہنچا۔

"اس کا کیا مطلب؟" اس نے مشتعل آواز میں کہا۔ "یف گینی وسیلیچ آخر یہ سب کیا ہے؟"

"کچھ نہیں" پاول پترووچ نے جواب دیا۔ "لوگوں نے تمہیں بے کار گھبرا دیا ہے۔ مسٹر بزاروف سے میرا ہلکا سا جھگڑا ہو گیا تھا اور مجھے اس کی قیمت ادا کرنا پڑی۔"

"لیکن آخر یہ سب ہوا کس بات پر۔ مجھ پر رحم کر دو۔"

"اب تمہیں کیا بتاؤں، مسٹر بزاروف نے مسٹر رابرٹ پیل کی شان میں کچھ گستاخی کی تھی لیکن مجھے یہ بتانے میں دیر نہیں کرنی چاہئے کہ یہ سب کچھ میری ہی وجہ سے ہوا۔ اس کے برخلاف مسٹر بزاروف کا طرز عمل بہت ہی شریفانہ رہا ہے۔ میں نے ہی ان کو للکارا تھا۔"

"لیکن تم تو خون میں لتھڑے ہوئے ہو، خدا کی پناہ۔"

"تو کیا تم سمجھتے تھے کہ میری رگوں میں پانی دوڑتا ہے۔ لیکن اس طرح خون کا بہنا میرے لئے مفید ہے۔ کیوں ہے نا ڈاکٹر صاحب۔ مجھے سہارا دے کر گاڑی میں بٹھا دو اور اداس مت ہو کل ہی کل بالکل چنگا ہو جاؤں گا۔"

"ہاں۔ یہ۔ یہ بہت ٹھیک۔ چلو کوچوان گاڑی چلاؤ۔"

نکولائی پترووچ گاڑی کے پیچھے پیدل چلتا رہا۔ بزاروف وہیں کھڑا رہا "میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے بھائی کی دیکھ بھال کریجیے جب تک کہ شہر سے دوسرا ڈاکٹر نہ آجائے۔"

بزاروف نے اثبات میں سر ہلایا۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر پاول پترووچ

بستر پر دراز تھا اور اس کے پیر پر بڑی چابکدستی سے پٹی بندھی ہوئی تھی۔ سارا گھر تردد میں گھرا ہوا تھا۔ فے نیچکا تو بے ہوش ہو گئی تھی۔ نکولائی پترووچ چھپ کر چپکے چپکے اپنے ہاتھ مل رہا تھا۔ اور پاول پترووچ خوب قہقہے لگا رہا تھا اور مذاق کر رہا تھا خاص طور پر بزاروف سے۔ اس نے مہین سوتی کپڑے کی شب خوابی قمیض پہن رکھی تھی۔ صبح کی ایک بہت نفیس چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ اس کے سر پر ایک رومیں دار ٹوپی تھی۔ اس نے کھڑکیوں کے پردے نیچے گرا لئے اور اس نے اس بات کی مذاق کے پیرائے میں شکایت کی کہ اسے کھانے سے محروم رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

رات ہونے تک اس کا بخار چڑھنے لگا۔ اس کا سر دکھ رہا تھا۔ شہر سے ڈاکٹر آگیا۔ نکولائی پترووچ نے اپنے بھائی کی ایک نہ سنی اور بزاروف بھی یہی چاہتا تھا کہ اس کی بات نہ سنے۔ وہ دن بھر کمرے میں بیٹھا رہا۔ اس کے چہرے سے انتقامی جذبات اور زردی رونما ہو رہی تھی۔ وہ مریض کے پاس اندر صرف ایک بار گیا اور جہاں تک ممکن ہو سکا اس کے پاس کم سے کم ٹھہرا۔ دوبارا اس کا آمنا سامنا فے نیچکا سے ہوا لیکن وہ خود اس کے سامنے سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ نئے ڈاکٹر نے ٹھنڈک پہنچانے والی غذا دینے کے لئے کہا۔ اس نے بزاروف کے اس دعوے کی تصدیق کی کہ کوئی خطرے کی بات نہیں تھی۔ نکولائی پترووچ نے اس سے کہا تھا کہ اس کے بھائی کو اپنی غلطی سے اتفاقیہ گولی لگی ہے۔ اس کے جواب میں ڈاکٹر نے کہا "ہونہہ"، لیکن جب چاندی کے پچیس روبل سے اس کی مٹھی گرم ہو گئی تو اس نے کہا "ایسا تو نہ

کہئے۔ خیر یہ ایک ایسی چیز ہے جو اکثر ہوا کرتی ہے۔ یقین کیجئے۔"

گھر کا کوئی فرد بھی نہ سویا اور نہ کپڑے ہی بدلے۔ نکولائی پتروو چ بہت خاموشی سے اپنے بھائی کے پاس آتا جاتا رہا۔ اس کا بھائی اونگھتا رہا۔ آہستہ آہستہ کراہتا اور اس سے فرانسیسی میں کہتا اور پانی مانگتا۔ نکولائی پتروو چ نے نیچکا کو دوبارہ اس کے پاس لیموں کا گلاس لے کر بھیجا۔ پاول پترووچ غور سے اسے گھور کر دیکھتا اور گلاس کا آخری قطرہ بھی پی جاتا۔ صبح ہوتے ہوتے اس کا بخار بڑھ گیا۔ ہلکی ہلکی سرسامی کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ شروع میں پاول پترووچ بے ربط باتیں کرتا رہا۔ پھر اچانک اس نے آنکھیں کھولیں اور اپنے بھائی کو بے قراری سے اپنے اوپر جھکا ہوا دیکھ کر اس نے کہا "نکولائی کیا تم سوچتے ہو کہ فے نیچکا میں کچھ نیلی سے ملتی جلتی چیزیں ہیں؟"

"کون نیلی؟ پیارے پاول؟"

"کیوں تم یہ کیسے پوچھ سکتے ہو؟ شہزادی ——— خاص طور پر چہرے کے اوپری حصے میں ———"

نکولائی پترووچ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور اندر ہی اندر وہ اس شخص کے پرانے جذبات کے استقلال پر حیرت کرتا رہا "جب یہ چیز سطح پر آتی ہے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔" اس نے سوچا۔

"آہ میں اس نازک دماغ ہستی سے کتنی محبت کرتا ہوں!" پاول پترووچ اپنے دونوں ہاتھوں کو الم ناک طور پر اپنے سر کے پیچھے باندھتے ہوئے کراہا۔ "میں کسی گستاخ اُٹھائی گیرے کا اس کو ہاتھ لگانا برداشت نہیں کرسکتا ——"

وہ کچھ دیر کے بعد دھیمے دھیمے بڑبڑایا۔

نکولائی پترووچ نے صرف ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اس نے اس کا شبہ بھی نہیں کیا کہ ان الفاظ سے کس کی طرف اشارہ ہے۔

بزاروف دوسری صبح آٹھ بجے اس کے سامنے حاضر ہوا۔ اس نے اس سے پہلے ہی موقع نکال کر بستر باندھ لیا تھا اور مینڈکوں، کیڑوں، اور چڑیوں کو آزاد کر دیا تھا۔

"تم مجھ سے رخصت ہونے کے لئے آئے ہو،" نکولائی پترووچ نے اس سے ملنے کے لئے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں!"

میں تمہیں سمجھتا ہوں اور پوری طرح تم سے اتفاق کرتا ہوں۔ یقینی یہ میرے بھائی کا قصور ہے اور انھیں اس کی سزا مل گئی۔ انھوں نے مجھے خود ہی بتایا کہ انھوں نے تمہارے لئے اور کوئی راستہ چھوڑا ہی نہیں تھا۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس ڈوئیل سے اپنے آپ کو بچا نہ سکے ——— تم دونوں کے خیالات کی مسلسل کشیدگی سے اس کی وضاحت کسی حد تک ہو جاتی ہے۔" نکولائی خود اپنے الفاظ میں الجھتا چلا جا رہا تھا۔ "میرے بھائی قدامت پرست، غصیلے اور ضدی آدمی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کا انجام یہیں تک ہوا۔ میں نے اپنے خیال میں ہر کوشش کی ہے کہ اس کا چرچا نہ ہو۔"

"میں آپ کے پاس اپنا پتہ چھوڑے جا رہا ہوں تاکہ کوئی گڑبڑ ہو تو کام آئے گا۔" بزاروف نے غیر ارادی طور پر کہا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ کوئی گڑبڑ نہ ہوگی، بعد گیہنی وسیلیچ ـــــ مجھے بہت افسوس ہے کہ میرے گھر میں تمہارا قیام اس طرح ختم ہوا ـــــ یہ چیز ارکادی کی وجہ سے اور بھی تکلیف دہ ہے۔"

"مجھے امید ہے کہ میں اس سے مل لوں گا۔" بزاروف نے جواب دیا۔ ہر قسم کی "وضاحتیں" اور "شکوے" بزاروف میں ہمیشہ بڑی بے صبری کے جذبات ابھار دیتے تھے۔ "ایسی صورت میں کہ میں نہ مل سکوں تو براہ کرم آپ انھیں میرا الوداعی سلام کہہ دیجئے اور ان سے کہئے کہ مجھے اس کا بہت افسوس ہے وہ اس اظہار تاسف کو قبول کرلیں۔"

"اور میں ــ بر خواست ـــــ" نکولائی پترووچ نے جواب دیا لیکن بزاروف اس کے جملے کے پورے ہونے سے پہلے ہی روانہ ہوگیا۔

جب بزاروف کے جانے کا حال معلوم ہوا تو پاول پترووچ نے اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس نے اس سے ہاتھ ملایا لیکن اس وقت بھی وہ برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ پاول اپنے آپ کو وسیع القلب دکھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ فے نیچکا کو الوداع کہنے میں کامیاب نہ ہوسکا کھڑکی پر وہ صرف اس سے اپنی نظریں ملا سکا۔ اس کا چہرہ اسے ناامیدی سے بھرا ہوا نظر آیا۔ "شاید وہ بہت غم زدہ ہوگی۔" اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "لیکن کون جانتا ہے، وہ کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو کھینچ لے جائے گی میں کہتا ہوں۔" پائنر اس کے کندھے پر سر رکھ کر سو رہا۔ آخر بزاروف نے اسے یہ کہہ کر روکا کہ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا کبھی نہ ختم ہونے والا خزانہ

موجود ہے۔ دیناشا اپنے جذبات کو چھپانے کے لئے جنگل کی طرف نکل گئی تھی۔ ان تمام ہنگاموں کا بانی ایک ہلکی سی گاڑی میں سوار ہوگیا۔ اس نے ایک سگار پیا اور تیسرے میل پر پہنچ کر جہاں سڑک مڑی تھی اور کرسانوف کا فارم ہے۔ مکان کے ساتھ ایک لمبی قطار میں نظر آرہا تھا۔ اس نے صرف تھوک دیا اور پھر بڑبڑایا "ملعون بد دماغ" اس نے اپنے لبادے کو اور اچھی طرح لپیٹ لیا۔

پاول پترووچ کی حالت جلد ہی بہتر ہوگئی۔ لیکن اسے ایک ہفتے تک بستر سے لگے رہنا پڑا۔ بقول خود وہ اپنی اسیری کے دور کو بڑے صبر و تحمل کے ساتھ جھیل گیا۔ اگرچہ وہ اپنے بناؤ سنگار پر کافی درد سر مول لیتا اور اپنی ہر چیز یوڈی کولون میں بسی ہوئی رکھتا۔ نکولائی پترووچ اسے رسالے پڑھ کر سنایا کرتا۔ فے نیچکا پہلے کی طرح اس کی تیمارداری میں لگی رہتی۔ اس کے لئے لیمونیڈ، یخنی، ابلے ہوئے انڈے اور چائے لایا کرتی لیکن جب کبھی وہ اس کے کمرے میں داخل ہوتی اس پر ایک اندرونی سراسیمگی طاری ہو جاتی۔ پاول پترووچ کے اس غیر متوقع ہنگامے نے گھر میں ہر شخص کو گھبرا دیا تھا اور سب سے زیادہ اسے پترووچ ہی پہلا شخص تھا جس میں کوئی کھلبلی پیدا نہ ہوئی ہے وہ اس پر روشنی ڈالا کرتا کہ اس کے زمانے میں شرفا کس طرح صرف شرفا ہی سے لڑا کرتے تھے۔ اس کے جیسے رذیلوں کو تو صرف گستاخی کے لئے اصطبل میں باندھ کر گھوڑے کے چابک سے پٹوایا کرتے تھے۔

فے نیچکا کا ضمیر شاید ہی اس پر ملامت کرتا۔ لیکن کبھی کبھی اسے جنگ کی اصل وجہ کا خیال کر کے اذیت ہوتی تھی۔ پاول پترووچ اس کو عجیب نظر،

سے دیکھتا تھا ——— جب وہ اس کی طرف پشت کر لیتی تو اس وقت بھی
اسے اس کی آنکھیں گھورتی اور چبھتی ہوئی محسوس ہوتیں۔ مسلسل اندرونی ہیجان
سے وہ دبلی ہو گئی اور جیسا کہ قاعدہ ہے پرکشش بھی۔

ایک دن صبح کے وقت ایک واقعہ پیش آیا۔ پاول پترووچ کی طبیعت
کچھ بحال تھی اور وہ اپنے بستر سے اٹھ کر صوفے پر بیٹھا تھا۔ نکولائی پترووچ
اس کی حالت بہتر دیکھ کر اطمینان کے ساتھ کھلیان کی طرف چلا گیا۔ فے نچکا
اس کے لئے چائے لے کر آئی۔ وہ چائے کی پیالی میز پر رکھ کر واپس ہی جانا
چاہتی تھی کہ پاول پترووچ نے اسے روک لیا

"فیدوسیا نکولائیونا اتنی جلدی کہاں چل دیں؟ کیا تم بہت مشغول ہو؟"

"نہیں ——— مجھے چائے بنانی ہے۔"

"دنیاشا تمہارے بغیر وہ کام کر لے گی۔ ذرا کچھ دیر میرے جیسے بیمار
کے پاس تو بیٹھ جاؤ۔ اچھا تو خیر میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

فے نچکا آرام کرسی کے کنارے پر بیٹھ گئی۔ بالکل چپ۔

"سنو" پاول پترووچ نے اپنی مونچھوں کو اینٹھتے ہوئے کہا۔ "میں
بہت دنوں سے تم سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو؟"

"میں"

"ہاں تم، تم میری طرف اس طرح دیکھتی ہو جیسے تمہارے ضمیر میں کوئی
کانٹا چبھ رہا ہو۔"

فے نچکا سرخ ہو گئی۔ مگر پاول پترووچ کو گھورتی رہی۔ وہ اسے بہت

ہی عجیب سا نظر آ رہا تھا اور اس کا دل آہستہ آہستہ دھڑک رہا تھا۔

"کیا تمہارا ضمیر مطمئن ہے؟" اس نے اس سے پوچھا

"کیوں اسے مطمئن نہ رہنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟" اس کی زبان لڑکھڑا
گئی۔

خدا جانے کیوں۔ دوسرے بھلا تم نے کیوں کسی کو ستایا ہوگا؟ مجھے؟
اس کا امکان نہیں ہے۔ اس گھر کے کسی اور آدمی کو؟ کیا میرے بھائی کو؟
لیکن تم اسے بہت چاہتی ہو۔ کیا نہیں؟

"ہاں میں ان سے محبت کرتی ہوں۔"

"اپنی روح سے ——— اپنے پورے دل سے"

"میں نکولائی پترووچ کو اپنے دل سے چاہتی ہوں۔"

"سچ؟ میری طرف دیکھو فے نچکا" (یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے اس کا نام
لے کر اسے مخاطب کیا تھا) "کیا تم جانتی ہو کہ جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ ہے۔"

"میں جھوٹ نہیں کہہ رہی ہوں پاول پترووچ۔ نکولائی سے محبت نہ کر کے
——— ہاں تو اس کے بعد میں آئندہ زندہ رہنا پسند نہیں کروں گی۔"

"کیا تم اسے کبھی چھوڑو گی نہیں"

"میں کس کے لئے اسے چھوڑ سکتی ہوں بھلا؟"

"ہاں واقعی کس کے لئے! اچھا اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے
جو ابھی ابھی یہاں سے روانہ ہوا ہے۔"

"فے نچکا کھڑی ہو گئی؟" یا خدا ——— پاول پترووچ آخر تم مجھے اتنا کیوں

ستا رہے ہو؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ ایسی بات آخر تم کیسے کہہ سکتے ہو"

"سفے نچکا" پاول پترووچ نے ایک غمگین آواز میں کہا "تم جانتی ہو کہ میں نے دیکھا تھا"

"تم نے کیا دیکھا تھا؟"

"ہاں ــــ وہاں ــــ کنج میں"

سفے نچکا کے کان تک سرخ ہو گئے "اس میں میرا کیا قصور ہے؟" اس نے بڑی مشکل سے اپنے الفاظ ادا کئے۔

پاول پترووچ نے اپنے آپ کو اوپر اٹھایا "تم مجرم نہیں ہو، نہیں؟ بالکل نہیں؟"

"میں نکولائی پترووچ سے محبت کرتی ہوں اور دنیا میں کسی سے بھی نہیں اور میں ہمیشہ اسے چاہتی رہوں گی" سفے نچکا نے اچانک کافی زور سے کہا لیکن اس وقت اس کے حلق میں سانس کی ہچکیاں بھی پھنسی ہوئی تھیں "جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کے بارے میں میں قیامت کے دن بھی میدان حشر میں کہوں گی کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ اور اگر کوئی مجھ پر نکولائی پترووچ جیسے مشفق سرپرست کے خلاف ہلکا سا شبہ بھی کرے تو میں مر جانا پسند کروں گی"

لیکن یہاں پر اس کی آواز پھنس گئی۔ اور اس وقت اس نے محسوس کیا کہ پاول پترووچ اس کے ہاتھ کو کھینچ اور دبا رہا ہے اس نے اس کی طرف دیکھا اور کافی گھبرا گئی۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ زرد پڑ گیا تھا۔

اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور جو چیز سب سے زیادہ حیرت ناک تھی وہ یہ تھی کہ اس کے رخساروں پر آنسو کا ایک قطرہ بہہ رہا تھا

"سفے نچکا" وہ عجیب سرگوشی کے انداز میں کہہ رہا تھا "اس سے محبت کرو۔ میرے بھائی سے محبت کرو دنیا میں کسی کے لئے بھی اسے مت چھوڑو تم کسی کی بات نہ سنو۔ ذرا سوچو تو اس سے زیادہ تکلیف دہ اور کیا چیز ہو سکتی ہے کہ کوئی کسی کو چاہے اور خود نہ چاہا جائے۔ میرے پیارے نکولائی کو کبھی نہ چھوڑنا"

سفے نچکا میں حیرت کا یہ عالم تھا کہ اس کی آنکھیں خشک ہو گئی تھیں اور اس کی دہشت دور ہو گئی تھی۔ لیکن اس وقت اس کے احساسات کی کیا کیفیت تھی جب پاول پترووچ نے، خود پاول پترووچ نے اس کا ہاتھ اپنے لبوں پر رکھ لیا اور ایسا معلوم ہوا کہ اس کے لب بغیر بوسہ دیے اس کے ہاتھ میں پیوست ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ وہ صرف زور زور سے ہانپتے ہوئے ٹھنڈی سانسیں بھر رہا تھا۔

"یا اللہ" سفے نچکا نے سوچا کہیں اس پر کوئی دورہ تو نہیں پڑنے والا ہے؟......"

اس وقت پاول پترووچ کی پوری تباہ زندگی ایک بار پھر اس کے اندر بیدار ہو گئی تھی۔

نزدیک آتے ہوئے قدموں کے نیچے زینے چرمراتے ہوئے سنائی دیئے...... اس نے سفے نچکا کو اپنے آپ سے دور دھکیل دیا اور اس نے

پھر اپنے سر کو تکیے پر ٹکا دیا اور دروازہ کھلا اور نکولائی پتروویچ اندر داخل ہوا ہشاش بشاش ۔

تازہ دم اور سرخ متیا بھی اپنے باپ کی طرح شگفتہ اور سرخ تھا اس کے جسم پر ایک چھوٹی سی قمیص کے سوا اور کچھ نہ تھا ۔ وہ اپنے ننھے ننھے پوروں سے اس کے موٹے سے کھردرے دیہاتی کوٹ کے بڑے بڑے بٹنوں کو ٹٹول رہا تھا ۔

فنے نچکا نے اپنے آپ کو اس کی گود میں گرا دیا اور اس کو اور اپنے بچے کو لپٹا لیا اور اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ دیا ۔ نکولائی پتروویچ اچنبھے میں پڑ گیا ۔ فنے نچکا جو سنجیدہ ۔ محتاط اور کم آمیز تھی ۔ ہاں اس فنے نچکا نے کبھی تیسرے شخص کی موجودگی میں اس طرح پیار نہیں کیا تھا ۔

"کیا بات ہے ؟" اس نے کہا اور اس نے کنکھی سے اپنے بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے متیا کو اس کی گود میں دے دیا ۔

"کیا آپ کی طبیعت زیادہ ، خراب نہیں ؟" اس نے پاول پتروویچ کے پاس جاتے ہوئے پوچھا ۔

اس نے اپنا چہرہ مہین سوتی رومال میں چھپا لیا ۔ "نہیں ـــــ بالکل نہیں ـــــ اس کے برعکس میں تو پہلے سے بہت اچھا ہوں "

"آپ نے صوفے پر آنے میں بہت جلدی کی ۔ آپ کہاں جا رہی ہیں ؟" نکولائی پتروویچ نے فنے نچکا کی طرف مڑتے ہوئے کہا لیکن وہ باہر نکل کر دروازہ بند کر چکی تھی ۔ "میں اپنے ننھے سورما کو آپ کو دکھانے لا رہا تھا ۔

وہ اپنے چچا کے پاس آنے کو مچل رہا تھا ۔ وہ اسے کیوں لے کر چلی گئی ؟ آخر آپ کو کیا تکلیف پہنچی ہے ؟ کیا آپ دونوں میں کچھ ان بن ہو گئی ؟ "یہ ہے ؟"

"بھائی" پاول پتروویچ نے سنجیدگی سے کہا

نکولائی پتروویچ حیرانی سے دیکھنے لگا ۔ اس پر اداسی طاری ہو گئی وہ خود نہیں بتا سکتا تھا کہ ایسا کیوں ہوا ۔

"بھائی" پاول پتروویچ نے دہرایا "وعدہ کرو کہ تم میری ایک التجا پوری کرو گے "

"کون سی التجا ۔ بتائیے "

"یہ بہت اہم ہے ۔ میرے خیال میں تمھاری زندگی کی ساری خوشی کا اسی پر دار و مدار ہے مگر تمھیں اس وقت جو کچھ کہنے والا ہوں اس کے بارے میں بہت دنوں سے بار بار سوچتا رہا ہوں .. . . . . بھائی تم اپنا فرض ادا کرو ۔ ایک ایماندار اور بلند حوصلہ انسان کا فرض ۔ تم اتنے اچھے آدمی ہو ـــــ اب اس بدنامی اور بری نظیر کا خاتمہ بھی کر ڈالو ۔"

"آپ کا کیا مطلب ہے ـــــ پاول ؟"

"فنے نچکا سے شادی کر لو ـــــ وہ تم سے محبت کرتی ہے ۔ وہ تمھارے بچے کی ماں ہے "

نکولائی کے قدم پیچھے ہٹ گئے اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے "یہ تم کہہ رہے ہو پاول ! جسے میں ہمیشہ سے ایسی شادیوں کا کٹر دشمن سمجھتا رہا ہوں ! تم ایسا کہتے ہو ؟ کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے صرف

تمہارے احترام کی خاطر وہ کام اب تک نہیں کیا جسے تم صحیح طور پر
فرض بتا رہے ہو۔"

"تو اس سلسلے میں تم نے میرا احترام کر کے غلطی کی،" پاول پترووچ
نے ایک تھکی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "میں اب سمجھنے لگا ہوں کہ
بزاروف مجھ پر امارت پرستی کا الزام رکھنے میں حق بجانب تھا۔ نہیں پیارے
بھائی اب ہم لوگوں کو محض دکھاوے اور دنیا کی لاج شرم سے دردِ سر
نہیں مول لینا چاہیے۔ ہم پرانے لوگ ہیں اور اب جھک گئے ہیں اب
یہ وقت ہے کہ ہم ہر طرح کی خود پرستی کو بالائے طاق رکھ دیں جیسا کہ تم
کہتے ہو ہم لوگوں کو اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔ اور یاد رکھو اس سودے میں
ہم لوگوں کو مسرتیں ہی حاصل ہوں گی۔"

نکولائی پترووچ اپنے بھائی کو گلے لگانے کے لئے جھپٹا۔

"تم نے میری آنکھیں کھول دیں،" وہ چلایا۔ "میں تمھیں دنیا کا سب
سے عقل مند اور نیک دل انسان بتانے میں ہمیشہ حق بجانب تھا۔ اور اب
میں دیکھتا ہوں کہ تم اتنے ہی معقولیت پسند ہو جتنا کہ نیک دل۔"

"آہستہ آہستہ،" پاول پترووچ نے مداخلت کی "اپنے معقولیت پسند
بھائی کا پیر تو نہ دکھاؤ۔ جو اپنے پچاس سال کی عمر میں ایک ڈوئل لڑا ہے
——— تو پھر یہ بات طے رہی کہ اب فینیچکا میری بھاوج
ہو جائے گی — فینیا۔"

میرے پیارے پاول — لیکن ارکادی کیا کہے گا؟"

"ارکادی؟ وہ تو پھولا نہیں سمائے گا۔ تم اس پر بھروسہ کر سکتے ہو شادی
اس کے اصولوں کے خلاف ہے لیکن اس طرح اس کے مساوات کے جذبات
کی تسکین ہو جائے گی اور پھر اس طبقاتی فرق کا کیا تک ہے۔"

"آہ پاول، پاول — میں ایک بار اور پیار کروں گا۔ ڈرو نہیں میں
خیال رکھوں گا۔"

دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کو گلے لگا لیا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا تمھیں فینیچکا کو اپنے ارادے سے آگاہ نہیں
کرنا چاہیے؟" پاول پترووچ نے پوچھا۔

"کیوں؟ جلدی کا کیا کام؟" نکولائی پترووچ نے جواب دیا "کیا تم دونوں
میں کوئی بات چیت ہوئی ہے؟"

"ہم دونوں میں بات چیت! بہت خوب!"

"یہ تو بہت اچھا ہے۔ سب سے پہلے تو تمہیں بھلا چنگا ہو جانا ہے۔
اور پھر ابھی بہت وقت پڑا ہے۔ ہم لوگوں کو اس پر اچھی طرح سوچنا اور غور
کرنا چاہیے۔"

لیکن تمہارا ارادہ مصمم ہے، میرے خیال سے؟"

"بے شک میرا ارادہ تو مصمم ہے اور اس کے لئے میں تمہارا تہِ دل سے
شکر گزار ہوں۔ اب میں تم سے رخصت ہوں گا۔ تمھیں آرام کرنا چاہیے —
کسی قسم کا ہیجان تمہارے لئے برا ہوگا...... لیکن اس پر ہم پھر بات کریں گے
اچھی نیند آ جائے میرے پیارے بھائی" اور خدا کرے تم اچھے ہو جاؤ۔"

"وہ اس طرح میرا شکریہ کیوں ادا کر رہا ہے؟" جب پاول پتروویچ اکیلا رہ گیا تو اس نے سوچا "جیسے یہ اس کے ہاتھ میں نہیں تھا جیسے ہی اس کی شادی ختم ہو، — میں یہاں سے دور چلا جاؤں گا — ڈریسڈن یا فلورنس — اور پھر میں وہیں رہوں گا جب تک کہ —"

پاول پتروویچ نے ایڈی کلاں سے اپنی پیشانی بھگوئی اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا خوبصورت کمزور سر جس پر دھوپ پوری طرح پڑ رہی تھی سفید تکیے پر کسی مردے کے سر کی طرح پڑا ہوا تھا — اور سچ مچ وہ ایک مردہ ہی تھا۔

۲۵

نکولسکوئے میں کاتیا اور ارکادی باغ میں سبزہ زار پر ایک ایش کے پیڑ کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ فیفی ان کے پاس ہی زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے چھریرے بدن کو بڑی خوبصورتی سے موڑ رکھا تھا جو کتوں کے شائقین میں "خرخرگوشی" کے نام سے جانتے ہیں۔ ارکادی اور کاتیا دونوں خاموش تھے۔ وہ اپنے ہاتھ میں ایک ادھ کھلی کتاب پکڑے ہوئے تھا۔ وہ ڈلیا میں سے روٹی کے بچے کھچے ٹکڑوں کو چن چن کر چڑیوں کے جھنڈ کے سامنے پھینک رہی تھی جو ڈرتی بھی رہی تھیں اور نڈر ہو کر خود اس کے پیروں پر اچھل کود مچا رہی تھیں اور ساتھ ہی چہچہا بھی رہی تھیں۔ ہلکی ہلکی ہوائیں ایش کے پتوں کو ہلا کر راستے پر اور فیفی کی گداز پیٹھ پر روشنی کے زرد سنہری نشانوں کو آہستہ آہستہ متحرک کر رہی تھیں۔ ایک بڑا سا گہرا سایہ ارکادی کاتیا پر پھیلا ہوا تھا۔ ہاں کبھی کبھی ایک چمکیلی سی سفید لکیر اس کے بالوں پر چمک اٹھتی۔ دونوں خاموش تھے۔ لیکن جس طرح وہ خاموش

تھے۔ جس طرح وہ بیٹھے ہوئے تھے اسی سے ان کی اچھی قربت کا اظہار ہو رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان دونوں میں کوئی اپنے ساتھی کے بارے میں سوچ بھی نہیں رہا ہے۔ لیکن اندرونی طور پر دونوں ایک دوسرے کی موجودگی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ پچھلی بار جب ہم نے انھیں دیکھا تھا اس کے مقابلے میں اب ان کے چہرے بھی بدل گئے تھے۔ ارکاڈی پہلے سے زیادہ پر سکون اور کاتیا پہلے سے زیادہ تابناک اور پر حوصلہ نظر آتی تھی۔

ارکادی نے شروع کیا "کیا تم نہیں سمجھتے کہ ایش کا نام روسی میں بہت اچھا رکھا گیا ہے ..... یاسین۔ کوئی دوسرا درخت ہوا کے لئے اتنا نازک اور شفاف نہیں ہے۔"

کاتیا نے اپنا سر اوپر دیکھنے کے لئے اٹھایا اور حامی بھری "ہاں"

اس وقت ارکادی سوچ رہا تھا

"وہ مجھے ایسی رنگین باتیں کرنے پر ڈانٹ نہیں بتاتی۔"

"میں ہائنے کو پسند نہیں کرتی" کاتیا نے اس کتاب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو ارکادی اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا۔ چاہے وہ ہنس رہا ہو یا رو رہا ہو۔ میں اسے صرف اس وقت پسند کرتی ہوں جب وہ خیال میں کھویا ہوا اور بڑا اداس ہوتا ہے۔"

"اور میں اسے اس وقت پسند کرتا ہوں جب وہ ہنستا ہے" ارکادی نے کہا۔

"۔۔۔ تمہارے طنزیہ جملات ۔۔۔ ایک ۔۔۔ نشانی ۔۔۔"

"نشانی" ارکادی نے سوچا ——— کہیں بزاروف کے کان میں یہ بات پڑی ہوتی؟"

"اچھا ذرا ٹھہرو۔ ہم تمھیں بدل دیں گے"

"کون بدل دے گا مجھے؟ تم؟"

"کون؟ ——— میری باجی، پرفری جس سے اب تم نے جھگڑا کرنا چھوڑ دیا ہے۔ خالہ جان، جن کو کل تم اپنے ساتھ گرجا گھر لے گئے تھے۔"

"خیر میں انکار نہیں کرتا۔ اور جہاں تک انا سرگے یفنہ کا تعلق ہے تمھیں یاد ہے وہ یفگینی سے بہت سی چیزوں میں اتفاق کرتی تھی۔"

"میری بہن اس وقت اس سے متاثر تھی جس طرح تم تھے۔"

"جس طرح میں تھا؟ کیا تم پر اس کا انکشاف ہوا ہے کہ میں نے اپنے دامن سے اس کا اثر جھاڑ دیا ہو۔"

کاتیا نے جواب نہیں دیا۔

"میں جانتا ہوں" ارکادی بولتا رہا "تم نے اسے کبھی پسند نہیں کیا۔"

"میں اس کے بارے میں کوئی رائے نہیں رکھتی۔"

"جانتی ہو کترینا سرگے یفنہ، جب کبھی میں یہ جواب سنتا ہوں اس پر میں اعتبار نہیں کرتا۔ ایسا کوئی بھی آدمی نہیں جس کے بارے میں ہم سے ہر شخص کوئی نہ کوئی رائے نہیں رکھتا ہو۔ یہ محض کترا کر نکل جانے کا ایک طریقہ ہے اور بس"

"تو پھر میں یہ کہوں گی کہ میں اس کے بارے میں کوئی رائے نہیں

رکھتی ——— ٹھیک ٹھیک تو نہیں بتایا جا سکتا کہ میں اسے ناپسند کرتی ہوں لیکن میں یہ محسوس کرتی ہوں وہ مجھ سے مختلف ہے اور میں اس سے مختلف ہوں۔"

"یہ کیسے؟"

"میں تمھیں کیسے بتاؤں؟ ——— وہ ایک وحشی جانور ہے اور ہم اور تم پالتو ہیں۔"

"کیا میں بھی پالتو ہوں؟"

کاتیا نے سر ہلا دیا ——— ہاں!

ارکادی اپنے کان کو کھجلانے لگا "میں کہتا ہوں کترینا سرگے یفنہ — تم جانتی ہو۔ یہ تو میری توہین ہے۔"

"لیکن تم وحشی ہونا کیوں پسند کرو گے؟ ———"

"وحشی نہیں ——— لیکن مضبوط، ——— طاقت سے بھرپور"

"اس کے لیے نیک خواہشوں کی ضرورت نہیں ——— تم جانتے ہو تمھارے دوست اس کی تمنا نہیں رکھتا ہے۔ اس کے پاس تو طاقت موجود ہے۔"

"ہوں ——— تو تم سمجھتی ہو، انا سرگے یفنہ پر اس کا بڑا اثر تھا۔"

"ہاں، لیکن کوئی بھی زیادہ دیر تک اس پر حاوی نہیں رہ سکتا" کاتیا نے دھیمی آواز میں کہا۔

"تم ایسا کیوں سمجھتی ہو۔"

"وہ بہت مغرور ہیں ——— میرا مطلب یہ نہیں ——— اس کو اپنی آزادی بہت پیاری ہے۔"

"کون اس کی قدر نہیں کرتا" ارکادی نے کہا اور اسی وقت ایک خیال اس کے ذہن میں کوند گیا۔ "لیکن اس کا کیا فائدہ ہے۔" "اس کا کیا فائدہ؟" کاتیا بھی یہ سوچ کر حیران تھی جب دو جوان ایک ساتھ قریب قریب ہوں تو وہ مسلسل ایک طرح کے خیالات سے الجھے رہتے ہیں۔

ارکادی مسکرایا اور کاتیا سے ذرا قریب ہوتے ہوئے اس نے سرگوشی میں کہا "سچ کہنا ——— تم اس سے ڈرتی ہو نا"

"کس سے؟"

"اس سے" ارکادی نے معنی خیز انداز میں دہرایا۔

"اور تم اپنے بارے میں تو کہو؟" کاتیا نے اپنی باری سے کہا

"میں بھی ڈرتا ہوں، دیکھو میں کہتا ہوں، میں بھی ڈرتا ہوں۔"

کاتیا نے اپنی انگلی ہلا کر اسے دھمکی دی "میں تو اس پر حیران ہوں" اس نے کہا "کہ میری بہن پہلے تم سے اتنا زیادہ کبھی قریب نہیں آئی تھی جتنا وہ اب آ گئی ہے۔ خاص طور پر اس وقت سے تو بہت زیادہ جب تم پہلے پہل یہاں آئے تھے۔"

"سچ"

"کیوں کیا تم نے یہ محسوس نہیں کیا کیا تم اس پر خوش نہیں ہو؟"

ارکادی کچھ سوچنے لگا۔

"میں نہیں جانتا آخر انا سرگئے یفنہ کی رائے میرے بارے میں اتنی اچھی کیوں ہوگئی؟ کیا اس لئے نہیں کہ میں ان کے لئے تمہاری ماں کے خطوط لایا ہوں؟"

"ہاں یہ وجہ بھی ہے ایک، اس کے علاوہ دوسری وجوہ بھی ہیں جو میں تمہیں نہیں بتاؤں گی۔"

"کیوں؟"

"میں نہیں بتاؤں گی۔"

"اوہ، میں جانتا ہوں، تم بہت ضدی ہو"

"ہاں، میں ہوں تو۔"

"اور چیزوں پر نظر رکھنے والی بھی۔"

کاتیا نے ارکادی کو کنکھی سے دیکھا "شاید ایسا ہی ہو، کیا اس سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے؟ تم کیا سوچ رہے ہو؟"

"مجھے حیرت ہوتی ہے تم کیسے اتنی سوجھ بوجھ رکھنے والی لڑکی بن گئی ہو۔ تم اتنی شرمیلی ہو، کم آمیز ہو، تم ہر شخص کو اپنے آپ سے دور رکھتی ہو؟"

"میں بہت کافی تنہا رہی ہوں۔ یہ چیز آدمی کو سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔ لیکن کیا واقعی میں ہر شخص کو خود سے دور رکھتی ہوں؟"

ارکادی نے ایک ممنونیت بھری ہوئی نظر سے کاتیا کو دیکھا۔

"یہ سب تو ٹھیک ہے" اس نے سلسلہ جاری رکھا "لیکن جس

جگہ پر تم ہو ــــ میرا مطلب ہے جو تمہارے حالات ہیں ــــ ایسے میں لوگوں میں یہ صلاحیت نہیں پائی جاتی۔ ان کے لئے یہ بہت مشکل چیز ہے کہ وہ حقیقت تک پہنچ سکیں جیسا کہ حکمرانوں کے لئے ہوتا ہے۔"

"لیکن تم جانتے ہو میں کوئی امیر نہیں ہوں۔"

ارکادی چونک گیا۔ وہ پہلے تو اس کی بات سمجھ ہی نہ سکا "کیوں ساری جائداد تو اس کی بہن کی ہے!" یہ خیال اس کے ذہن میں اچانک آیا۔ یہ خیال اس کے لئے ناخوشگوار نہیں تھا "تم نے کتنی خوبصورتی سے یہ بات کہی" اس نے اپنی رائے دی۔

"کیا"

"تم نے بہت اچھی طرح کہا، بہت سادگی سے، بغیر ندامت محسوس کئے ہوئے، بغیر ڈینگ ہانکے ہوئے۔ اچھا ــــ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے آدمی میں ہمیشہ ایک قسم کا غرور ہوتا ہے جو یہ جانتا ہے، یا کہتا ہے کہ وہ غریب ہے۔"

میں نے کبھی اس طرح کی کسی بات کا تجربہ نہیں کیا ہے ــــ باجی کا شکریہ۔ میں نے اپنی یہ حالت اس لئے بیان کر دی ہے کہ اس وقت ایسا ہی تذکرہ چھڑ گیا ہے۔

"اچھا تمہیں ماننا پڑے گا تم میں بھی (۳۱) غرور کا حصہ ہے جس کا ذکر ابھی میں نے کیا تھا۔"

"مثلاً؟"

"مثال کے طور پر — معاف کرنا — تم کسی دولت مند آدمی سے شادی نہیں کرو گی۔ میں سمجھتا ہوں — کیا تم کرو گی؟"

"اگر میں اس سے بہت زیادہ محبت کروں تو — نہیں، میرا خیال ہے شاید اس وقت بھی اس سے شادی نہیں کروں گی۔"

"میرا یہ — نہ کہنا تھا میں" ارکادی چلایا اور کچھ ٹھہر کر پھر بولا "اور کیوں، تم اس سے شادی کیوں نہ کرو گی؟"

"اس لئے کہ تمثیلی گیتوں میں بھی بے جوڑ شادیاں ہمیشہ بدبخت ثابت ہوتی ہیں۔"

"شاید تم اپنا حکم چلانا چاہتی ہو؟ یا شاید ...."

"اوہ نہیں۔ میں کیوں چاہوں؟ اس کے برعکس میں اطاعت کے لئے تیار ہوں، صرف نابرابری ناقابل برداشت ہے۔ اپنی خودداری کے ساتھ کسی کی اطاعت کرنا، یہ بات تو سمجھ میں آسکتی ہے۔ یہ تو مسرت ہے لیکن ایک محکوم زندگی — نہیں بہت ہو چکا ہیں نے بھر پایا۔"

"بہت ہو چکا" ارکادی نے کاتیا کے بعد دہرایا "ہاں ہاں" پھر اس نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا "تم انا سرگے یفنہ کی بہن بیکار نہیں ہو، تم بھی اسی کی طرح آزاد ہو۔ لیکن تم اس سے زیادہ محتاط ہو مجھے یقین ہے کہ تم، تمہارے جذبات چاہے کتنے ہی شدید اور مقدس ہوں تم ان کے اظہار میں پہل نہیں کرو گی —"

"اچھا تم کیا ایسا کرتے ہو؟"

"تم اتنا ہی ہوشیار ہو، اگر تم زیادہ نہیں تو اتنا ہی اپنا ایک کردار رکھتی ہو۔"

"مہربانی کر کے مجھے میری بہن سے نہ ملاؤ" کاتیا نے بات کاٹ کر کہا "اس میں میں خسارے میں رہوں گی۔ تم یہ بھول رہے ہو کہ میری بہن خوب صورت اور ہوشیار ہے — اور خاص طور پر تمہیں ارکادی نکولائچ ایسی بات نہیں کہنا چاہئے، اور پھر اتنی سنجیدگی کے ساتھ۔"

"خاص طور پر تمہیں سے تمہاری کیا مراد ہے؟ — اور تمہیں یہ گمان کیسے ہوا کہ میں مذاق کر رہا ہوں۔"

"بے شک تم مذاق کر رہے ہو۔"

"تم ایسا سمجھتی ہو؟ اگر میں یہ کہنے پر مجبور ہوا تو پھر؟ اگر میں سمجھوں کہ میں نے کافی زور دار طریقے سے اپنی بات نہیں کہی ہے۔"

"میں تمہاری بات نہیں سمجھتی۔"

"سچ؟ اچھا اب میں سمجھا۔ یقینی میں نے تمہیں اس سے زیادہ تیز نظر سمجھ لیا تھا جتنی تم واقعی ہو۔"

"کیسے؟"

ارکادی نے کوئی جواب نہیں دیا اور دوسری طرف مڑ گیا۔ اس عرصے میں کاتیا ڈلیا میں کچھ اور روٹی کے ٹکڑے ٹٹولتی رہی اور ان ٹکڑوں کو چڑیوں کے سامنے ڈالتی رہی۔ لیکن اس نے اپنا ہاتھ بہت زور سے ہلایا اور وہ ان کو بغیر چگے ہوئے اڑ گئیں۔

"وکتر بنا سرگے یفنہ" ارکادی نے یکایک کہنا شروع کیا "تمہارے لئے شاید یہ ایک بے نتیجہ بات ہو لیکن میں کہوں گا کہ میں تمہیں صرف تمہاری بہن ہی سے بلند نہیں سمجھتا بلکہ دنیا کی ہر ایک چیز سے ——"

وہ اٹھا اور تیز تیز چلتا ہوا وہاں سے غائب ہو گیا۔ جیسے وہ خود ان الفاظ سے ڈر گیا تھا جو اس کے منہ سے ٹپک گئے تھے۔

کاتیا نے ڈلیا کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھوں کو گود میں گرا دیا۔ اور اپنے جھکے ہوئے سر کے ساتھ وہ ارکادی کے پیچھے بہت دیر تک دیکھتی رہی۔ رفتہ رفتہ اس کے رخساروں پر ایک ہلکی ہلکی سرخی تیرنے لگی۔ لیکن اس کے لبوں پر مسکراہٹ نہیں تھی اور اس کی سیاہ آنکھوں میں ایک گھبراہٹ تھی اور کچھ اور بھی۔ ایک ایسا احساس جس کی وضاحت نہیں ہو سکتی۔

"کیا تم اکیلی ہو؟" اسے اپنے قریب انا سرگے یفنہ کی آواز سنائی دی "میں سمجھی تم ارکادی کے ساتھ باغ میں آئی تھیں"۔

کاتیا نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں بہن کی طرف اٹھائیں (بڑی نفاست اور اہتمام کے ساتھ پر تکلف لباس زیب تن کئے وہ روش پر کھڑی تھی اور اپنی کھلی ہوئی زنانہ چھتری کی نوک سے فیفی کے کان کو گدگدا رہی تھی) اس نے بہت ہی دھیمی آواز میں جواب دیا "ہاں میں اکیلی ہوں"۔

"اچھا تو یہ بات ہے" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "میرا

خیال ہے وہ اپنے کمرے چلا گیا ہے"۔

"ہاں"

"کیا تم دونوں ساتھ ہی پڑھ رہے تھے؟"

"ہاں"

انا سرگے یفنہ نے کاتیا کی ٹھوڑی پکڑی اور اس کے چہرے کو اوپر اٹھایا۔

"مجھے امید ہے کہ تم دونوں آپس میں جھگڑتے نہیں ہو"

"نہیں" کاتیا نے جواب دیا اور بڑی آہستگی سے اپنی بہن کا ہاتھ ہٹا دیا۔

"تم کتنی متانت سے جواب دیتی ہو۔ میں امید کر رہی تھی کہ میں اسے یہاں پاؤں گی اور اس سے اپنے ساتھ ٹہلنے کے لئے کہوں گی۔ وہ ہمیشہ اس کے لئے کہتا رہتا ہے۔ تمہارے شہر سے کچھ جوتے آئے ہیں۔ جاؤ ذرا پہن کر دیکھو تو سہی۔ میں صرف کل ہی دیکھ سکی کہ تمہارے جوتے جواب دے رہے ہیں۔ تم خود ان چیزوں کا دھیان نہیں رکھتیں اور تمہارے پیر کتنے خوب صورت اور چھوٹے ہیں۔ تمہارے ہاتھ بھی کومل ہیں —— گرچہ ہیں ذرا بڑے بڑے۔ اس لئے تمہیں اپنے ننھے ننھے پیروں کا ہی زیادہ سے زیادہ خیال رکھنا چاہئے۔ لیکن تم مغرور نہیں ہو"۔

انا سرگے یفنہ روش پر اپنے خوبصورت گاؤن کو سرسراتی ہوئی بہت دور تک آگے گئی۔ کاتیا بھی گھاس پر سے اٹھی اور ہائنے کو ساتھ

لے کر وہاں سے چلی گئی ——— لیکن جوتے پہن کر دیکھنے کے لئے نہیں۔

"خوبصورت چھوٹے پیر" وہ پتھر کے زینوں پر چڑھتی ہوئی سوچ رہی تھی جو دھوپ کی تپش سے جل رہے تھے ——— اچھا تو پھر وہ ان پیروں پر آگرے گا۔"

لیکن اس وقت اس کے اندر شرم کی ایک لہر دوڑ گئی اور وہ دوڑ کر اوپر چڑھ گئی۔

ارکادی پچھلے راستے سے اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ ایک ملازم نے لپک کر اسے آلیا اور بتایا کہ بزاروف اس کے کمرے میں اس کا انتظار کر رہا ہے۔

"یف گینی" ارکادی تقریباً ایک گھبراہٹ کے ساتھ بڑبڑایا "کیا وہ یہاں دیر سے ہے؟"

"حضور مسٹر بزاروف بس ابھی ابھی پہنچے ہیں اور انھوں نے حکم دیا ہے کہ ان کے آنے کی اطلاع انا سرگے یفنہ کو نہ دی جائے اور انھیں سیدھے آپ سے ملایا جائے۔"

"کیا گھر پر کوئی مصیبت آپڑی ہے؟" ارکادی نے سوچا اور تیز تیز قدموں چڑھتا ہوا وہ اوپر پہنچا اور جاتے ہی اس نے دروازہ کھول دیا۔ بزاروف کو دیکھتے ہی اس کی ڈھارس بندھ گئی۔ لیکن اگر اور زیادہ تجربہ کار آنکھیں ہوتیں تو انھیں غیر متوقع مہمان کے دھنسے ہوئے چہرے میں جو گرچہ اب تازہ دم معلوم ہوتا تھا اس کے اندرونی انتشار کی جھلک دیکھ لی ہوتی۔ ایک

گرد آلود کوٹ ٹوپی پہنے ہوئے کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب ارکادی پرشور مسرت کے ساتھ اس سے چمٹ گیا تو وہ اٹھا بھی نہیں۔

"بالکل غیر متوقع ——— ! آخر تم کیوں کر یہاں آئے؟" وہ بار بار اس شخص کی طرح دہراتا اور پورے کمرے کو سر پر اٹھاتا رہا جو یہ سمجھتا ہے کہ وہ مسرت محسوس کر رہا ہے اور ساتھ ہی اس کی نمائش بھی کرنا چاہتا ہے "مجھے امید ہے کہ گھر پر سب خیریت ہے سب اچھے ہیں ——— ایں؟"

"سب کچھ ٹھیک ہے لیکن سب اچھے نہیں"۔ بزاروف نے کہا "قینچی کی طرح چیں چیں نہ کرو ——— بلکہ میرے لئے کچھ شراب منگواؤ۔ یہاں بیٹھو اور پھر سنو جو کچھ میں اختصار کے ساتھ مگر کافی زوردار الفاظ میں کہنے والا ہوں ———"

بزاروف جب پاول پتروویچ کے ساتھ اپنے ڈویل کا نقشہ کھینچ رہا تھا تو ارکادی خاموش تھا۔ ارکادی بہت ہی متحیر تھا۔ بلکہ اس کو رنج بھی ہوا تھا۔ لیکن اس نے اس کا اظہار ضروری نہیں سمجھا۔ اس نے صرف اتنا پوچھا کہ کیا واقعی اس کے چچا کا زخم اتنا شدید نہیں ہے اور جب سے اس کا جواب یہ ملا کہ یہ بہت دلچسپ ہے لیکن طبی نقطۂ نظر سے نہیں تو اس نے زبردستی کی ایک مسکراہٹ پیدا کی۔ لیکن اندرونی طور پر اس کا دل رنجیدہ بھی تھا اور وہ اس پر نادم بھی تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ بزاروف اس کے خیالات کو بھانپ گیا تھا۔

"ہاں میرے پیارے دوست ———" اس نے اپنی رائے کا اظہار

کیا' دیکھا تم نے جاگیرداروں کے ساتھ رہنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ تم خود بھی ایک جاگیردار بن جاتے ہو ——— اور پھر تم بھی جاگیردارانہ کھیلوں میں حصہ لینے لگتے ہو ——— اچھا تو اب میں اپنے اباکے گھر چلا" بزاروف نے اپنی باتوں کو ختم کرتے ہوئے کہا" اور اگر میں بے کار جھوٹ کو ایک حماقت نہ سمجھتا تو میں، شاید یہ کہتا ——— کہ میں یہ سب بتانے کے لیے اپنے گھر جاتے ہوئے راستے میں رک گیا ہوں' نہیں ایسا نہیں۔ بس میں آگیا ہوں۔ کیوں؟ میں نہیں جانتا۔ جانتے ہو' آدمی کے لیے کبھی کبھی یہ بہت اچھی چیز ہے کہ وہ اپنے آپ کو گدی پکڑ کر اس طرح اکھیڑ پھینکے جیسے کہ مولی کو زمین سے اکھیڑ لیا جاتا ہے ——— پچھلے دنوں میں ایسا ہی کرتا رہا ہوں ...... لیکن میں ایک بار پھر اس کو دیکھنا چاہتا تھا جس سے میں جدا ہو چکا ہوں ——— یعنی وہ زمین جس میں میں پروان چڑھا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ میرے بارے میں نہیں" ارکادی نے کچھ جذباتی انداز میں کہا "مجھے امید ہے تم مجھ سے بچھڑنے کا ارادہ تو نہیں رکھتے۔"

بزاروف نے بہت قریب سے اس پر ایک چبھتی ہوئی نگاہ ڈالی۔

"کیا اس سے تمھیں بہت دکھ ہوگا؟ مجھے تو ایسا لگتا ہے تم مجھ سے ابھی ہی دور جا پڑے ہو ...... تم کتنے ترو تازہ اور چاق و چوبند نظر آتے ہو ——— انا سرگے یفنہ کے ساتھ تمہارا معاملہ تو خوب چل رہا ہے۔"

"انا سرگے یفنہ سے معاملے سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"کیا تم اس کے لیے شہر سے یہاں نہیں آئے ہو میرے منّے ——— اچھا چھوڑو اسے۔ بتاؤ اتوار کے اسکول کیسے چل رہے ہیں۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم اس سے محبت نہیں کرتے، یا اب تم اس منزل پر پہنچ گئے ہو جہاں ضبط اور احتیاط سے کام لیا جاتا ہے۔"

"یفگینی! تم جانتے ہو کہ میں نے کبھی کوئی بات تم سے نہیں چھپائی میں تمھیں یقین دلاتا ہوں، میں تمہاری قسم کھاتا ہوں کہ تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"ہونہہ۔ یہ دوسری بات ہے" بزاروف نے زیر لب آہستہ سے کہا۔ "لیکن تمھیں اس کا کوئی خیال نہیں کرنا چاہئے۔ اس معاملے سے مجھے مطلق سروکار نہیں" کوئی جذباتی قسم کا آدمی ہوتا تو کہتا "مجھے لگتا ہے کہ ہمارے راستے الگ ہو رہے ہیں" لیکن میں صرف اتنا کہوں گا کہ ہم ایک دوسرے سے اکتا گئے ہیں۔"

"یفگینی!"

"میرے پیارے دوست ——— اس میں کوئی بڑا نقصان نہیں ہے! آدمی تو اس زندگی میں اس سے زیادہ چیزوں سے تھک جاتا ہے' اور اب میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ایک دوسرے کو الوداع کہنا چاہیئے۔ جب سے میں یہاں آیا ہوں مجھے ایک طرح کا گھناؤنا احساس ہو رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں گوگول کی بے تکی تحریر پڑھ رہا ہوں جو اس نے کالوگا کی بیوی

کو لکھی تھی - ہاں میں نے گھوڑوں کو بھی گاڑی سے الگ کرنے کے لئے نہیں کہا ہے "

" سچ کہتا ہوں —— یہ بڑی زیادتی ہے "

" کیوں ؟"

" میں اپنے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا - لیکن یہ چیز اناسرگے یفنہ کے لئے بڑی بے اخلاقی کی بات ہو گی جو یقینی تم سے ملنا پسند کرے گی "

" او وہ یہی تمہاری غلطی ہے "

" اس کے برعکس میرا خیال ہے کہ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں " ارکا ڈی نے ڈانٹ بتائی " اور پھر بن کیوں رہے ہو - اگر یہ بات ہے تو پھر کیا یہ صحیح نہیں کہ تم خود اسی لئے یہاں آئے ہو "

" ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو، لیکن بہر حال تمہیں غلط فہمی ہو رہی ہے "

لیکن ارکا دی ٹھیک سمجھا تھا - اناسرگے یفنہ بزاروف سے ملنا چاہتی تھی اور اس نے ایک ملازم کو اسے بلانے کے لئے بھیجا - بزاروف نے اس کے پاس جانے سے پہلے اپنے کپڑے تبدیل کئے - معلوم ہوا کہ اس نے اپنے سوٹ کو اس طرح بند کیا تھا کہ آسانی سے نکل سکے -

مادام اودن تسوف نے اس کمرے میں نہیں جہاں بزاروف نے اچانک اپنی محبت کا اعلان کر دیا تھا بلکہ نشست گاہ میں اس کا خیر مقدم کیا - اس نے بڑے تپاک سے اس کی طرف اپنی انگلیوں کو بڑھایا لیکن اس کے چہرے سے ایک غیر ضروری سنجیدگی کا اظہار ہو رہا تھا -

" اناسرگے یفنہ " بزاروف نے جلدی سے کہنا شروع کر دیا " سب سے پہلے مجھے آپ کے دل کی تشفی کر دینی چاہیے - آپ کے سامنے ایک غریب انسان ہے جو بہت پہلے اپنے ہوش میں آ چکا ہے اور امید کرتا ہے کہ لوگوں نے بھی اس کی غلطیوں کو نظر انداز کر دیا ہے - میں اب بہت دنوں کے لئے جا رہا ہوں - آپ اعتراف کریں گی کہ میں کوئی نرم طبیعت کا آدمی نہیں ہوں - لیکن پھر بھی یہ چیز میرے لئے اور جو کچھ بھی ہو لیکن خوش گوار ہرگز نہیں کہ میں اپنے ساتھ یہ خیال لے کر جاؤں کہ آپ میری طرف سے بیزار ہیں "

اناسرگے یفنہ نے ایک گہری ٹھنڈی سانس بھری جیسے وہ ابھی ابھی کسی پہاڑ پر چڑھی ہو اور اس کا چہرہ مسکراہٹ سے روشن ہو گیا - اس نے دوبارہ اپنا ہاتھ بزاروف کی طرف بڑھایا اور اس کے دباؤ کا جواب دباؤ سے دیا -

" گزری ہوئی باتوں کو بھول جاؤ " اس نے کہا " میں خود ایسا کرنے کے لئے اور زیادہ تیار ہوں کیونکہ میرا ضمیر کہتا ہے کہ اس وقت تم سے کھیلنے کا الزام مجھ پر عائد ہوتا ہے - ایک لفظ میں —— اور ہم پھر پہلے ہی کی طرح ایک دوسرے کے دوست بن جائیں گے، وہ ایک خواب تھا، ہے نا ؟ اور پھر خواب کون یاد رکھتا ہے ؟"

" کون یاد رکھتا ہے ؟ —— اور دوسرے محبت —— ایک خالص خیالی احساس ہے "

"واقعی ــــ ؟ یہ سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی "

اسی طرح انا سرگے یفنہ اور بزاروف باتیں کرتے رہے ۔ دونوں یہ سمجھ رہے کہ حقیقت بیان کر رہے ہیں ۔ ان کی باتوں میں صداقت، پوری صداقت موجود تھی ؟ مصنف کا تو ذکر ہی کیا وہ خود بھی یہ نہیں بتا سکتا تھا ۔ لیکن اس کے بعد جو گفتگو ان کے درمیان ہوئی اس سے معلوم ہوتا تھا کہ دونوں ایک دوسرے پر یقین ہی کر رہے ہیں ۔

انا سرگے یفنہ نے بزاروف سے اور بہت سی چیزوں کے علاوہ یہ بھی پوچھا کہ کرسانوف کے گھر پر اس کا شغل کیا رہتا تھا ۔ وہ تو بس پاول پترووچ سے اپنے ڈویل کا ماجرا کہتے کہتے تھم گیا ۔ وہ یہ سوچ کر رک گیا کہ ہو سکتا ہے وہ یہ سمجھے کہ وہ اس کی دلچسپی حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے ۔ اور اس نے جواب دیا کہ وہ برابر کام میں مشغول رہا تھا ۔

" اور میں ؟ " انا سرگے یفنہ نے کہا " پہلے تو میں بہت اداس ہوئی پتہ نہیں کیوں ؟ میں نے تو باہر سیر و سیاحت پر جانے کے منصوبے بھی باندھ لئے تھے ـــــ لیکن اس کے بعد یہ سب کچھ گزر گیا ۔ تمہارا دوست ارکادی یہاں آگیا اور میں اپنے معمولات میں لگ گئی اور پھر وہی پرانا فرض ادا کرنے لگی ۔

" وہ فرض کیا ہے ؟ میں پوچھ سکتا ہوں ؟ "

" ایک خالہ، اتالیقہ اور ماں کا کردار ـــــ جو جی چاہے کہہ لو ۔

اچھا یار، جانتے ہو میں پہلے ارکادی نکولائچ سے تمھاری واتنی گہری دوستی

کو بالکل سمجھ نہ پاتی تھی ۔ میں اسے بالکل یوں ہی سمجھتی تھی ۔ لیکن اب میں اسے ذرا قریب سے دیکھ سکی ہوں ۔ وہ تو کافی ہوشیار معلوم ہوتا ہے ـــــ اور وہ ابھی نوجوان ہے، ـــــ نوجوان ـــــ اور یہی بڑی بات ہے ۔ ـــــ اور وہ میری اور تمہاری طرح نہیں ہے یفگینی ویسلی وچ "

" کیا وہ اب بھی تمہاری صحبت میں شرماتا ہے " بزاروف نے پوچھا

" کیوں ؟ کیا وہ شرماتا تھا ؟ ـــــ " انا سرگے یفنہ نے شروع کیا اور ایک ذرا ٹھہر کر وہ پھر بولنے لگی " وہ اب زیادہ معتبر ہو گیا ہے اب وہ مجھ سے باتیں کرتا ہے ۔ پہلے وہ مجھ سے کتراتا تھا گرچہ میں بھی اس کی صحبت نہ چاہتی تھی ۔ وہ کاتیا سے زیادہ بے تکلف تھا "۔

بزاروف جھنجھلایا " عورت فریب دینے سے باز نہیں آسکتی " اس نے سوچا " تم کہتی ہو وہ تم سے کترایا کرتا تھا " اس نے ایک خشک مسکراہٹ کے ساتھ زور سے کہا " لیکن شاید یہ تمہارے لئے کوئی راز نہیں ہے کہ وہ تم پر عاشق ہو گیا تھا "

" کیا ؟ وہ بھی ؟ " انا سرگے یفنہ کے منہ سے نکل گیا

" ہاں، وہ بھی " بزاروف نے ایک عاجزانہ خم کے ساتھ دہرایا ۔

" کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ تمہیں یہ سب کچھ معلوم نہ تھا اور میں نے تمہیں کوئی نئی بات سنائی ہے "

انا سرگے یفنہ نے اپنی آنکھیں جھکا دیں " تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے یفگینی ویسلی وچ "

"میں ایسا نہیں سمجھتا، لیکن شاید مجھے یہ نہیں کہنا چاہیے تھا۔" اور یہاں
آیندہ مجھ سے جھوٹ کہنے کی کوشش نہ کرنا" اس نے اپنے دل میں کہا۔
"کیوں نہیں؟ میں سمجھتی ہوں کہ اس سلسلے میں بھی تم ایک وقتی تاثر کو
بہت اہمیت دے رہے ہو مجھے یہ شبہ ہوگیا ہے کہ تم مبالغے سے کام لیتے ہو۔"
"بہتر ہوتا انا سرگے یفنہ کہ ہم اس کے بارے میں بات نہ کرتے۔"
"اوہ کیوں؟" اس نے جواب دیا لیکن خود ہی گفتگو کا دھارا وہ
دوسری طرف موڑ لے گئی۔ وہ اب تک بزاروف کے ساتھ ایک طرح
کی کڑھن محسوس کر رہی تھی گرچہ اس نے بزاروف سے کہا تھا اور اپنے
آپ کو بھی دلاسہ دے لیا کہ سب کچھ بھلایا جا چکا ہے۔ اس وقت بھی جب
وہ معمولی باتیں کر رہی تھی جب وہ اس سے مذاق کر رہی تھی۔ اس میں
برابر ایک طرح کے چھپے ہوئے خوف کا احساس موجود تھا۔ اس طرح لوگ
جہاز میں بولتے اور بے پروائی سے قہقہے لگاتے تھے۔ جیسے خبر سے وہ سمندر
میں نہیں بلکہ خشک زمین پر ہی تو پیر ٹکائے کھڑے ہوں لیکن جہاں کہیں
ذرا سا جھٹکا لگا، ذرا سی کوئی غیر معمولی بات ہوئی لوگوں کے چہروں پر ایک
عجیب سی وحشت برسنے لگتی ہے جو ان کے ڈھکے چھپے خطرے کے احساس
کو فوراً بے نقاب کر دیتی ہے۔

بزاروف سے انا سرگے یفنہ کی گفتگو کا سلسلہ زیادہ لمبا نہ کھنچا۔ وہ
اپنے خیالات میں کھوئی کھوئی نظر آنے لگی۔ وہ بڑی بے نیازی سے جواب
دیتی اور آخر اس نے بڑے کمرے میں جانے کی تجویز کی جہاں ان کی ملاقات

کاتیا اور شہزادی سے ہوئی۔ "لیکن ارکادی نکولائچ کہاں ہے؟" خاتون خانہ
نے دریافت کیا اور جب سنا کہ وہ ایک گھنٹے سے نظر نہیں آیا ہے تو اس
نے اس کے بلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ اس کا پتا جلدی نہ چل سکا۔ اس
نے اپنے آپ کو باغ کے بہت ہی گنجان حصے میں چھپا لیا تھا۔ اور اپنے دونوں
جڑے ہوئے ہاتھوں پر اپنی تھوڑی رکھے ہوئے سوچ میں گم بیٹھا ہوا تھا۔
اس کے خیالات بہت گمبھیر اور گہرے تھے۔ لیکن ان کے اندر غم کا عنصر
نہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ انا سرگے یفنہ اکیلی بزاروف کے ساتھ بیٹھی ہے۔
اس کے اندر وہ رشک نہ پیدا ہو رہا تھا جو کبھی وہ محسوس کیا کرتا تھا۔
اس کے برعکس اس کا چہرہ آہستہ آہستہ زیادہ تابناک ہوگیا۔ بیک وقت
وہ حیرت، مسرت، اور کچھ منصوبہ بندی میں کھویا ہوا نظر آرہا تھا۔

۲۶

اودن تسوف مرحوم بدعت پسند نہیں تھا۔ لیکن وہ "خاص حدود کے اندر فنون لطیفہ کو جھیل لیتا تھا" اسی کا نتیجہ تھا کہ اس نے اپنے باغ میں حرارت خانے اور جھیل کے درمیان روسی اینٹوں سے یونانی طرز کی ایک عبادت گاہ تعمیر کرائی تھی۔ اس عبادت گاہ یا گیلری کی پچھلی کالی دیوار کے ساتھ مجسموں کے لیے چھ طاق تھے۔ اس نے مجسموں کو بیرون ملک سے منگوانے کا حکم دیا تھا۔ ان مجسموں کو تنہائی، خاموشی، تفکر، اداسی، انکسار اور دیانت کی علامت کے طور پر ترتیب دینا تھا۔ ان میں سے خاموشی کی دیوی جو اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھے ہوئے تھی آ گئی تھی اور نصب کر دی گئی تھی۔ لیکن اسی دن بستی کے کچھ لڑکوں نے اس کی ناک توڑ دی تھی۔ اور اگرچہ آس پاس کے ایک کاریگر نے "اس کی اصلی ناک سے دوگنا زیادہ بہتر ناک" لگا دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن اودن تسوف نے اسے وہاں سے ہٹا دینے کا حکم دیا اور وہ اب بھی کھلیان کے ایک کونے میں پڑی ہوئی تھی۔

جہاں وہ کئی سال سے اسی طرح پڑی پڑی کسان عورتوں کے لیے طرح طرح کے وہم و دہشت کا مرکز بن گئی تھی۔ عبادت گاہ کے سامنے ایک زمانے سے گھنی جھاڑیاں اُگ آئی تھیں۔ گہری سرسبز جھاڑیوں کے اوپر صرف ستون کے بکونے حصے نظر آتے تھے۔ خود عبادت گاہ میں دوپہر کے وقت کافی ٹھنڈک رہتی تھی۔ انا سرگے یفنہ نے جب سے یہاں پر ایک سانپ دیکھا تھا وہاں آنا پسند نہ کرتی تھی۔ لیکن کاتیا اکثر یہاں آیا کرتی، ایک طاق کے نیچے بڑی سی پتھر کی نشست پر بیٹھا کرتی تھی۔ یہاں اس سائے اور ٹھنڈک میں بیٹھ کر وہ پڑھتی اور کام کیا کرتی۔ یا اپنے آپ کو مکمل احساس سکون کے سپرد کر دیتی جو بلاشبہ ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے۔ اس کی سرخوشی نیم خوابیدگی میں، اور خاموشی زندگی کے ان وسیع سروں کی آواز کے سننے میں ہے جو ہمارے چاروں طرف اور ہمارے اندر بھی ابلتے رہتے ہیں۔

بزاروف کی آمد کے دوسرے دن کاتیا اپنی محبوب پتھر کی نشست پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے پاس ارکادی بیٹھا ہوا تھا اس نے خود ہی کاتیا سے عبادت گاہ کی طرف چلنے کو کہا تھا

ابھی کھانے میں ایک گھنٹے کی دیر تھی۔ گرمی اور امس سے بھری ہوئی دوپہر نے شبنم آلود صبح کی جگہ لے لی تھی۔ ارکادی کے چہرے پر گزشتہ دن کے اثرات باقی تھے۔ کاتیا کسی اور ہی خیال میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس کی بہن نے صبح کے وقت چائے کے فوراً بعد اسے اپنے کمرے میں بلایا تھا۔ اور اسے رسمی طور پر پیار کرنے کے بعد (جو کاتیا میں ہمیشہ خوف پیدا کرتا

تھا۔ کہا تھا کہ وہ ارکادی سے ملنے جلنے میں ذرا محتاط رہے اور خاص طور پر
اس سے تنہائی میں بات چیت کرنے سے بچے۔ ورنہ کہیں اس کی خالہ کی نظر
میں اور سارے گھر والوں کی نظر میں یہ چیز کھٹکنے نہ لگے۔ اس کے علاوہ
گزشتہ شام بھی انا سرگے یفنہ کا برتاؤ غیر معمولی سا تھا۔ اور کاتیا نے خود
ہی ایک طرح کی کوفت محسوس کی تھی جیسے اسے اپنے اندر کسی خرابی کا
احساس ہو رہا تھا۔ ارکادی کی التجاؤں کو قبول کرتے ہوئے اس نے دل
ہی دل میں کہا "بس یہ آخری بار ہے"۔

"کترینا سرگے یفنہ" اس نے ایک پُرحجاب پریشانی کے ساتھ کہنا
شروع کیا "جب سے اس گھر میں تمہارے ساتھ رہنے کی مسرت حاصل
ہوئی ہے۔ میں نے تم سے بہت سی چیزوں کے متعلق بات چیت کی ہے
لیکن ایک مسئلہ بہت ہی اہم ہے — میرے لئے — ایک سوال —
جسے میں نے آج تک کبھی نہیں چھیڑا ہے۔ تم نے کل کہا تھا کہ میں یہاں رہ کر
بدل گیا ہوں" اس نے کاتیا کی سوالیہ نظروں کو بیک وقت دیکھتے ہوئے
اور ان سے آنکھیں چراتے ہوئے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھی "یقیناً
میں بہت بدل گیا ہوں — اور یہ تم سے زیادہ اور کوئی نہیں جانتا۔
— تم جو دراصل میری اس تبدیلی کی ذمہ دار ہو"

"میں؟ — میں؟ —" کاتیا نے کہا

"میں اب وہ مغرور لڑکا نہیں ہوں جیسا کہ میں یہاں آنے کے وقت
تھا" ارکادی بولتا گیا "میں نے تیئیس سال یونہی نہیں [illegible] ہیں۔ پہلے

طرح میں اب بھی کام کا آدمی بننا چاہتا ہوں۔ میں اپنی ساری قوت سچائی کے
لئے وقف کر دینا چاہتا ہوں۔ لیکن اب میں اپنے مقاصد کے لئے اس طرف
نہیں دیکھتا جدھر میں دیکھتا تھا۔ وہ اب خود میرے پاس آ گئے ہیں —
میرے ہاتھ سے بہت قریب! اب تک میں اپنے آپ کو سمجھ نہیں سکا تھا
میں نے ان فرائض کی ذمہ داری لے لی ہے جو میرے بس کی نہ تھیں۔
ایک خاص جذبے کا شکریہ کہ — ابھی ابھی میری آنکھیں کھل گئیں۔
میں اپنے خیالات کا اظہار بہت واضح طور پر نہیں کر رہا ہوں لیکن مجھے
امید ہے کہ تم سمجھ رہی ہو"

کاتیا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن اس نے ارکادی کی طرف سے
نظریں ہٹا لیں۔

"میں سمجھتا ہوں" اس نے پھر کہنا شروع کیا۔ اب کے اس کی آواز
میں اور بھی ہیجان پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے سر پر برچ کی پتیوں میں چھپی ہوئی
ایک چڑیا اپنا نغمہ الاپ رہی تھی "میں سمجھتا ہوں یہ ہر شخص کا فرض ہے
--- کہ اُن کے ساتھ صاف گوئی سے کام لے اُن لوگوں کے ساتھ جو
حقیقت میں اُن سے قریب ہیں — اور اسی لئے میں نے طے کیا —"

لیکن یہاں پہنچ کر ارکادی کی خطابت جواب دے گئی۔ اس کا سلسلہ
گڑبڑا گیا۔ وہ ہکلایا اور ایک لمحہ کو خاموش ہو جانے پر مجبور ہو گیا۔ کاتیا
نے اب بھی اپنی آنکھیں نہیں اٹھائیں۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ اس کے مقصد
کو نہیں سمجھ رہی ہے --- اور کچھ کہے جانے کا انتظار کر رہی ہے۔

"میں پہلے ہی سے جانتا ہوں کہ تم حیران ہو جاؤ گی" ارکادی نے اپنی تمام قوتوں کو جمع کر کے کہنا شروع کیا — "خاص طور پر ایسی حالت میں جب کہ یہ جذبہ ایک طرح سے — ایک طرح سے — دیکھو تم سے تعلق رکھتا ہے۔ تم کو یاد ہو گا، مجھ میں سنجیدگی کی کمی کی وجہ سے تم نے مجھے کل ڈانٹ بتائی تھی" ارکادی اس شخص کی طرح بول رہا تھا جو ایک دلدل میں پھنس گیا ہو اور محسوس کر رہا ہو کہ وہ ہر ہر قدم پر زیادہ سے زیادہ گہرائی میں دھنستا چلا جا رہا ہے۔ اور پھر بھی وہ اسے تیزی سے پار کر جانے کی امید میں آگے ہی بڑھتا چلا جا رہا ہو۔ "ایسی ڈانٹیں جوان آدمیوں کو ملتی ہیں — ان پر برس پڑتی ہیں — چاہے وہ اس کے مستحق نہ بھی ہوں — اور اگر مجھ میں کچھ اور خود اعتمادی ہوتی تو"

("اب میری مدد کرو، آؤ میری مدد کرو" ارکادی انتہائی انتشار میں سوچ رہا تھا۔ لیکن کاتیا نے پہلے ہی کی طرح اپنا سر نہیں گھمایا — کاش میں امید کر سکتا —")

"کاش میں ان باتوں کا یقین کر سکتی جو کچھ تم کہہ رہے ہو" اسی لمحہ انا سرگےیفنہ کی صاف آواز سنائی دی۔

ارکادی فوراً چپ ہو گیا اور کاتیا زرد پڑ گئی۔ عبادت گاہ کے گرد جھاڑیوں کے پاس سے ایک چھوٹا سا راستہ گزرتا تھا۔ انا سرگےیفنہ اسی راستے پر بزاروف کے ساتھ چل رہی تھی۔ کاتیا اور ارکادی انھیں نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن انا سرگےیفنہ اور بزاروف کی ایک ایک

بات، ان کے کپڑوں کی سرسراہٹ، ان کی سانسوں کی آواز تک سن لی۔ وہ چند قدم چلے اور خاص طور پر عبادت گاہ کے سامنے خاموش کھڑے ہو گئے۔

"دیکھتے ہو" انا سرگےیفنہ نے کہنا شروع کیا "تم نے اور میں نے ایک غلطی کی۔ ہم دونوں اپنے شباب کی پہلی منزل سے گزر چکے ہیں۔ خاص طور پر میں۔ ہم نے زندگی دیکھی ہے۔ ہم تھک چکے ہیں۔ ہم دونوں — انجان بننے کی کیا ضرورت؟ ہاں ہم دونوں کافی سمجھ دار ہیں — ! شروع میں دونوں نے ایک دوسرے میں دلچسپی لی — تجسس پیدا ہوا — اور پھر —"

"اور پھر میں باسی کڑھی ہو گیا" بزاروف نے مداخلت کی۔

"تم جانتے ہو ہماری غلط فہمی کی وہ وجہ نہیں تھی۔ لیکن۔ بہر حال یہ ہونا تھا۔ ہمیں ایک دوسرے کی ضرورت نہیں تھی۔ اصلی گر یہ ہے۔ بہت زیادہ — ہاں کیا بتاؤں میں؟ — بہت زیادہ ہم میں ہم آہنگی تھی۔ ہم نے اچانک ایک ہی بار یہ سب کچھ نہیں جان لیا تھا — اور اب ارکادی —"

"کیا تمھیں ارکادی کی ضرورت ہے؟" بزاروف نے پوچھا۔

"ہش، یف گینی وسیلی ورچ۔ تم کہتے ہو وہ میری طرف سے بے نیاز نہیں ہے۔ اور مجھے ہمیشہ ایسا محسوس ہوا کہ وہ مجھے چاہتا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ میں اس کی اچھی خاصی خالہ بن سکتی ہوں۔ لیکن میں یہ بات تم

سے چھپانا نہیں چاہتی کہ میں اب اس کے بارے میں بہت زیادہ سوچنے لگی
ہوں۔ ایسی حیرانی اور تازگی کے احساس میں ایک خاص کشش ہے۔ ۔۔۔"

"ایسی صورتوں میں عام طور پر لفظ وارفتگی یا سحر زیادہ استعمال ہوتا ہے"
بزاروف نے درمیان سے کہا۔ اس کے اندر جو اُبال اٹھ رہا تھا اس کی گھٹی
ہوئی گرمجوشی ہوئی آواز میں صاف ظاہر ہو رہا تھا "کل کسی سلسلے میں مجھے ارکاڈی
بہت پراسرار نظر آیا اور اس نے نہ تمہارے بارے میں اور نہ تمہاری بہن
کے بارے میں مجھ سے کوئی بات کی ۔۔۔ یہ ایک خطرناک علامت ہے!"

"وہ کاتیا سے بس ایک بھائی کی طرح ملتا ہے" انا سرگے یفنا نے رائے
زنی کی "اور مجھے اس کی یہ چیز پسند ہے ہاں مگر مجھے ان دونوں کو اتنی
بے تکلفی کا موقع نہیں دینا چاہیے تھا!"

"یہ خیال اس لئے پیدا ہوتا ہے ۔۔۔ کہ تمہارے اندر ایک بہن
کے احساسات ہیں" بزاروف نے الفاظ کو چباتے ہوئے کہا۔

"یقینی ۔۔۔ ہاں مگر ہم یہاں ساکت کیوں کھڑے ہیں؟ ہمیں آگے
چلنا چاہیے۔ ہم بھی کتنی عجیب باتیں کر رہے ہیں، کیوں، ایں؟ میں نے
کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ تم سے میں کبھی ایسی باتیں بھی کروں گی۔ جانتے ہو
۔۔۔ میں تم سے ڈرتی ہوں ۔۔۔ اور ساتھ ہی میں تم پر بھروسہ بھی
کرتی ہوں۔ کیونکہ حقیقت میں تم اتنے اچھے ہو"

"پہلی بات تو یہ کہ میری ذات میں سرے سے کوئی اچھائی نہیں
[illegible]

ہو کہ میں اچھا ہوں ۔۔۔ یہ ویسے ہی ہے جیسے کسی کی لاش پر پھولوں
کے ہار رکھے جائیں"

"لعنت گینی! ۔۔۔ ہم ذمہ دار نہیں ہیں کہ ۔۔۔" انا سرگے یفنا
نے کہنا شروع کیا لیکن ایک منہ زور ہوا کا جھونکا آیا اور پتیوں میں سرسراہٹ
پیدا کر گیا اور اس کے الفاظ کو لے اڑا "ہاں تم آزاد ہو ۔۔۔" بزاروف
نے اک ذرا ٹھہر کر کہا۔ اور کچھ بھی سنائی نہ دے سکا ۔۔۔ قدم
واپس اٹھنے لگے ۔۔۔ ہر چیز خاموش ہو گئی۔۔

ارکاڈی کاتیا کی طرف مڑا۔ وہ اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی لیکن اس
کا سر اور نیچے جھک گیا تھا۔

"کترینا سرگے یفنا" اس نے تھرتھرائی ہوئی آواز میں اپنے دونوں
ہاتھوں کو جکڑتے ہوئے کہا "مجھے تم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک لازوال
محبت ہو گئی ہے، میں کسی سے نہیں صرف تم سے محبت کرتا ہوں۔ میں تم
سے یہ کہنا چاہتا تھا۔ میں دراصل اپنے بارے میں تمہاری رائے جاننا چاہتا
تھا اور چاہتا تھا کہ تمہارا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لوں ۔۔۔ اس لئے کہ
میں امیر نہیں ہوں ۔۔۔ اور میں ہر طرح کی قربانی کرنے کے لئے تیار
ہوں، تم میری باتوں کا جواب نہیں دیتیں؟ تمہیں میرا یقین نہیں؟ کیا تم
سمجھتی ہو کہ میں اوپری دل سے ایسی باتیں کر رہا ہوں۔ لیکن ان آخری
دنوں کو یاد رکھو یقیناً تم نے یہ بہت دنوں سے جان لیا ہوگا ۔۔۔
مجھے سمجھتی ہو ۔۔۔ ہاں یہ جان لیا ہوگا کہ اس کے علاوہ ہر چیز معدوم

ہوگئی ہے اور اب کسی چیز کا کوئی نشان باقی نہیں۔ ذرا میری طرف دیکھو بس ایک لفظ کہہ دو ---- میں محبت کرتا ہوں ---- میں تم سے محبت کرتا ہوں ---- میرا یقین کرو۔"

کاتیا نے ارکادی کو بے چمکتی ہوئی نظروں سے سنجیدگی کے ساتھ دیکھا۔ بہت دیر تک جھجکتے رہنے کے بعد اس نے ایک بہت ہی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا ---- "ہاں"

ارکادی پتھر کی نشست سے اچھل پڑا۔ "ہاں! تم نے ہاں کہا ---- کترینا سرگے یفنہ! اس لفظ کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ ---- صرف یہ کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں ---- اور تم مجھ پر بھروسہ کرتی ہو ---- یا ---- یا ---- او۔ مجھے کچھ کہنے کی جرات نہیں ---- !"

"ہاں" کاتیا نے دہرایا اور اب کے وہ اس کی ہاں کو سمجھ گیا۔ اس بار اس نے اس کے لمبے ہاتھوں کو، اور جذباتی ہیجان میں ہانپتے ہوئے اس نے ہاتھوں کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ وہ مشکل سے اپنے پیروں پر کھڑا رہ سکتا تھا۔ وہ صرف دہرائے جا رہا تھا "کاتیا ---- کاتیا" اس عرصہ میں اس نے بھولے بھالے انداز میں رونا شروع کر دیا تھا اور ساتھ ہی خود اپنے آنسوؤں پر ہلکے ہلکے مسکرا بھی رہی تھی۔ کوئی بھی جس نے اپنی محبوبہ کی آنکھوں میں ان آنسوؤں کو نہیں دیکھا ہے نہیں جان سکتا کہ ایک شخص ایسی حالت میں ندامت اور منت پذیری کی کس سطح پر پہنچ جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو اس دنیا میں کتنا مسرور محسوس کرتا ہے۔

دوسرے دن صبح سویرے ہی انا سرگے یفنہ نے بزاروف کو اپنی خلوت گاہ میں بلایا اور ایک مصنوعی قہقہے کے ساتھ ایک تہہ کیا ہوا خط دیا۔ یہ ارکادی کا خط تھا جس میں اس نے اس کی بہن سے شادی کی درخواست کی تھی۔

بزاروف نے تیزی سے خط کا جائزہ لیا اور اس نے ضبط کرنے کی بڑی کوشش کی تاکہ اس کے کدورت سے بھرے ہوئے جذبات ظاہر نہ ہو جائیں جو فوراً اس کے سینے میں شعلے کی طرح بھڑک اٹھے تھے۔

"اچھا تو یہ بات ہے" اس نے تبصرہ کیا۔ "اور تم ابھی حیران ہو، کل تک یہ سمجھ رہی تھیں کہ وہ کترینا سرگے یفنہ سے ایک بھائی کی طرح محبت کرتا ہے۔ اب تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو" انا سرگے یفنہ نے اب بھی ہنستے ہوئے کہا

"ہاں ---- میں سمجھتا ہوں" بزاروف نے بھی ہنستے ہوئے جواب دیا۔ حالانکہ وہ اس وقت بالکل خوشی نہیں محسوس کر رہا تھا اور اس میں بھی ہنسنے کا وصف انا سرگے یفنہ سے کچھ زیادہ نہ تھا "میں تو سمجھتا ہوں کہ تمہیں اس جوان جوڑے کو اپنی دعائیں دینی چاہئیں۔ ہر طرح سے یہ بہت اچھا جوڑا ہے کرینوف کی حیثیت معقول ہے۔ وہ اس کا اکلوتا لڑکا ہے۔ اس کے والد اچھے آدمی ہیں۔ وہ اسے نہیں چاہیں گے کہ اس کی زندگی ناکام ہو"

مادام اودنتسوف کمرے میں ٹہلتی رہی۔ اس کا منہ کبھی سرخ ہو جاتا

اور کبھی زرد پڑجاتا " "اچھا تمہارا یہ خیال ہے" اس نے کہا "اچھا ـــ میں بھی کوئی رکاوٹ نہیں دیکھتی ـــــ میں کاتیا کے لئے خوش ہوں ـــــ اور ارکادی نکولائی وچ کے لئے بھی ـــ ! البتہ ـــ میں ارکادی کے والد کے جواب کا انتظار کروں گی ۔ میں خود اسے ہی اس کے والد کے پاس بھیجوں گی ۔ لیکن دیکھتے ہو ۔ میں نے جو کل کہا تھا کہ ہم دونوں بوڑھے ہو گئے ہیں تو میرا خیال ٹھیک معلوم ہوتا ہے ـــــ آخر یہ کیسے ممکن ہوا کہ میں کچھ بھانپ نہ سکی ؟ مجھے تو اس پر تعجب ہو رہا ہے ـــــ " انا سرگے یفنہ دوبارہ ہنسی اور جلدی سے اس نے اپنا سر پھیر لیا ۔

" یہ نوجوان بڑے کائیاں ہو گئے ہیں " بزاروف نے کہا اور وہ بھی زور سے ہنس پڑا ۔

" اچھا خدا حافظ " مختصر سی خاموشی کے بعد اس نے پھر کہا " امید ہے کہ تم اس کام کو ایک اچھے انجام تک پہنچاؤ گی ـــــ ۔ اور میں دور سے ہی خوش ہو لوں گا ۔"

مادام اودن تسوف جلدی سے اس کی طرف مڑی " تم یہاں سے نہیں جا رہے ہو ؟ تم ابھی یہاں کیوں نہیں ٹھہر سکتے ؟ رک جاؤ ـــــ تم سے بات کرنے میں ایک ہیجان سا محسوس ہوتا ہے ...... اور ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی کسی پہاڑی پر ایک بالکل سیدھی اور کھڑی چٹان کے کنارے چل رہا ہو .... ! شروع میں آدمی ڈرتا ہے ۔ لیکن چلتے چلتے ہمت پیدا ہو جاتی ہے ـــــ ہاں رک جاؤ ـــــ "

" انا سرگے یفنہ ! اس مشورے کا شکریہ ۔ اور اس مبالغہ آمیزی کا بھی شکریہ کہ میں گفتگو کرنے کی بڑی اچھی صلاحیت رکھتا ہوں ۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میں ایک ایسے میدان میں ضرورت سے زیادہ دیر سے چکر لگا رہا ہوں جو میرا اپنا میدان نہیں ہے ـــ مچھلیاں اڑ کر تھوڑی دیر تک ہوا میں رہ سکتی ہیں لیکن پھر انھیں واپس پانی میں گرنا پڑتا ہے ۔ مجھے اجازت دو کہ میں خود اپنے ماحول میں چلا جاؤں ۔"

مادام اودن تسوف نے بزاروف کو دیکھا ۔ اس کے زرد چہرے پر ایک تلخ مسکراہٹ کی تلملاہٹ تھی " یہ شخص مجھ سے محبت کرتا تھا " اسے اس پر ترس آیا اور اس نے اپنا ہاتھ ہمدردی کے ساتھ اس کی طرف بڑھایا ۔

لیکن وہ بھی اسے سمجھ گیا تھا " نہیں " ایک قدم واپس پلٹتے ہوئے اس نے کہا " میں ایک غریب آدمی ہوں لیکن میں نے آج تک کسی سے بھیک نہیں لی ہے ۔ الوداع ـــ تمہارا خدا حافظ ۔"

" مجھے یقین ہے کہ یہ ہماری آخری ملاقات نہیں ہے " انا سرگے یفنہ نے غیر شعوری انداز میں کہا ۔

" کون جانے کیا ہو " بزاروف نے جواب دیا جھکا اور چلا گیا ۔

" اچھا تو تم اپنے لئے ایک گھونسلا بنانے کا ارادہ کر رہے ہو " بزاروف نے اسی دن ارکادی سے فرش پر بیٹھ کر اپنا بکس درست کرتے ہوئے کہا ۔ " واقعی ـــــ بڑی شان دار بات ہے ۔ لیکن تمہیں اتنا بگلا بھگت نہیں بننا

چاہئے تھا۔ میں تو تم سے کسی اور کی طرف اس کی توقع کر رہا تھا۔ شاید یہ چیز خود تمھیں بھی اچانک معلوم ہوئی ہ؟"

"یقینی جب تم سے جدا ہوا تو اس کی توقع نہیں تھی" ارکادی نے جواب دیا "لیکن تم کیوں بگلا بھگت بن رہے ہو۔ کہتے ہو۔ "بڑی شاندار بات ہے" ــــ جیسے شادی کے بارے میں تمھاری رائے میں جانتا ہی نہیں۔"

"اوہ ــــ میرے پیارے دوست" بزاروف نے کہا "تم کس طرح بول رہے ہو۔ میں جانتا ہوں میں کیا کر رہا ہوں۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ بکس میں ایک خلا ہے اور میں اس میں گھاس بھر رہا ہوں۔ کچھ اسی طرح اپنی زندگی کا حال بھی ہے۔ ہم اسے خالی رکھنے کی بجائے الم غلم جو کچھ بھی مل جائے اس سے بھر لیتے ہیں۔ پیارے برا نہ ماننا۔ کترینا سرگے یفنہ کے بارے میں میری جو رائے رہی ہے، تمھیں شاید یاد ہوگی۔ بہت سی جوان عورتیں اسی لئے ہوشیار اور سمجھ دار سمجھی جاتی ہیں کہ وہ ٹھنڈی سانس بھرنے کا خاص ملکہ رکھتی ہیں۔ لیکن تمھاری والی اپنے اندر بھی کچھ دم خم رکھتی ہے ــــ اور سچی بات تو یہ ہے کہ وہ تم پر اس حد تک قابو پالے گی کہ تم اس کی انگلی پر ناچو گے، اور یقینی ایسا ہی ہونا چاہیے" اس نے بکس کا ڈھکن بند کیا اور فرش سے اٹھ کھڑا ہوا "اور اب میں پھر کہتا ہوں، .... خدا حافظ ......

اس لئے کہ اپنے آپ کو دھوکا دینا بے کار ہے ہم ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو رہے ہیں۔ اور یہ تم بھی جانتے ہو ــــ تم نے بڑی سوجھ بوجھ سے کام کیا ہے۔ تم ہماری تلخ، سخت اور اکیلی زندگی کے لئے نہیں پیدا ہوئے ہو تمھارے اندر

جلن، پھرت اور نفرت نہیں ہے۔ لیکن تمھارے اندر جوانی کی ہمت اور جوانی کی آگ ہے۔ تمھاری قسم کے لوگ، اونچے سفید پوش لوگ، مہذب تسلیم و رضا اور مہذب غم و غصے سے آگے نہیں جا سکتے ــــ اور اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ تم جنگ نہیں کر سکتے ــــ اور پھر بھی تم لوگ اپنے آپ کو بڑا سورما سمجھتے ہو ــــ ہمارا مقصد جنگ کرنا ہے۔ ہم لڑنا چاہتے ہیں۔ اوہ ــــ اچھا! ہمارا غبار تمھاری آنکھوں میں بھر جائے گا ــــ ہماری کیچڑ تمھیں لت پت کر دے گی لیکن تم ہمارے ہم سر نہیں ہو ــــ تم انجانے طور پر اپنی ستائش میں مبتلا ہو ــــ تم اپنے آپ کو غلط راہ پر ڈالنا چاہتے ہو ــــ لیکن ہم اس چیز سے تھک چکے ہیں ــــ ہم کچھ اور چاہتے ہیں۔ ہم دوسروں کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں۔ تم ایک شان دار آدمی ہو ــــ لیکن تم ایک چاپلوس، روشن خیال عیار ہو...... جیسا کہ میرے ابا کہا کرتے ہیں۔"

"تم مجھ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو رہے ہو، یفگینی" ارکادی نے غم زدہ انداز میں جواب دیا "اور تم مجھ سے اور کچھ کہنا نہیں چاہتے؟"

بزاروف نے اپنے سر کا پچھلا حصہ کھجلایا "ہاں، ارکادی، ہاں اور بھی دوسری چیزیں ہیں جو تم سے کہنا ہیں لیکن میں کہوں گا نہیں۔ اس لئے کہ یہ محض جذباتیت ہوگی ــــ اس کا مطلب ہوتا ہے رقیق القلبی۔ اور تم جہاں تک جلد ہو سکے شادی کر لو۔ اور ہاں اپنا گھونسلا بنا لو۔ اور جی بھر کے بچے پیدا کرو ــــ ان میں اتنی نکتہ سنجی ہوگی کہ وہ میرے اور تمھارے مقابلے میں بہتر زمانے میں پیدا ہوں گے۔ وقت ختم ہوا ــــ میں نے

ہر شخص کو خدا حافظ کہہ لینا ہے ـــــ اب کیا؟ گلے ملوں - ایہہ؟"

ارکادی نے اپنے سابقہ رہنما اور دوست کے گلے میں اپنی باہیں ڈال دیں اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے سوتے پھوٹ نکلے۔

"کم عمری کا یہ نتیجہ ہوتا ہے" بزاروف نے سکون کے ساتھ کہا۔ "لیکن میں اپنی امیدیں کتربینا سرگے یفنہ سے رکھتا ہوں۔ دیکھنا وہ کتنی جلدی تمھیں تسکین دے دے گی۔ میرے بھائی ـــــ اچھا ـــــ الوداع" اس نے بگھی کی گاڑی میں بیٹھنے کے بعد کہا اور پھر اس نے اصطبل کی چھت پر بیٹھے ہوئے کوؤں کے جوڑے کی طرف اشارہ کیا جو ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو بیٹھے تھے اور بولا ـــــ "یہ تمھارے دیکھنے کی چیز ہے ..... اس مثال پر عمل کرو"

"اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟" ارکادی نے پوچھا

"کیا؟ کیا تم تاریخ طبیعی میں اتنے کمزور ہو؟ یا تم یہ بھول گئے ہو کہ کوا سب سے زیادہ قابل احترام پرندہ ہے جو خاندان کی لگن رکھتا ہے ـــــ یہ تمھارے لئے ایک مثال ہے ـــــ الوداع"

گاڑی ایک ہلکے چرخ چوں کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

بزاروف نے سچ کہا تھا۔ شام کے وقت کاتیا سے بات کرتے ہوئے ارکادی اپنے سابقہ استاد کو بالکل بھول چکا تھا۔ اس نے ابھی ہی اس کی پیروی شروع کر دی تھی۔ کاتیا کو اس کا احساس تھا اور اسے اس پر حیرت نہیں تھی۔ اسے اگلے دن نکولائی پتروویچ سے ملنے کے لئے میرینو جانا تھا۔ انا سرگے یفنہ جوانوں پر کسی قسم کی پابندی پسند نہ کرتی تھی لیکن محض آداب خبر سنے کے خیال سے اس نے

اِن دونوں کو زیادہ دیر تک ایک ساتھ باہر نہیں رہنے دیا۔ اس نے بڑی خوبی سے شہزادی کو ان کے راستے میں آنے سے باز رکھا۔ وہ ہونے والی شادی کی خبر سن کر اس قدر چراغ پا ہوئی تھی کہ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ شروع میں انا سرگے یفنہ ڈری تھی کہ کہیں ان دونوں کی خوشی اور انبساط کا منظر خود اس کے لئے صبر آزما نہ بن جائے۔ لیکن بعد میں یہ چیز ٹھیک اس کے برعکس ثابت ہوئی۔ صرف یہ نہیں کہ اس منظر سے اسے اذیت نہیں پہنچی بلکہ اسے اس سے بڑی دل چسپی ہوئی۔ اور اس چیز نے آخر اس کے اندر بڑی نرمی پیدا کر دی۔ انا سرگے یفنہ کو اس کی خوشی بھی تھی اور افسوس بھی "یہ حماقت ہے کہ بزاروف ٹھیک کہتا تھا" اس نے سوچا "یہ محض تجسس ہے۔ اور کچھ نہیں بس تجسس ـــــ ایک نشاط انگیز اور تن آسان محبت ـــــ اور خود پرستی ـــــ"

"بچو!" اس نے زور سے کہا "تمھارا کیا خیال ہے ـــــ کیا محبت ایک خیالی احساس ہے؟"

لیکن کاتیا اور ارکادی، دونوں میں سے کوئی بھی اس کی بات نہیں سمجھ سکا۔ دونوں اس سے شرما رہے تھے۔ ان کی گفتگو کا جو حصہ اس نے غیر ارادی طور پر سن لیا تھا اس کے خیال سے ان کے دل میں الجھن اور کوفت ہو رہی تھی۔ لیکن انا سرگے یفنہ نے ان کو جلد ہی مطمئن کر دیا۔ اور یہ اس کے لئے کچھ ایسا مشکل نہ تھا ـــــ اس نے خود اپنے آپ کو بھی مطمئن کر لیا تھا۔

۲۰

بزاروف کے ماں باپ اپنے بیٹے کی آمد پر اور بھی زیادہ خوش ہوئے اس لئے کہ اس کی آمد بالکل غیر متوقع تھی۔ ارینا ولاسی یفنہ بہت زیادہ جذباتی تھی اور برابر ادھر ادھر گھر میں دوڑ رہی تھی۔ اور اسی لئے وسیلی آنوونووچ نے اس کی تشبیہ تیتری سے دی۔ اپنے جیکٹ کے چھوٹا کرتے ہوئے پچھلے دامن کی وجہ سے وہ چڑیا سی دکھائی دیتی تھی۔ وہ خود صرف قہقہے لگاتا اور اپنے حقے کی نلی کو ہونٹوں میں دباتا یا اپنی انگلیوں سے اپنی گردن کو پکڑتے ہوئے وہ اسے پیچھے کی طرف گھماتا جیسے وہ یہ دیکھنے کی کوشش کر رہا ہو کہ اس کے پٹھے تو ٹھیک کے ہوئے ہیں۔ پھر یکایک وہ اپنے چوڑے منہ کو چیر کر ایک آواز سے خالی ہنسی میں محو ہو جاتا۔

"میں آپ کے پاس پورے چھ ہفتے کے لئے آیا ہوں ——— اباجان" بزاروف نے اس سے کہا "میں کام کرنا چاہتا ہوں اس لئے کوئی رکاوٹ مت پیدا کیجئے"۔

"اگر تم اسے رکاوٹ کہتے ہو تو تم میرا چہرہ بھی بھول جاؤ گے" وسیلی آنوونووچ نے جواب دیا۔

اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اپنے بیٹے کو پہلے کی طرح اپنے مطالعے کے کمرے میں بند کرنے کے بعد اس نے تقریباً اپنے آپ کو اس سے چھپا لیا۔ اور اس نے اپنی بیوی کو اپنی ماتا کے غیر ضروری مظاہرے سے باز رکھا" اینوشا کے لئے پچھلی بار ہم نے کچھ پریشان کر دیا تھا، اب کے ذرا عقلمندی سے کام لینا چاہئے" ارینا ولاسی یفنہ نے اپنے شوہر سے اتفاق کیا۔ لیکن اس سے اسے تسلی نہیں ہوئی کیونکہ وہ اپنے بیٹے کو صرف کھانے پر دیکھتی تھی اور اب اسے اپنی طرف مخاطب کرنے میں بھی ڈرتی تھی کبھی کبھی وہ پکار اٹھتی "اینوشنکا" اور اس سے پہلے کہ وہ اپنی آنکھیں اٹھا کر دیکھتا ——— وہ گھبرا کر اپنی جالی دار تھیلی کے پھندنے کو انگلیوں سے چھونے لگتی اور ہکلاتے ہوئے کہتی "کوئی بات نہیں، کوئی بات نہیں ——— میں صرف ——— " اور اس کے بعد وہ وسیلی آنوونووچ کے پاس جاتی اور اپنے گلے ہتھیلیوں پر رکھ کر اس سے صلاح لیتی "میرے پیارے اگر تم بس اتنا پتہ چلا لیتے کہ آج اینوشا کھانے میں کیا کھائے گا۔ گوبھی یا چقندر کا شوربہ" "لیکن تم نے خود ہی کیوں نہ اس سے پوچھ لیا؟" "اوہ مجھ سے وہ چڑ جائے گا"۔ جلد ہی بزاروف نے اپنے آپ کو کمرے میں بند رکھنا چھوڑ دیا۔ کام کا بخار اتر گیا۔ اب اس کی جگہ ایک بے جان اکتاہٹ اور مبہم سی بے چینی پیدا ہو گئی تھی۔ اس کی ایک ایک حرکت سے ایک عجیب قسم کی تھکن ظاہر ہوتی تھی۔ اس کے چلنے کا با وقار، بیدھڑ اور تیکھا انداز بھی

بدل گیا تھا۔ اس نے تنہائی میں ٹہلنا چھوڑ دیا اور اب دوسروں کی صحبت کی جستجو کرنے لگا۔ وہ نشست گاہ میں چائے پیتا اور باورچی خانے کے باغ میں آلونو وچ کے ساتھ چہل قدمی کرتا اور اس کے ساتھ سگار کے کش لگاتا۔ ایک بار تو اس نے فادر الکسی کے بارے میں بھی پوچھ گچھ کر لی۔ وسیلی آلونو وچ کو پہلے تو اس تبدیلی پر خوشی ہوئی لیکن اس کی خوشی دیرپا نہیں تھی "ایوشا کو دیکھ کر میرا دل ٹوٹا جا رہا ہے" اس نے تخلیے میں اپنی بیوی سے شکایت کی۔ "یہ بات نہیں ہے کہ وہ جھنجھلایا ہوا ہے — یہ تو خیر کوئی بات نہیں تھی۔ وہ مغموم ہے — وہ اداس ہے — اور یہی چیز بہت تکلیف دہ ہے۔ وہ ہمیشہ خاموش رہتا ہے — وہ ہمیں کوستا بھی تو غنیمت تھا وہ دبلا ہوتا جا رہا ہے۔ اس کا رنگ اڑ گیا ہے" "خدا رحم کرے حضور" میں تو بوڑھی عورت زیر لب بڑبڑائی۔ "میں اس کی گردن میں ایک تعویذ ڈال دوں گی۔ لیکن وہ ایسا کرنے کب دے گا" وسیلی آلونو وچ نے کئی بار بہت ہی محتاط انداز میں بزاروف سے اس کے کام کے بارے میں، اس کی صحت کے بارے میں اور ارکادی کے بارے میں پوچھنا چاہا — لیکن بزاروف کا جواب متذبذب اور رسمی ہوتا۔ اور ایک بار جب اس نے محسوس کیا کہ اس کا باپ بات ہی بات میں کچھ جاننا چاہتا ہے تو اس نے دکھی ہوتے ہوئے کہا "کیوں ایسا کیوں؟ آپ میرے چاروں طرف اپنے پنجوں پر چپکے چپکے کیوں چلتے ہیں؟ یہ چیز پچھلی چیز سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے"۔ — "ارے — ارے — میں کچھ نہیں چاہتا بھئی" بے چارے وسیلی آلونو وچ نے

جلدی سے جواب دیا۔ اس لئے اس کی ٹوہ لگانے کی کوششیں رائگاں گئیں۔ ایک دن اسے امید ہوئی کہ وہ آنے والے کسانوں کی آزادی کی روشنی میں ترقی کی بات چیت کر کے اپنے بیٹے کی ہمدردی جگا سکے گا۔ لیکن اس نے اس کا جواب بے نیازی سے دیا "کل میں چہار دیواری کے پاس ٹہل رہا تھا تو میں نے کسان کے چھوکروں کو کوئی پرانا گیت گانے کی بجائے بازاری گانا گاتے ہوئے سنا۔ یہی تو ترقی ہے"

کبھی وہ گاؤں کے اندر چلا جاتا اور اپنی مخصوص کھنکتی اور گونجتی ہوئی آواز میں کسی کسان سے بات چیت کرنا شروع کر دیتا۔ "آؤ" وہ اس سے کہتا "بھئی زندگی کے بارے تمہارا کیا خیال ہے۔ مجھے بتاؤ۔ جانتے ہو، لوگ کہتے ہیں کہ روس کی ساری قوت، سارا مستقبل تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تم تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز کرو گے — تم ہمیں اپنی اصلی زبان اور ہمیں اپنے قانون دو —"

کسان یا تو کوئی جواب نہ دیتا۔ یا اس قسم کے چند الفاظ بڑبڑاتا — "اچھا ہم کوشش کریں گے — چونکہ — جانتے ہو —"

"تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری دنیا کیا ہے" بزاروف مداخلت کرتا "کیا یہی دنیا ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ تین مچھلیوں پر قائم ہے"

"وہ — چھوٹے سرکار — وہ تو زمین ہے جو تین مچھلیوں پر قائم ہے" کسان اسے اطمینان دلاتے ہوئے، خاص دیہاتی نرمی اور رواداری کے ساتھ کہتا "اور ٹھیک ہمارے اوپر یعنی ہماری دنیا کے اوپر مالک حکم

چلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ہماری سرکار ہیں اور مالک کی حکومت جتنی سخت ہوگی اتنا ہی کسانوں کے لئے اچھا ہے۔"

ایک دن ایسا جواب سننے کے بعد بزاروف نے ایک تنفر کے ساتھ اپنے شانے ہلائے اور پلٹ کر چلا آیا اور کسان آہستہ آہستہ اپنے گھر کی طرف چلا آیا۔

"وہ کیا بات کر رہا تھا؟" ایک ادھیڑ عمر کے ترش رو کسان نے اس سے پوچھا جو اپنے جھونپڑے کے دروازے پر بیٹھا دور سے اس کو بزاروف سے بات کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا ——

"بقایا لگان کے بارے میں؟"

"بقایا لگان! نہیں یار، پیچ" پہلے کسان نے جواب دیا اور اب اس کی آواز میں دیہات کی خاص نرمی نہیں تھی۔ اس کے برخلاف اس میں اب خشونت سے بھری ہوئی سختی پیدا ہوگئی تھی۔ "او —— ادھر ادھر کی اوٹ پٹانگ بات کر رہا تھا ——! ذرا اپنی زبان صاف کرنا چاہتا تھا۔ واقعی وہ ایک بھلا مانس ہے۔ پر وہ سمجھتا کیا ہے۔"

"اسے سمجھنا ہی کیا چاہئے" دوسرے کسان نے جواب دیا اور وہ اب اپنی ٹوپی پیچھے ڈھکیلتے ہوئے اور بیلٹ نیچے سرکاتے ہوئے اپنے اپنے کام اور ضروریات میں محو ہوگئے۔ بزاروف ہاں وہ بزاروف جو کسانوں سے بات کرنے کا سلیقہ رکھتا تھا (جیسا کہ اس نے پاول پترووچ سے بحث کرتے ہوئے دعویٰ کیا تھا) اپنے شانوں کو فخر سے ہلا رہا تھا

لیکن اس وقت اپنی خود اعتمادی کی وجہ سے اسے ذرا بھی شبہ نہ تھا کہ ان کسانوں کی نظر میں وہ ایک مسخرے کی سی حیثیت رکھتا تھا۔ آخر کار اس نے کسی طرح اپنے لئے مصروفیت ڈھونڈھ نکالی۔ ایک دن وسیلی ایوانووچ نے اس کے سامنے ایک کسان کی زخمی ٹانگ میں پٹی باندھی لیکن اس بوڑھے ڈاکٹر کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور وہ پٹی کو سنبھال نہ سکا۔ اس کے بیٹے نے اس کی مدد کی اور پھر وقت بے وقت اس کی طبی مصروفیتوں میں ہاتھ بٹانے لگا۔ حالانکہ کام کے دوران میں وہ اپنی تجویز کی ہوئی دواؤں کا بھی مضحکہ اڑاتا اور اپنے باپ کا بھی جو ان کے استعمال میں بڑی مستعدی دکھاتا تھا۔ لیکن بزاروف کی فقرے بازی نے وسیلی ایوانووچ کو ذرا بھی پریشان نہیں کیا۔ یہ چیز اس کے لئے صحیح معنوں میں اطمینان کا باعث تھی۔ اپنی دو انگلیوں سے اپنی بیلٹ پر ڈریسنگ گون پکڑتے ہوئے اور پائپ سے دھواں اڑاتے ہوئے وہ بزاروف کی باتیں سن کر محظوظ ہوتا۔ وہ جتنی شرارت آمیز فقرے بازی کرتا اتنا ہی مگن اور خوش ہوکر اس کا باپ ہنستا اور اس کے سارے سیاہ دانت جھلک پڑتے کبھی کبھی وہ ان سپاٹ اور بے معنی باتوں کو دہرایا کرتا اور مثال کے طور پر وہ چند دنوں تک بلا ضرورت برابر ایک ہی بات کہے جاتا "یہ کوئی خاص اہم بات نہیں۔" صرف اس لئے کہ نماز صبح کے لئے جب وہ جا رہا تھا تو اس کے بیٹے نے اس جملے کو کہا تھا "خدا کا شکر ہے کہ اس کا غم غلط ہو گیا" اس نے اپنی بیوی سے سرگوشی میں کہا "اس نے آج میری بڑی مدد کی ہے

یہ کیسی شان دار بات ہے۔ دوسرے اس خیال سے کہ نسے ایسا مددگار مل گیا ہے وہ بے خودی کے جوش سے پھولا نہ سماتا اور اس کا دل فخر سے لبریز ہو جاتا۔
"ہاں ہاں" جب وہ کسی کسان عورت ــ جو مردانہ لباس پہنے ہوتی اور جس کی ٹوپی سینگ کی طرح دکھائی دیتی تو کہتا "میری نیک عورت، تجھے ہر جگہ خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ میرا بیٹا میرے پاس ٹھہرا ہوا ہے۔ اب تیرا علاج بہت ہی سائنٹفک اور نئے طریقوں سے ہوگا۔ جانتی ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ فرانس کا شہنشاہ نپولین بھی اس سے بہتر ڈاکٹر نہیں رکھتا اور کسان عورت جو اسے یہ بتانے آئی تھی کہ اس کے پورے بدن میں عجیب سنسنی محسوس ہوتی تھی اور وہ خود ان الفاظ کا مفہوم بتا سکتی تو صرف جھکتی اور اپنے سینے کے پاس چھپے ہوئے تولیے میں سے چار انڈے نکال کر دیتی جن کو اس نے تولیے کے ایک کونے میں باندھ رکھا تھا

ایک بار بزاروف نے ایک کپڑا بیچتے ہوئے پھیری والے کا دانت بھی اکھیڑ لیا تھا۔ دانت اگرچہ عام نمونے کا تھا۔ لیکن آرکوئی واسیلی ایوانووچ نے اسے عجوبے میں آ کر اسے اپنے پاس محفوظ رکھ چھوڑا۔ وہ فادر الکزی کے سامنے اس دانت کی نمایش کرتے ہوئے برابر کہتا جاتا "ذرا دیکھنا کیا نکیلا دانت ہے۔ یعنی کیسی کتنا طاقت ور ہے، بے چارہ پھیری والا تو لگتا تھا جیسے ہوا میں قلابازیاں کھا رہا ہو۔ اگر شاہ بلوط بھی ہوتا تو یفگینی اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکتا۔"
"بہت خوب" آخر کار فادر الکزی کہتا۔ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ

ایک دن قریب کے ایک گاؤں سے ایک کسان اپنے بھائی کو لے کر واسیلی ایوانووچ کے قریب آیا۔ وہ ٹائیفس کا مریض تھا۔ مصیبت کا مارا گھاس پھوس کی چٹائی پر لیٹا ہوا تھا، مر رہا تھا۔ اس کا پورا جسم سیاہ داغوں سے بھرا ہوا تھا۔ بہت پہلے وہ اپنے ہوش و حواس کھو چکا تھا۔ واسیلی ایوانووچ نے افسوس کا اظہار کیا کہ اسے پہلے کیوں طبی امداد نہیں دی۔ اب تو کوئی امید باقی نہیں رہ گئی تھی۔ اور واقعی وہ کسان اپنے بھائی کو واپس گھر نہیں لے جا سکا۔ وہ گاڑی ہی میں مر گیا۔

تین دن بعد بزاروف اپنے باپ کے کمرے میں آیا اور پوچھا کیا اس کے پاس کچھ کاسٹک ہے؟
"ہاں، لیکن کس لئے چاہئے تمھیں؟"
"مجھے ضرورت ہے، ایک زخم کو جلانا ہے"
"کس کے زخم کو؟"
"اپنے"
"کیا؟ تم؟ یہ کیسے ہوا؟ کیسا زخم؟ کہاں ہے؟"
"دیکھئے یہاں، ــ میری انگلی میں ــ میں آج گاؤں میں گیا تھا۔ جہاں سے وہ اس ٹائیفس بخار کے مریض کو لائے تھے۔ وہ کسی وجہ سے اس کے جسم کو چیرنا چاہتے تھے۔ لیکن بہت دنوں سے مجھے اس کی مشق نہیں رہی تھی۔"
"تو"

"تو ــــ میں نے ضلع ڈاکٹر سے اس کے بارے میں کہا اور پھر میں نے مردے کی چیر پھاڑ کی۔"

وسیلی آنونووچ کا چہرہ سفید ہو گیا۔ اور بغیر ایک لفظ منہ سے نکالے ہوئے اپنے مطالعے کے کمرے میں وہ دوڑا ہوا گیا۔ وہاں سے فوراً ہی وہ اپنے ہاتھ میں کاسٹک لے کر واپس ہوا۔ بزاروف سے لے کر واپس ہی جانے والا تھا "خدا کے لئے" وسیلی آنونووچ نے کہا "یہ مجھے خود کرنے دو۔"

بزاروف مسکرایا "کتنے فرض شناس ڈاکٹر ہیں آپ۔"

"ہنسو مت، خدا کے لئے مجھے اپنی انگلی دکھاؤ۔ زیادہ تو نہیں کٹا ہے۔ کیا میرے چھونے سے دکھ رہا ہے؟"

"اور زور سے دبائیے گھبرائیے مت۔"

وسیلی آنونووچ "کیا سوچتے ہو یفگینی، کیا اسے تپے ہوئے لوہے سے جلانا بہتر نہیں رہے گا؟"

اور یہ بہت پہلے کرنا چاہئے تھا۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ اب تو کاسٹک بھی بے کار ہی ہے۔ اگر مجھے زہر چھو گیا ہے تو پھر اب بہت دیر ہو چکی ہے۔"

"کیسے ...... بہت دیر ....." وسیلی آنونووچ بہت مشکل سے یہ الفاظ ادا کر سکا۔

"میں ایسا ہی سمجھتا ہوں، زخم کو چار گھنٹے ہو چکے ہیں۔"

وسیلی آنونووچ نے زخم کچھ اور جلایا "لیکن کیا ضلع ڈاکٹر کے پاس کاسٹک نہیں تھا؟"

"نہیں"

"خدا پناہ ـــــ آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے، ایک ڈاکٹر اور اس کے پاس کاسٹک جیسی اہم چیز ناپید ـــــ؟"

ذرا آپ اس کے نشتر کے آلے دیکھتے تو ......" بزاروف یہ کہتا ہوا چلا گیا۔

اس دن شام کے وقت دیر تک اور دوسرے دن وہ ذرا ذرا سی چیزوں کا بہانا بنا کر اپنے بیٹے کے کمرے میں اسے ایک نظر دیکھنے کے لئے چلا جاتا۔ گو کہ وہ زخم کی گفتگو نہ کرتا اور ادھر ادھر کی بے ربط باتیں کرتا رہتا پھر بھی وہ اس کے چہرے کو اس طرح گھور کر ایسی بے چینی اور ہراس کی نظروں سے دیکھتا کہ بزاروف اپنا صبر کھو بیٹھتا۔ ایک بار تو اس نے وہاں سے چلے جانے کی بھی دھمکی دی۔ وسیلی آنونووچ نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اب اس کو پریشان نہیں کرے گا۔ خاص طور پر اس وجہ سے کہ ارینا ولاسی یفنا نے جس سے اس نے یہ سب کچھ چھپا رکھا تھا اس کے سر ہونا شروع کر دیا تھا کہ آخر وہ سونے کے لئے کیوں نہیں جا رہا ہے کیا ہو گیا ہے۔ دو دن تک اس نے اپنے آپ کو روکے رکھا۔ حالانکہ اس دوران میں اسے اپنے بیٹے کی نگاہیں بالکل اطمینان بخش نہ معلوم ہوتی تھیں، وہ اسے چھپ کر دیکھا کرتا تھا۔ لیکن تیسرے دن، کھانے کی میز پر وہ ...

اسے اور زیادہ نہ برداشت کر سکا۔ بزاروف اپنی جھکی ہوئی نگاہوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ایک بھی پلیٹ نہ چھوئی تھی۔

"تم کھاتے کیوں نہیں یف گینی؟" اس نے اپنے چہرے پر انتہائی بے نیازی پیدا کرتے ہوئے پوچھا "میرے خیال میں کھانا اچھا خاصا پکا ہے۔"

"میں کچھ نہیں چاہتا۔ اس لئے میں نہیں کھاتا۔"

"کیا تمھیں بھوک نہیں ہے؟ اور تمھارا سر؟" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا "کیا سر دکھتا ہے؟"

"ہاں سر دکھتا ہے۔"

ارینا ولاسے یفنہ چونک کر اٹھ بیٹھی۔

"غصہ مت ہو۔۔۔ اچھے۔۔۔ یف گینی" وسیلی آنونووچ نے کہا "کیا ذرا تم اپنی نبض دیکھنے دو گے؟"

"میں آپ کو بغیر اپنی نبض دکھائے بتا سکتا ہوں۔ مجھے حرارت ہے۔"

"کیا تمھیں کپکپی بھی محسوس ہوتی ہے؟"

"ہاں کپکپی بھی محسوس ہوتی ہے۔ میں جاؤں گا اور لیٹ رہوں گا اور آپ میرے لئے بنفشہ گرم کر کے بھیج دیجئے۔ مجھے ضرور ٹھنڈ لگ گئی ہے"

"ہاں یقینی۔۔۔ رات میں نے تمھیں کھانستے ہوئے سنا تھا" ارینا ولاسی یفنہ نے کہا۔

"مجھے ٹھنڈ لگ گئی ہے" بزاروف نے دہرایا اور وہ چلا گیا۔

ارینا ولاسی یفنہ بنفشہ کا جوشاندہ تیار کرنے میں مشغول ہو گئی اور

وسیلی آنونووچ دوسرے کمرے میں چلا گیا اور اپنی خاموش بے بسی میں اپنے بالوں کو مٹھیوں میں پکڑ کر کھینچنے لگا۔

بزاروف اس دن دوبارہ نہیں آیا تھا۔ اور ساری رات اس نے ایک گہری بے حسی اور نیم بے ہوشی کے عالم میں بتائی۔ رات کو ایک بجے مشکل سے اپنی آنکھوں کو کھولتے ہوئے اس نے لیمپ کی مدھم روشنی میں اپنے باپ کا زرد چہرہ اپنے اوپر جھکا ہوا دیکھا اور اس سے وہاں سے چلے جانے کو کہا۔ بوڑھے ڈاکٹر نے اس سے معافی مانگی۔ لیکن وہ جلد ہی اپنے پنجوں کے بل چلتا ہوا واپس آیا۔ دروازے میں نصف جسم کو چھپائے ہوئے اپنے بیٹے کو گھورتا رہا۔ ارینا ولاسی یفنہ بھی اپنے بستر پر نہیں گئی اور وہ مطالعے کے کمرے کو ذرا سا کھلا چھوڑ کر یہ دیکھنے کے لئے بار بار چلی آتی کہ "اینوشا کس طرح سانس لے رہا ہے" اور وسیلی آنونووچ کیا کر رہا ہے۔ لیکن اس کی جھکی ہوئی پشت کے سوا اور کچھ نہ دیکھ پاتی اور اس سے اسے ایک ہلکی سی تسکین ہوتی۔ صبح کے وقت بزاروف نے اٹھنے کی کوشش کی۔ اس کا سر بھاری اور چکراتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی ناک سے خون بہنے لگا۔ وہ پھر لیٹ گیا۔ وسیلی آنونووچ اس کے پاس خاموش بیٹھا رہا۔ ارینا ولاسی یفنہ اس کے پاس اندر آ گئی اور اس سے پوچھنے لگی "وہ کیسا ہے" اس نے جواب دیا "بہتر" اور دیوار کی طرف کروٹ لے لی۔ وسیلی آنونووچ نے اپنی بیوی کو دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا۔ اس نے اپنے ہونٹ بھینچ لئے تاکہ رونے کی آواز نہ نکل سکے اور وہاں سے چلی گئی۔ معلوم ہوا کہ گھر میں اچانک اندھیرا

ہوگیا ہے۔ ہر شخص اداس نظر آنے لگا۔ ایک عجیب خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ زور زور سے بانگ دینے والے مرغے کو پکڑ کر باہر لے گیا اور اس کی سمجھ میں کچھ نہ آسکا کہ آخر اُس کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جا رہا ہے۔ بزاروف اب تک دیوار کی طرف مُنہ کئے لیٹا ہوا تھا۔ ویسلی آئونووچ نے بہت سے سوالوں سے اُسے اپنی طرف مخاطب کرنا چاہا لیکن ان سوالوں سے بزاروف کو اور بھی تھکن اور اکتاہٹ محسوس ہوئی اور بے چارہ بوڑھا ڈاکٹر آرام کرسی میں دھنس گیا ــــــ بالکل ساکت اور چپ۔ صرف اپنی انگلیوں کو کبھی کبھار چٹخاتا۔ وہ کچھ دیر کے لئے باغ میں گیا۔ وہاں وہ ایک مجسمے کی طرح کھڑا رہا جیسے وہ ایک ناقابل بیان ہیجان اور گھبراہٹ کا شکار ہوگیا ہو حیرانی کا تاثر اس کے چہرے سے کبھی دور نہیں ہوا، پھر وہ اپنے بیٹے کے پاس واپس چلا گیا۔ اور اپنی بیوی کے سوالوں کو ٹالنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس کی بیوی نے آخرکار اس کو بازو سے پکڑ لیا اور پورے جذبات کے ساتھ اسے دھمکاتے ہوئے پوچھا " بتاؤ اس کو کیا ہوگیا ہے ؟" اور پھر وہ آپے میں آیا اور اس کے جواب میں اس نے اپنے آپ کو مسکرانے پر مجبور کیا۔ لیکن وہ یہ دیکھ کر خود ہی ڈر گیا کہ مسکرانے کی بجائے اس پر قہقہہ لگانے کا دورہ پڑ گیا تھا۔ اس نے صبح کے وقت ایک ڈاکٹر کو بلوا بھیجا تھا۔ اس نے سوچا کہ بیٹے کو اس کی اطلاع دینا ضروری ہے ورنہ وہ بہت ناراض ہوگا۔ بزاروف نے یکایک صوفے پر کروٹ لی اور اپنے باپ کو جھکی ہوئی نظروں سے

ویسلی ائونووچ نے اسے پانی دیا اور پانی دیتے ہوئے اس نے اس کی پیشانی چھو کر دیکھی۔ اس میں سے آگ نکل رہی تھی " گورنر"، بزاروف نے دھیمی اور خوابیدہ آواز میں کہنا شروع کیا " برا حال ہوا ہے۔ میں متعدی مرض میں گرفتار ہوگیا اور چند دنوں میں آپ کو مجھے دفن کرنا پڑے گا۔"

ویسلی ائونووچ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا جیسے کسی نے اس کے پیروں میں ایک ڈنڈا جما دیا ہو۔

" یف گینی" اس نے ہکلاتے ہوئے کہا " تمہارا کیا مطلب ہے ــ خدا تم پر رحم کرے۔ تم کو ٹھنڈ لگ گئی ہے۔"

" ہش" بزاروف نے جان بوجھ کر مداخلت کی " ایک ڈاکٹر کو اس طرح کی بات کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ زہر پھیلنے کی ساری علامتیں موجود ہیں۔ یہ آپ کو خود بھی معلوم ہے۔"

" کہاں ہیں علامتیں، ہاں چھوت کی علامتیں، زہر کی علامتیں ــ یف گینی ؟ ــــــ یا خدا "

" یہ کیا ہے ؟ بزاروف نے کہا اور اپنی قمیض کی آستین اوپر چڑھاتے ہوئے اس نے اپنے باپ کو ڈراونے سرخ داغ دکھائے جو اس کے بازو پر اُبھر رہے تھے۔

ویسلی آئیونووچ تھرا رہا تھا اور دہشت سے اس کا جسم شل ہوگیا تھا۔

" اگر فرض کرو ــــــ " اس نے آخرکار کہا " اگر اسے مان بھی لو

مان لو کہ تمھیں کچھ   اس قسم کی چھوت لگ گئی ہے ۔"

"پاپئیا" اس کے بیٹے نے کہا۔

"ارے — ارے — کچھ وبائی قسم کی چیز۔"

"پاپئیا" بزاروف نے تیز اور بہت صاف آواز میں دہرایا "کیا آپ اپنی ڈاکٹری کی چیزیں بھلا بیٹھے ہیں۔

"اچھا — اچھا — جیسی تمھاری مرضی — بہرحال ہم تمھیں اچھا کر دیں گے۔"

"خوب — بے کار بات ہے۔ لیکن یہ کوئی اہم بات نہیں۔ مجھے امید نہیں تھی کہ میں اتنی جلدی مر جاؤں گا۔ سچ پوچھیے تو یہ بہت ہی ناخوشگوار سانحہ ہے۔ چلیے یہی وقت ہے کہ آپ اور اماں اپنے مذہبی اعتقاد کا پورا پورا امتحان لیں۔" اس نے تھوڑا سا پانی پیا "میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں — اس سے پہلے کہ میرا دماغ میرے قابو سے باہر ہو جائے کل یا پرسوں میرا دماغ، جانتے ہیں، جواب دے جائے گا۔ اس وقت بھی مجھے یقین نہیں کہ میں اپنے خیالات کا اظہار ٹھیک ٹھیک کر رہا ہوں۔ ابھی یہاں پڑا پڑا میں دیکھ رہا تھا کہ سرخ کتے میرے گرد چکر لگا رہے ہیں اور آپ اپنی انگلی سے میری طرف اشارہ کر رہے ہیں جیسے میں کوئی جنگلی مرغ ہوں۔ جیسے میں شراب کے نشے میں ہوں مجھے اچھی طرح سمجھ رہے ہیں؟"

"یقین کرو، یف گینی تم بالکل اچھی طرح بول رہے ہو۔"

"یہ اور بھی اچھی بات ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ کسی کو ڈاکٹر بلانے کے لیے بھیجیں گے۔ آپ نے یہ اپنی تسکین کے لیے کیا تھا — اور میری تسکین کے لیے بھی ایک آدمی کے ذریعہ پیغام —"

"ارکادی نکولائیچ کو؟"

"ارکادی نکولائیچ کون ہے؟" بزاروف نے کہا جیسے اُسے شبہہ ہو رہا ہو "اوہ — وہ — وہ چوزہ —! نہیں اسے چھوڑیے وہ تو اب کوا بن گیا ہے۔ حیران نہ ہوئیے۔ اسے سرسام نہ سمجھیے۔ ابھی ایسا نہیں۔ آپ ایک آدمی کو پیغام دے کر مادام اودن تسوف کے یہاں بھیجیے — انا سرگے یفنہ کے یہاں — وہ ایک خاتون ہیں — ان کی ایک جاگیر ہے — کیا آپ جانتے ہیں؟" (وسیلی ایوانووچ نے سر ہلایا — "ہاں") "کہیے یف گینی بزاروف اپنا سلام بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ مر رہا ہے۔ کیا آپ ایسا کریں گے؟"

"ہاں۔ میں ایسا کروں گا — لیکن، یف گینی، کیا تمھارے لیے مرنا ممکن ہے؟ ذرا سوچو، اس کے بعد خدا کے انصاف کا کیا ہو گا؟"

"میں یہ سب کچھ نہیں جانتا۔ صرف آدمی بھیج دیجیے۔"

"میں ابھی فوراً آدمی بھیجتا ہوں۔ اس کے ہاتھ میں خود ایک خط بھی بھیج دوں گا۔"

"نہیں۔ آخر کیوں؟ کہتے ہیں سلام بھیجتا ہوں۔ اس سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اور اب میں اپنے جہنم میں جاتا ہوں۔ عجیب!

میں خیالات کو موت پر جمانا چاہتا ہوں اور اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا میں ایک طرح کی دھند دیکھتا ہوں اور کچھ بھی نہیں، اور کچھ بھی نہیں۔"

پھر کرب کے ساتھ اس نے دیوار کی طرف کروٹ بدل لی۔ ویسلی آئونووچ مطالعے کے کمرے سے باہر نکلا اور مشکل سے اپنے آپ کو گھسیٹتا ہوا اپنی بیوی کی آرام گاہ تک لے جا سکا۔ وہاں پہنچ کر وہ حضرت مسیح کی تصویر کے سامنے اپنے گھٹنوں پر گر گیا۔

"دعا کرو، ارینا، ہمارے لئے دعا کرو" وہ بڑبڑایا "ہمارا بیٹا مر رہا ہے۔"

دیہی ضلع ڈاکٹر جس کے پاس کاسٹک بھی نہیں تھا وہاں پہنچا۔ مریض کو دیکھتے ہوئے اس نے اس کو ٹھنڈک پہنچانے کے لئے علاج کی تجویز کی اور اس دوران میں اس کی صحت کے امکانات کے بارے میں چند باتیں کہیں۔

"کیا تم نے اپنے علاقے میں ایسے آدمیوں کو دیکھا ہے جو جنت نہ سدھارے ہوں؟" بزاروف نے کہا اور اچانک قریب پڑی ہوئی میز کا پایہ پکڑ کر اسے اٹھا لیا اور ادھر ادھر گھمایا اور دور پھینک دیا۔ "قوت ہاں قوت"۔۔۔ "طاقت یہیں ہاں طاقت ہے" وہ جھنجھلایا "ہر چیز یہاں ساکت ہے اور مجھے مرنا ہے۔۔۔ ایک بڈھے کو کم از کم اپنے کو زندگی سے الگ کرنے کا موقع ملتا ہے لیکن میں۔۔۔ لیکن میں۔۔۔ ارے جاؤ اور موت کو غلط ثابت کرو اور موت تمہیں غلط

گی۔۔۔ اور بس قصہ ختم! وہاں کون رو رہا ہے؟" اس نے ذرا رک کر کہا "اماں؟ بے چاری اب وہ چقندر کا شوربہ کسے پلائیں گی؟ آپ ویسلی آئونووچ۔۔۔ اچھا آپ بھی منہ بسور رہے ہیں؟ ہاں میں سمجھتا ہوں۔۔۔! کیوں۔ اگر عیسائیت آپ کے کام نہیں آتی تو آپ فلسفی بن جائیے۔۔۔ ہر چیز سے بے نیاز۔۔۔ ایک دہریہ اور کیا نہیں؟ کیا آپ نے کبھی ڈینگ نہیں ماری تھی کہ آپ فلسفی ہیں؟"

"میں اور فلسفی؟" ویسلی آئونووچ نے رندھی آواز میں کہا اور آنسو اس کے رخساروں پر بے دھڑک ڈھلکتے رہے۔

بزاروف کی حالت ہر گھنٹہ بگڑتی چلی گئی۔ مرض کی شدت تیزی سے بڑھتی جا رہی تھی جو عمل جراحی کے زخم میں زہر پیدا ہو جانے کی علامت ہے۔ اس نے اب تک ہوش نہیں کھویا تھا۔ اور اس سے جو کچھ اس سے کہا جاتا تھا وہ سمجھ لیتا تھا۔ وہ اب بھی جدوجہد کر رہا تھا "میں اپنی قوت کھونا نہیں چاہتا" وہ اپنی مٹھیوں کو بھینچ کر بڑبڑایا "یہ سب کیسا واہیات ہے" پھر وہ فوراً پکار اٹھتا "چلو آٹھ میں سے دس نکال لو اور اب بتاؤ کیا باقی رہتا ہے؟" ویسلی آئونووچ ادھر ادھر چلتا پھرتا معلوم ہوتا تھا کہ اس پر کوئی آسیب سوار ہے۔ وہ ایک علاج بتاتا پھر دوسرا اور آخر میں وہ کچھ نہ کر پاتا۔ صرف اپنے بیٹے کے پیروں کو جھک کر چھپا دیتا۔ "ٹھنڈی پٹی لگا کر دیکھو۔۔۔ متلی کرانے والی۔۔۔ رائی کا پلاسٹر پیٹ پر لگاؤ۔۔۔ خون نکل رہا ہے" وہ بڑی کوشش

کے بعد بڑبڑاتا۔ ڈاکٹر جسے اس نے التجا کرکے روک رکھا تھا۔ اس سے اتفاق کرتا اور مریض کو لیمونیڈ پینے کے لیے بتاتا۔ اور خود اپنے لئے اس نے حقہ اور کچھ گرمی اور قوت پیدا کرنے والی چیز لانے کے لئے کہا۔ یعنی برانڈی۔ ارینا واسے یفنہ ایک پست اسٹول پر دروازے کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد باہر دعا مانگنے کے لئے چلی جاتی۔ چند ہی دن پہلے اس کے ہاتھ سے آئینہ پھسل کر گرا تھا اور چکنا چور ہوگیا تھا اور وہ اسے ہمیشہ ایک برا شگون سمجھتی تھی۔ انفیوسشکا بھی اس سے کچھ نہ کہہ سکی۔ تیموفیچ نامی اور دن تسوفنک کے یہاں چلا گیا تھا

بزاروف کی رات بری طرح گزری —— وہ بہت زیادہ بخار کی اذیتوں میں مبتلا رہا۔ صبح کے قریب اسے کچھ سکون ملا۔ اس نے ارینا واسے یفنہ کو بلوایا۔ اس سے اپنے بال میں کنگھا کرنے کو کہا اس کے ہاتھ کو چوما اور چائے کے دو گھونٹ پی گیا۔ وسیلی ایوانووچ میں ایک ذرا سی جان پیدا ہوئی۔

"خدا کا شکر" وہ اعلانیہ کہتا رہا "بحران کا وقت آرہا ہے۔ اب بحران قریب آرہا ہے"

"دیکھو —— ہاں ذرا سوچو" بزاروف بڑبڑایا "ایک لفظ کیا کچھ کرسکتا ہے، وہ اسے مل گیا ہے" اس نے کہا "بحران" اور اسے سکون ہوگیا۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ انسان الفاظ پر اتنا یقین رکھتا ہے۔ اگر اب مثلاً

سے کوئی کہہ دے کہ وہ بے وقوف ہے تو وہ ہار تو نہیں مانے گا۔ لیکن وہ بہت دُکھی ہوگا۔ اُسے تم عقلمند کہہ دو۔ اوہ تو پھر خوشی سے پھولا نہیں سمائے گا۔ اگر تم اسے اس کے پیسے دیے بغیر چلے جاؤ"

بزاروف اس مختصر سی تقریر نے اس کی پچھلی طنز سے بھری ہوئی جملے بازیوں کی یاد دلائی۔ اور اس چیز نے وسیلی ایوانووچ پر بہت اثر کیا۔

"شاباش! بہت خوب کہا، بہت اچھے!" وہ چلایا اور اس نے اپنے ہاتھوں کو اس طرح اٹھایا جیسے تالیاں پیٹ رہا ہو۔

بزاروف ایک حزنیہ ہنسی ہنسا

"اچھا تم کیا سمجھتے ہو؟" اس نے کہا "کیا بحران ختم ہوگیا ہے یا بحران آنے والا ہے؟"

"تم بہتر ہو، مجھے تو ایسا ہی نظر آتا ہے۔ اس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے" وسیلی ایوانووچ نے جواب دیا۔

"اچھا —— یہ بہت اچھی بات ہے۔ خوشی کبھی بے کار نہیں جاتی اور آپ کو یاد ہے؟ کیا آپ نے اس کے پاس آدمی بھیجا۔ کیا بھیجا آدمی؟"

"یقیناً۔ میں نے بھیجا ہے"

بہتری کی صورت زیادہ دیر تک قایم نہیں رہی مرض نے پھر حملہ شروع کردیا۔ وسیلی ایوانووچ بزاروف کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایسا لگتا تھا کہ بوڑھا ڈاکٹر کسی اور تکلیف دہ خیال کی اذیت میں مبتلا ہے۔ کئی بار بولنے کے لئے اس کے لب ہلے لیکن وہ بول نہ سکا۔

"یف گینی" اس نے آخر کہا "میرے بیٹے ——— میرے ——— پیارے بیٹے!"

تخاطب کے اس غیر معمولی انداز نے بزاروف پر اثر کیا۔ اس نے اپنے سر کو ذرا موڑا اور صاف ظاہر تھا کہ اس نے اپنی خود فراموشی کے بوجھ سے لڑتے ہوئے مشکل سے صرف اتنا کہا "یہ کیا ابا جان؟"

"یف گینی!" وسیلی آئوانووچ نے سلسلہ جاری رکھا اور بزاروف کے سامنے اپنے گھٹنوں پر گر گیا۔ حالانکہ وہ اپنی آنکھیں بند کر چکا تھا اور اسے دیکھ نہ سکا "یف گینی تم پہلے سے بہتر ہو۔ خدا تمہیں اچھا کر دے گا لیکن اس وقت کا فائدہ اٹھاؤ۔ اپنی ماں کا اور میرا کلیجہ ٹھنڈا کر دو ایک عیسائی کا فرض ادا کرو۔ تم کو یہ کہنا میرے لئے کتنا مشکل ہے۔ مجھے کیا لگ رہا ہے، کیا بتاؤں ——— مصیبت! ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یف گینی! ذرا سوچو ——— کیا ———"

بڈھے ڈاکٹر کی آواز رک گئی اور اس کی ایک عجیب نظر اپنے بیٹے کے چہرے پر تیر گئی حالانکہ وہ اب تک اپنی آنکھیں بند کئے ہوئے لیٹا ہوا تھا۔

"میں انکار نہیں کروں گا اگر اس سے آپ کو سکون ملتا ہے" اس نے آخر کار کہا "لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اتنی جلدی کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ خود ہی کہہ رہے ہیں میں پہلے سے بہتر ہوں"

"اوہ ——— یف گینی ——— یقینی بہتر ہو۔ لیکن کون جانتا ہے، یہ

خدا کے ہاتھ میں ہے ——— اور فرض کی ادائیگی میں ———"

"نہیں میں ذرا انتظار کروں گا" بزاروف نے مداخلت کی "میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں کہ مشکل وقت آگیا ہے اور اگر ہم نے غلطی کی تو ——— خیر ———! لیکن آپ جانتے ہیں وہ تو بیہوش آدمیوں سے بھی حلف اٹھوا لیتے ہیں"

"یف گینی میں التجا کر رہا ہوں"

"میں ذرا انتظار کروں گا، اور اب میں سونا چاہتا ہوں" اور اس نے اپنا سر پھر تکیے پر رکھ دیا۔

اس کا بوڑھا باپ اپنے گھٹنوں پر سے اٹھا اور آرام کرسی میں بیٹھ کر اپنی داڑھی کو مٹھی میں ملتے ہوئے خود اپنی انگلیوں کو چبانے لگا ———

اسپرنگ والی ہلکی گاڑی کی آواز اس کے کانوں میں پہنچی۔ وہ آواز جو اس ویران اور جنگلی علاقے میں ایک خاص تاثر پیدا کرتی ہے۔ ہلکے پہئے قریب سے قریب تر ہوتے گئے۔ اب تو گھوڑے کے ہنہنانے کی بھی آواز سنائی دے رہی تھی۔

——— وسیلی آئوانووچ اچھل پڑا اور دوڑ کر چھوٹے سے جھروکے پر گیا۔ اس کے چھوٹے گھر کے احاطے میں ایک گاڑی آ رہی تھی جس میں دو آدمیوں کے بیٹھنے کی نشستیں تھیں اور جس میں چار گھوڑے ایک ساتھ پہلو بہ پہلو جتے ہوئے تھے۔ بغیر یہ سوچے ہوئے کہ یہ سب کیا ہے ایک بے معنی خوشی کی رو میں وہ زینوں کی طرف دوڑا ——— وردی پہنے

ہوئے ایک خدمتگار گاڑی کا دروازہ کھول رہا تھا۔ ایک خاتون سیاہ نقاب ڈالے ہوئے اور سیاہ لبادہ پہنے ہوئے گاڑی سے اتر رہی تھی۔

"میں ہوں مادام اودن تسوف" اس نے کہا "یف گینی وسیلچ اب تک زندہ ہے؟ کیا آپ اس کے والد ہیں؟ میں اپنے ساتھ ایک ڈاکٹر لائی ہوں"۔

"مہربان دیوی! ـــــ!" وسیلی انونووچ چلایا۔ اور اس کے ہاتھ کو پکڑ کر بے قراری میں تشنجی کیفیت کے ساتھ اپنے ہونٹوں پر دبانے لگا۔ اسی اثنا میں ڈاکٹر بڑی تمکنت کے ساتھ گاڑی سے اترا۔ وہ ایک پست قد آدمی تھا اور عینک لگاتا تھا اور اس کی جسمانی ساخت جرمنوں جیسی تھی۔ "اب تک زندہ ہے۔ ہاں میرا یف گینی زندہ ہے۔ اور اب وہ بچ جائے گا ـــــ یف گینی کی ماں ـــــ یف گینی کی ماں ـــــ دیکھو ـــــ آسمان سے رحمت کا فرشتہ ہمارے یہاں آگیا ہے ـــــ"

"ارے آخر اس کا کیا مطلب ہے؟ ـــــ یا اللہ" نشست گاہ سے دوڑ کر نکلتے ہوئے بوڑھی ماں نے ہکلاتی ہوئی آواز میں کہا اور جب اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو راستے ہی میں انا سرگے یفنہ کے قدموں پر گر گئی اور ایک پگلی عورت کی طرح اس کے سائے کو چومنے لگی۔

"تم کیا کر رہی ہو؟" انا سرگے یفنہ نے احتجاج کیا۔ لیکن ارینا ولاسی یفنہ نے کچھ نہ سنا اور وسیلی آئونووچ صرف دہراتا رہا "ایک فرشتہ، ایک فرشتہ"،

"اور مریض کہاں ہے؟" ڈاکٹر نے آخر کار کچھ بے صبری کے ساتھ کہا۔ وسیلی آئونووچ نے اپنے آپ کو سنبھالا "یہاں، یہاں میرے ساتھ آئیے۔ میرے معزز رفیق کار!" اس نے کہا۔

"اہ" جرمن نے ترشی سے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

وسیلی آئونووچ اسے مطالعے کے کمرے میں لے گیا "مادام اودن تسوف نے ڈاکٹر بھیجا ہے" اس نے اپنے بیٹے کے کان تک جھکتے ہوئے کہا "اور وہ خود بھی یہاں ہے۔"

بزاروف نے اچانک اپنی آنکھیں کھول دیں "کیا کہا آپ نے؟"

"میں نے کہا انا سرگے یفنہ یہاں آگئی ہے۔ یہاں موجود ہے اور ان صاحب کو لائی ہیں ـــــ ایک ڈاکٹر ـــــ تمہارے لئے ـــــ"

بزاروف نے اپنے گرد و پیش اپنی آنکھیں نچائیں "وہ یہاں ہے۔ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں ـــــ"

"تم اسے دیکھو گے یف گینی ـــــ! لیکن پہلے ہمیں ایک ڈاکٹر سے صلاح کر لینی چاہیے۔ میں انھیں شروع سے سیدور سیدورچ (یہ ضلع ڈاکٹر کا نام تھا) کے جانے تک علامت کی پوری روداد سناؤں گا اور تھوڑا بہت ہم ایک دوسرے سے مشورہ کریں گے ـــــ"

بزاروف نے ایک نظر جرمن کی طرف دیکھا "اچھا جلدی سے بات کر لیجئے۔ لیکن ہاں لاطینی زبان میں نہیں، دیکھئے میں ان کے معنے جانتا ہوں۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ جرمن زبان جانتے ہیں۔ اسکولیپیس کے نئے پیرو نے وسیلی آئونووچ سے کہنا شروع کیا۔

"ہاں ——— اچھا ہوا اگر ہم روسی زبان میں بات چیت کریں" بوڑھے باپ نے کہا۔

"اچھا تو یہ بات ہے ——— ضرور ——— ضرور ———" اور صلاح مشورہ شروع ہوگیا۔

آدھ گھنٹے کے بعد آتُونووچ کے ساتھ انا سرگے یفنہ مطالعے کے کمرے میں آئی۔ ڈاکٹر کو اس بیچ میں انا سرگے یفنہ کے کان میں یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ مریض کی شفایابی کی امید تو درکنار اس کے بارے میں سوچنا بھی بے کار ہے۔"

اس نے بزاروف کو دیکھا ——— اس پر اس کے تمتماتے اور جلتے ہوئے اور ساتھ ہی پژمردہ اور افسردہ چہرے کا ایسا اثر ہوا کہ وہ ساکت دروازے ہی میں کھڑی رہ گئی۔ اس نے صرف دہشت محسوس کی۔ ایک طرح کی سرد اور گھٹی ہوئی دہشت۔ اسی لمحے اس کے دماغ میں یہ خیال گونج گیا کہ اگر اس سے واقعی اسے محبت ہوتی تو وہ ایسا محسوس نہ کرتی۔

"شکریہ!" اس نے کرب کے ساتھ کہا "مجھے اس کی امید نہ تھی یہ بڑی نوازش ہے ——— اچھا تو ہم ایک دوسرے سے پھر مل رہے ہیں ——— جیسا کہ تم نے وعدہ کیا تھا؟

"انا سرگے یفنہ کتنی مہربان ہیں" ویسلی آتُونووچ نے کہنا شروع کیا۔

"ابا ہمیں تنہا چھوڑ دیجئے" انا سرگے یفنہ مجھے امید ہے کہ تم اب تو اس کی اجازت دو گی ———؟"

اس نے اپنا سر ہلایا اور اس کا پھیلا ہوا بے بس ڈھانچہ نمایاں ہوگیا۔ ویسلی آتُونووچ باہر چلا گیا

"اچھا۔ شکریہ" بزاروف نے دہرایا "کیا شاہی شان ہے۔ کہتے ہیں بادشاہ بھی مرتے ہوئے انسانوں کو جا کر دیکھتے ہیں۔"

"یفنہ گینی ویسلیچ ——— مجھے امید ہے کہ ———"

"آہ انا سرگے یفنہ، ہمیں سچی بات کہنی چاہیے۔ میرا قصہ ختم ہوا میں پہیئے کے نیچے آچکا ہوں اس لئے اب یہ بات صاف ہوگئی ہے کہ مستقبل کے بارے میں سوچنا فضول ہے۔ موت ایک پرانا مذاق ہے۔ لیکن ہر آدمی کے ساتھ موت نئی بن کر آتی ہے۔ اب تک میں خوف زدہ نہیں ہوں ——— لیکن اب بے ہوشی سی آرہی ہے اور اب سب کچھ ختم ہے ——— !" اس نے بہت ہلکے ہلکے اپنے ہاتھ کو دبایا۔ "اچھا ——— میں تم سے کہنا کیا چاہتا تھا۔ ہاں ——— میں تم سے محبت کرتا تھا۔ اس کا پہلے بھی کوئی معنی مطلب نہیں تھا اور اب تو اور بھی نہیں ——— محبت ایک جسم ہے ایک ڈھانچہ ہے اور اب میرا ڈھانچہ خود ٹوٹ رہا ہے۔ اچھا کہو ——— تم کتنی پیاری ہو ——— اور یہاں تم کھڑی ہو ——— کتنی خوب صورت، کتنی کومل ۔"

غیر ارادی طور پر انا سرگے یفنہ کانپ گئی۔۔

کوئی پروا نہیں، گھبراؤ مت، پریشان نہ ہو وہاں بیٹھ جاؤ

میرے قریب نہ آؤ۔ جانتی ہو میری بیماری چھوت والی بیماری ہے۔"

اناسرگے یغنہ نے تیزی سے کمرے کو پار کیا اور آرام کرسی پہ صوفے کے پاس بیٹھ گئی جس پر بزاروف پڑا ہوا تھا

"نیک دل" اس نے سرگوشی کے لہجے میں کہا "اوہ ـــ کتنی قریب ـــ اور کتنی جوان، کتنی شاداب اور شگفتہ اور پاک ـــ اس منحوس کمرے میں ـــ اچھا الوداع ـــ بہت دنوں زندہ رہو یہی سب سے بڑی بات ہے۔ اور اس کا فائدہ اٹھاؤ۔ قبل اس کے کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے۔ ابھی وقت ہے۔ تم دیکھ رہی ہو کتنا بھیانک منظر ہے آدھا کچلا ہوا کیڑا۔ لیکن اب تک تڑپ رہا ہے اور جانتی ہو میں نے بھی سوچا تھا میں بہت سی چیزیں توڑ ڈالوں گا، ملیامیٹ کر دوں گا، تاراج کر دوں گا مگر میں خود نہیں مروں گا۔ آخر میں کیوں مروں گا؟ کتنے بہت سے مسائل حل کرنا تھے۔ اور میں تو ایک دیو تھا۔ اور اب دیو کے سامنے صرف ایک مسئلہ ہے۔ کس طرح عزت کے ساتھ مرا جائے۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ خیر پرواہ نہ کرو ـــ میں کتے کی طرح اپنی دم نہیں ہلاؤں گا۔"

بزاروف خاموش تھا اور اپنے ہاتھ سے گلاس چھونے کی کوشش کر رہا تھا۔ اناسرگے یغنہ نے دستانہ اتارے بغیر اسے پینے کے لیے گلاس بڑھایا اور اس دوران میں کچھ دبی سی سانس لیتی رہی۔

"تم مجھے بھول جاؤگی" اس نے پھر کہنا شروع کیا "مردہ زندوں

کا ساتھی نہیں بن سکتا۔ میرے ابا جان تو آپ سے کہیں گے کہ روس کیسا آدمی کھو رہا ہے ـــ خیر یہ تو خرافات ہے۔ لیکن میرے بوڑھے باپ کی تردید نہ کرنا۔ کوئی کھلونا ہو اس سے بچے کا جی بہلتا ہے ـــ اماں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا۔ ایسے انسان تمہاری وسیع دنیا میں نہیں ملیں گے چاہے تم دن کی روشنی میں ہی کیوں نہ چراغ لے کر ڈھونڈو ـــ روس کو میری ضرورت تھی ـــ نہیں، یہ صاف ہے۔ یہ طے ہے کہ میری ضرورت نہیں تھی۔ اور پھر ضرورت ہوتی کس کی ہے؟ چمار کی ضرورت ہوتی ہے۔ درزی کی ضرورت ہوتی ہے۔ قصاب کی ضرورت ہوتی ہے ـــ وہ ہمیں گوشت دیتا ہے ـــ قصاب ـــ رکو ـــ ٹھہرو ـــ ایک ذرا ـــ میں الجھ رہا ہوں ـــ چکرا رہا ہوں ـــ دیکھو یہاں ایک جنگل ہے ـــ"

بزاروف اپنا ہاتھ بھوؤں تک لے گیا

اناسرگے یغنہ اس پر جھک گئی "یوگینی وسیلی وچ ـــ دیکھو میں یہاں ہوں ـــ"

اس نے فوراً اپنا ہاتھ ہٹا لیا اور اٹھنے لگا

"الوداع ـــ" اس نے یکایک بڑی شدت سے کہا اور اس کی آنکھوں میں آخری چمک پیدا ہوئی "الوداع ـــ سنو ـــ تم جانتی ہو جب میں نے تمہیں بوسہ نہیں دیا تھا ـــ آؤ اب بجھتے ہوئے چراغ پر ایک پھونک مارو ـــ اور اسے بجھا دو۔ اسے بجھ جانے دو ـــ"

انا سرگے یفنہ نے اس کی پیشانی پر اپنے لب رکھ دیے۔

"بس" وہ بڑبڑایا اور پھر تکیے پر گر گیا۔ "اب —— اندھیرا"

انا سرگے یفنہ آہستہ آہستہ دبے پاؤں باہر چلی گئی۔ "اچھا؟"

بیلی انٹونووچ نے سرگوشی کے انداز میں اس سے پوچھا۔

"وہ سو گیا ہے" اس نے اتنی دھیمی آواز میں جواب دیا کہ مشکل سے سنائی دے سکا۔

شام ہوتے ہوتے وہ بے ہوش ہو گیا اور دوسرے دن مر گیا۔ فادر اگری نے اس کے جنازے پر آخری رسوم کی ادائیگی کا فرض انجام دیا۔ جب اسے مقدس روغن سے مسح کرایا گیا۔ اور اس کے سینے پر مقدس روغن کی مالش کی گئی تو اس کی ایک آنکھ کھلی ہوئی تھی اور ایسا معلوم ہوا کہ جیسے پادری کو اس کے منصبی پوشاک میں عود دان سے اٹھتے ہوئے دھوئیں اور مجسے کے سامنے جلتے ہوئے چراغ کو دیکھ کر اس کے مردہ چہرے پر ہراس اور خوف کی ایک کپکپی سی دوڑ گئی۔ جب آخر کار اس نے اپنی آخری سانس لی اور دم توڑ دیا۔ اور اس کے بعد گھر میں سب لوگ آہ و زاری میں کھو گئے تو وسیلی آنٹونووچ پر ایک ہیجان اور غصے کا بھوت سوار ہو گیا۔ "میں نے کہا میں بغاوت کر دوں گا" وہ اپنی بھاری آواز میں زور سے چیخا۔ اس کا تمتمایا ہوا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور خد و خال بگڑ گئے تھے۔ وہ اپنی مٹھی ہوا میں لہرا رہا تھا جیسے کسی کو دھمکا رہا ہو۔ "اور —— اور —— میں بغاوت کرتا ہوں۔ میں باغی ہوں ——" لیکن ارینا ولاسے یفنہ نے جو آنسوؤں میں ڈوبی

ہوئی تھی اپنے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں ڈال دیے اور پھر دونوں ایک ساتھ منہ کے بل نیچے گر گئے۔ "ایک دوسرے کی بغل میں۔ ایک ساتھ" انفی سیوشکا نے سہ پہر کے وقت ملازموں کے کمرے میں یہ واقعہ بیان کیا۔ "دونوں نے اپنے سر جھکا لئے۔ جیسے دوپہر کی دھوپ میں بھیڑ کے بچے اپنا سر جھکا لیتے ہیں —— ہے ہے بے چارے!"

لیکن دوپہر کی لو لپٹ گزر جاتی ہے۔ شام آتی ہے۔ رات آتی ہے اور پھر وہ لمحہ بھی آتا ہے جب انسان ایک مہربان پناہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جہاں تھکے ہارے زخم خوردہ انسان کو بھی نیند آ جاتی ہے ایک میٹھی نیند۔

۲۸

چھ مہینے بیت چکے تھے۔ برف آلود جاڑے نے اپنی بے ابر برف باری
کے ساتھ ایک ظالمانہ سکوت کا سماں پیدا کر دیا تھا۔ چرمراتی ہوئی برف کی
موٹی چادریں بچھ گئی تھیں۔ چمنیوں کے اوپر دھوئیں کے چھلے ناچتے ہوئے نظر
آتے تھے۔ ایک لمحے کو بھی دروازہ کھلتا تو اس میں سے بھاپ کا طوفان دوڑ
کر باہر نکلنے لگتا۔ لوگوں کے چہرے ڈنک مارتی ہوئی سردی سے شگفتہ اور
شاداب نظر آتے۔ اور برف کی تہوں پر ٹھٹھرے ہوئے گھوڑوں کی تیز تیز
ٹاپوں کی آواز سنائی دیتی۔ جنوری کا دن ڈھل رہا تھا۔ خاموش اور بے
حرکت ہوا میں دن کے مقابلے میں اور زیادہ شدید اور تیکھی سردی رچ رہی
تھی۔ اور غروب ہوتے ہوئے سورج کی زرد روشنی تیزی سے دم توڑ
رہی تھی۔ میرینو کے مکان کی کھڑکیاں جھلملا رہی تھیں۔ پروکوفچ اپنا کالا
فراک کوٹ اور سفید دستانے پہنے ہوئے تھا۔ اس نے ایک خاص اہتمام
وقار اور ضابطے کے ساتھ سات آدمیوں کے لئے میز پر کھانا چنا۔ ایک ہفتہ

قبل چھوٹے سے فرانسیسی گرجے میں دو شادیاں رچائی گئی تھیں ـــــ یہ
شادیاں خاموشی ہوئی تھیں اور تقریباً بغیر کسی گواہ کے۔ یہ شادیاں تھیں آرکاڈی
اور کاتیا کی ـــــ اور ـــــ نکولائی پتروویچ اور فینچکا کی۔ اور اس دن
نکولائی پتروویچ اپنے بھائی کو الوداعی کھانا کھلا رہا تھا۔ اس کا بھائی خاص
کام سے ماسکو جا رہا تھا۔ انا سرگے یفنا بھی رسم شادی کے ختم ہوتے ہی وہاں
گئی تھی اور اس نے نئے جوڑے کو بہت خوب صورت اور قیمتی تحفے دئے تھے۔
تین بجے کے لگ بھگ وہ سب میز پر جمع ہو گئے۔ تیا بھی وہاں موجود
تھا۔ اس کے ساتھ ایک نرس تھی جو زربفت کا لباس پہنے ہوئے تھی پاول پتروویچ
کاتیا اور فینچکا کے درمیان بیٹھا تھا۔ دونوں شوہر اپنی اپنی بیویوں کے پاس
بیٹھ گئے۔ یہ لوگ کب کے بدل چکے تھے۔ وہ سب دیکھنے میں زیادہ مضبوط
جیالے اور خوش نظر آتے تھے۔ صرف پتروویچ پہلے سے دبلا ہو گیا تھا جس کی
وجہ سے اس کے تیکھے بولتے ہوئے خد و خال کے ٹھاٹھ اور جاگیردارانہ وقار میں
اور رنگ پیدا ہو گیا تھا ـــــ اور فینچکا پہلے سے بدل گئی تھی۔ وہ ایک نیا
ریشمین گاؤن پہنے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی گردن میں ایک سونے کی زنجیر
پڑی ہوئی تھی اور سر پر مخمل کا رومال بندھا ہوا تھا۔ وہ ایک سنجیدہ خاموشی
اور سکون کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اور وہ خود اپنے آپ کو اور ان تمام
چیزوں کو جن کے درمیان وہ گھری تھی عزت کی نظر سے دیکھ رہی تھی۔
اور مسکرا رہی تھی جیسے کہنے والی ہو ـــــ "معاف کیجئے میں قصوروار نہیں۔"
اور صرف وہ نہیں بلکہ اور دوسرے لوگ بھی مسکرا رہے تھے اور وہ بھی

معذرت خواہ نظر آرہے تھے۔ وہ سب ایک طرح کی بے موقعگی محسوس کر رہے تھے گویا افسوس کر رہے ہوں لیکن حقیقت میں وہ بہت خوش تھے۔ وہ سب ایک دوسرے کی طرف ایک پُر مذاق توجہ کا اظہار کر رہے تھے۔ جیسے ان لوگوں نے آپس میں ایک بے رنگ سوانگ رچانے کا پہلے ہی سے فیصلہ کر لیا تھا۔ کاتیا ان میں سب سے زیادہ محتاط اور متانت کے ساتھ بیٹھی تھی۔ وہ بڑے اعتماد کے ساتھ اپنے ارد گرد دیکھ رہی تھی اور یہ چیز بہت آسانی سے دیکھی جا سکتی تھی۔ نکولائی پتروویچ ابھی سے اس کا گرویدہ ہو گیا تھا۔ کھانے کے اختتام پر وہ کھڑا ہو گیا اور ہاتھ میں گلاس لے کر پاول پتروویچ کی طرف مڑا۔

"آپ ہمیں چھوڑ رہے ہیں — آپ ہمیں چھوڑ رہے ہیں میرے پیارے بھائی — یقیناً آپ بہت دنوں کے لئے نہیں جا رہے ہیں۔ پھر بھی میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جو کچھ میں — جو کچھ ہم — میں کتنا — ہم کتنے —! اور کیا بتاؤں۔ کتنی بری بات ہے کہ ہم تقریر کرنا بھی نہیں جانتے۔ ارکادی، تم بولو۔"

"نہیں ابا — میں نے کوئی تیاری نہیں کی ہے۔"

"اور میں تو جیسے بہت ہی تیاری کر کے آیا تھا! اچھا بھائی، بس صرف اتنا کہوں گا کہ ہم ایک بار آپ سے گلے مل لیں۔ آپ کی عافیت اور خیریت کے لئے دعا کریں۔ خدا کرے آپ جلد از جلد پھر ہمارے پاس واپس آجائیں۔"

پاول پتروویچ نے ہر شخص کو بوسے دئے۔ ہاں اس نے متیا کو بھی نہیں چھوڑا۔ جہاں تک فینچکا کا تعلق تھا اُسے بھی اس کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔

ابھی اُسے ٹھیک طرح سے بوسے کے لئے ہاتھ بڑھانا بھی نہیں آیا تھا۔ پاول پتروویچ نے اپنا گلاس پیتے ہوئے جسے دوبارہ بھرا گیا تھا، ایک گہری ٹھنڈی سانس کے ساتھ کہا "میرے اچھے دوستو — خدا تمھیں خوش و خرم رکھے! اچھا الوداع" اس خاص انگیزی اختتام کو کسی نے محسوس نہ کیا۔ لیکن ان میں سے ہر شخص متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"بزاروف کی یاد میں" کاتیا نے اپنے شوہر کے کان میں اس کے گلاس کو اپنے گلاس کو ٹکراتے ہوئے کہا۔ ارکادی نے جواب میں اس کا ہاتھ گرمجوشی سے دبایا۔ لیکن بلند آواز میں سے یہ کہنے کی ہمت نہ ہو سکی۔

قصہ ختم ہوا۔ کیوں؟ لیکن شاید کچھ لوگ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ دُو دوسرے کردار اس وقت کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ آئیے دیکھیں تو سہی —

انا سرگے ییفنا نے ایک روس کے ہونے والے رہنما سے شادی کر لی ہے۔ یہ شادی محبت کا نتیجہ نہیں بلکہ مصلحت کا تقاضا ہے وہ ایک بہت چالاک آدمی ہے۔ وہ ایک وکیل ہے۔ اس کی طبیعت حد درجہ عملی قسم کی ہے۔ وہ دھن کا پکا ہے اور اس کی بات چیت میں بڑی طراری اور بہاؤ ہے۔ وہ ابھی جوان، نیک طبیعت اور برف کی طرح سرد ہے وہ ایک ساتھ بڑے سکون سے گھل مل کر رہتے ہیں اور شاید وہ آدھی طرح زندگی مکمل خوشی حاصل کریں گے — شاید محبت! شہزادی مر چکی ہے اور اسی دن بھلائی جا چکی ہے۔ جس دن وہ مری — کرسانوف

دونوں باپ بیٹے میرینو میں رہتے ہیں۔ ان کی قسمت پھر پلٹا کھا رہی ہے ارکادی نے بڑے جوش و خروش سے جاگیر کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور اب "فارم" سے اچھی خاصی آمدنی ہونے لگی ہے۔ نکولائی پتروویچ ایک ثالث مقرر ہو گیا ہے جس کا کام آزادی کی اصلاحات پر عمل کرانا ہے۔ وہ اپنی پوری قوت سے کام کر رہا ہے۔ وہ اپنے علاقے میں ہمیشہ گاڑی پر دورے کیا کرتا ہے۔ وہ لمبی لمبی تقریریں جھاڑا کرتا ہے (اس کا خیال ہے کسانوں میں چیزوں کے سمجھنے کا شعور "پیدا کرنا چاہئے یعنی انھیں بار بار ایک ہی بات سنا کر خاموش کر دینا چاہئے) اور پھر بھی سچی بات تو یہ ہے کہ نہ تو وہ معزز شرفا ہی کی مکمل تشفی کر سکا جو "آزادی" (اس طرح تلفظ کرتے ہیں جیسے یہ کوئی فرانسیسی لفظ ہو) کے بارے میں مایوسی اور وضعداری کے ساتھ بات کرتے ہیں اور نہ اس نے غیر تہذیب یافتہ لوگوں کو ہی خوش کیا جو بے تحاشا "کم بخت آزادی" کو کوسا کرتے ہیں۔ وہ اتنا نرم دل ہے کہ دونوں میں سے کسی کو خوش نہیں کر سکتا۔

کترینا سرگے یفنہ کی گود میں ایک بچہ ہے۔ ننھا نکولائی۔ اور اب متیا خوش خوش اچھلتا کودتا بھاگا پھرتا ہے اور فر فر بولتا ہے۔ فنیچکا فدوسیا نکولا یفنہ اپنے شوہر اور متیا کے بعد سب سے زیادہ اپنی بہو کا مان آدر کرتی ہے اور اگر وہ پیانو بجاتی ہو تو وہ خوشی سے دن بھر اس کے پاس کھڑی رہنا پسند کرتی ہے۔ چلتے چلاتے ایک لفظ پائٹر کے بارے میں بھی!

وہ اپنی حماقت اور وقار میں کافی سخت ہو گیا ہے۔ لیکن اب اس کا بھی

بیاہ ہو گیا ہے۔ اس کو اپنی دلہن کے ساتھ کافی اچھا جہیز ملا ہے۔ وہ ایک بازار کے مالی کی بیٹی ہے اور اس نے اپنے دو منگیتروں کو اس لئے ٹھکرایا تھا کہ ان کے پاس گھڑی نہیں تھی۔ اور بھلا پائٹر کا کیا کہنا تھا۔ اس کے پاس نہ صرف گھڑی بلکہ اس کے پاس بکری کے کھال کے جوتوں کا ایک جوڑا بھی تھا۔

ڈرسڈن میں ــــ برہل ٹیرس میں، دو اور چار بجے کے درمیان (جو ٹہلنے کا بہت ہی عام اور خوش گوار وقت ہے) آپ کو ایک شخص ملے گا جس کی عمر لگ بھگ پچاس سال ہے۔ اس کے بال بالکل سفید ہو گئے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ گٹھیا کا مریض ہے۔ لیکن وہ اب تک وجیہ اور شکیل معلوم ہوتا ہے۔ وہ بہت نفاست سے کپڑے پہنتا ہے اور وہ ایک خاص انداز سے چلتا ہے جو صرف ایسے لوگوں کا وطیرہ ہے جنھوں نے کبھی بہت اونچے طبقوں میں اپنی زندگی بتائی ہے۔

وہ پاول پترووچ ہے۔ ماسکو سے وہ اپنی صحت کی خاطر باہر چلا گیا ہے اور اب اس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ڈریسڈن میں بود و باش اختیار کر لی ہے۔ وہاں وہ اب صرف انگریزوں اور روسی سیاحوں سے ملا کرتا ہے انگریزوں کے ساتھ وہ بہت سادگی کا برتاؤ کرتا ہے۔ ان سے بہت سادگی لیکن رکھ رکھاؤ کے ساتھ ملتا ہے۔ وہ اسے بور سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کی عزت کرتے ہیں اس لئے کہ جیسا کہ وہ کہتے ہیں وہ ایک "پکا شریف آدمی" ہے۔ روسیوں کے ساتھ وہ اور زیادہ بے تکلفی اور خوش دلی سے پیش آتا

ہے۔ خوب دل کھول کر باتیں کرتا ہے۔ خود اپنے آپ کو اور ان کو بے وقوف بناتا ہے۔ لیکن وہ یہ سب کچھ بڑے لطف، بے نیازی اور مہذب انداز میں کرتا ہے۔ وہ سلاوفل خیالات کا پیرو ہے۔ یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اونچے طبقوں میں یہ چیز طرۂ امتیاز سمجھی جاتی ہے۔ وہ کوئی روسی چیز نہیں پڑھتا۔ لیکن اس کی میز پر ایک راکھ دان رکھا ہوا ہے جس کی شکل ایک کسان کے جھالردار جوتے کی طرح ہے۔ باہر سے آنے والے سیاح اس کا بہت چرچا کرتے ہیں۔ ستوی پیچ کو یا زن سے ایک بار اس سے آکر ایک شاہانہ ملاقات کی۔ لیکن دیسی لوگ جن کے ساتھ وہ کم دیکھا جاتا ہے اس کے سامنے بالکل زمین بوس ہو جاتے ہیں اور ناک رگڑتے ہیں کوئی شخص اتنی جلدی اور مستعدی سے درباری گرجا، تھیٹر وغیرہ کے لیے ٹکٹ نہیں حاصل

کر پاتا جتنی جلدی اور مستعدی سے وہ کر لیتا ہے۔ وہ جو کچھ بھی کرتا ہے خوش اسلوبی اور نیک دلی سے کرتا ہے۔ وہ اب بھی اس دنیا میں تھوڑا بہت شور مچا لیتا ہے۔ کسی زمانے میں وہ محفلوں کا رسیا تھا اور مجلسی صحبتوں کا شیر بنا ہوا تھا۔ یہ چیز کچھ رائگاں نہیں گئی ہے۔ لیکن زندگی اس پر بوجھ ہے —— زندگی کو وہ خود جتنا بھاری بوجھ سمجھتا ہے اس سے کہیں زیادہ بھاری ہے۔ کوئی اسے روسی گرجا میں بس ایک نظر ذرا دیکھ لے جب وہ دیوار سے لگ کر ایک طرف کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس وقت اپنے خیالات میں غرق ہو جاتا ہے اور دیر تک وہ اسی طرح رہتا ہے۔

اور اس میں ایک جنبش بھی پیدا نہیں ہوتی۔ وہ اس وقت اپنے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیتا ہے —— پھر اچانک اسے ہوش آجاتا ہے اور وہ آہستگی اور انتہائی خاموشی سے مذہبی رسم کے مطابق اپنے ہاتھ باندھنے اور آنکھوں کو چومنے لگتا ہے ——

مادام لکشن بھی ملک سے باہر چلی گئی ہے۔ وہ اب ہیڈل برگ میں ہے اور اب وہ قدرتی سائنس نہیں بلکہ فن تعمیرات کا مطالعہ کر رہی ہے جس میں خود اپنے بیان کے مطابق اس نے نئے 'اصولوں' کا پتا چلایا ہے۔ وہ اب بھی طلبا سے گہرے دوستانہ تعلقات رکھتی ہے۔ خاص طور پر ایسے نوجوان روسیوں کے ساتھ جو قدرتی سائنس یا علم کیمیا کا مطالعہ کر رہے ہیں ایسے نوجوانوں سے ہیڈل برگ بھرا پڑا ہے۔ یہ روسی نوجوان پہلے تو اپنے بد ھو قسم کے جرمن پروفیسروں پر اپنے ٹھوس خیالات اور نظریات کی دھاک بٹھا دیتے ہیں اور انھیں اچنبھے میں ڈال دیتے ہیں۔ لیکن بعد میں جب ان کی بھرپور نالائقی اور مکمل کاہلی کی قلعی کھلتی ہے تو وہی پروفیسر کچھ کم حیران نہیں رہ جاتے۔ ایسے ہی دو یا تین جوان 'ماہرین کیمیا' کو ساتھ لے کر جو آکسیجن اور نائٹروجن کا فرق بھی نہیں جانتے اور جو تشکیک پسندیوں اور خود فہمیوں کے شکار ہیں۔ ستنی کاف پورے پیٹرس برگ میں اودھم مچائے ہوئے ہے اس کے ساتھ ایلیس یفیچ اعظم بھی ہے۔ ان سب کو ساتھ لے کر ستنی کاف تمام دھوم مچایا کرتا ہے۔ وہ بڑا آدمی بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور اس طرح بزعم خود وہ بزاروف کے ادھورے کام کو آگے

بڑھا رہا ہے ۔ یہ خبر گرم ہے کہ حال ہی میں اس کی کسی نے کافی پٹائی کردی
تھی ۔ لیکن اس نے سستی کا فنی انتقام لے لیا ہے ۔ اس نے ایک غیر معروف
معمولی سے اخبار میں ایک مبہم حقیر سا مضمون شائع کیا ہے اور اس میں اس
بات کا اشارہ کیا ہے کہ وہ شخص جس نے اسے اپنے ہاتھ کے جوہر دکھائے
دراصل بزدل اور ڈرپوک ہے ۔ وہ اسے طنز کہتا ہے ۔ اس کا باپ اب بھی
اُسے دھتکارتا رہتا ہے اور اس کی بیوی اُسے نرا چغد سمجھتی ہے ———
یعنی ایک ادیب قسم کا آدمی ——— !

روس کے ایک دور افتادہ گوشے میں ایک قبرستان ہے ۔ ہمارے
تمام دوسرے قبرستانوں کی طرح اس پر بھی پھٹکار اور نحوست برستی ہے
اس کے چاروں طرف گڈھے اور خندقیں ہیں ۔ ان پر ایک زمانے سے گھنی
گھاس اُگ آئی ہے جس کے اندر یہ چھپ گئی ہیں ۔ لکڑی کی بھونڈی صلیبیں ادھر
ادھر بکھری ہوئی ہیں اور چھجے کے نیچے پڑی سڑ رہی ہیں جو کبھی رنگین تھا
پتھر کی سلیں اپنی اپنی جگہ سے اکھڑ گئی ہیں اور ادھر ادھر بے ترتیبی سے پڑی
ہیں جیسے انھیں کوئی پیچھے سے ڈھکیل رہا ہے ۔ دو تین ننگے درخت بہت
کم سایہ ڈالتے ہیں ۔ مقبروں کے بیچ بھیڑیں اطمینان سے بے روک ٹوک
مٹرگشتی کرتی رہتی ہیں ——— لیکن ان مقبروں میں سے ایک مقبرہ ایسا ہے
جسے نہ آدمی نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ درندوں نے اسے روندا ہے ۔ اس پر
صرف چڑیاں آکر بیٹھتی ہیں اور پو پھٹے گاتی ہیں چہچہاتی ہیں ۔ اس کے چاروں
طرف لوہے کے تاروں کا حصار بنا ہوا ہے ۔ اس کے اوپر قبر کے دو نئے

نئے سرو نما پیڑ اُگے ہوئے ہیں ۔ ایک درخت ایک کنارے پر ہے اور دوسرا
دوسرے کنارے پر ۔ اس مقبرے میں یفگینی دفن ہے ۔ قریب ہی کے ایک
گاؤں سے اکثر دو نحیف بوڑھے انسان اس قبر پر آتے ہیں ۔ ان میں ایک
شوہر ہے اور دوسری بیوی ۔ دونوں ایک دوسرے کو سہارا دیتے ہوئے
بھاری قدموں کے ساتھ قبر تک آتے ہیں ۔ دونوں لوہے کے حصار تک جاتے
ہیں اور گھٹنے ٹیک کر بیٹھ جاتے ہیں ۔ پھر دیر تک دونوں پھوٹ پھوٹ کر
روتے ہیں ۔ اپنی آرزوؤں پر بین کرتے ہیں اور نظریں گاڑ کر اس گونگے پتھر
کو گھورتے ہیں جس کے نیچے ان کا بیٹا دبا ہوا ہے ۔ دونوں ایک دوسرے
سے ایک آدھ ٹوٹی پھوٹی بات کہتے ہیں اور پتھر سے گرد جھاڑتے ہیں
قبر کے پیڑ کی شاخ سیدھی کرتے ہیں اور پھر دوبارہ دعا کرتے ہیں اور نماز
پڑھتے ہیں ۔ ان سے اس جگہ سے جدا نہیں ہوا جاتا ۔ وہاں انھیں محسوس
ہوتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے سے قریب ہیں، بیٹے سے اور بیٹے کی یادوں سے
——— کیا ان کی دعائیں، ان کے آنسو بے کار جائیں گے بے کار
اور بے ثمر؟ کیا محبت، پاک اور مخلص محبت سب سے بڑی قوت نہیں
ہے ۔ ہر چیز سے بلند، اور ہر چیز پر چھائی ہوئی؟ مقبرے میں چھپا ہوا دل
کتنا ہی جذباتی، گنہگار اور باغی کیوں نہ ہو اس کے اوپر اُگتے اور مسکراتے
ہوئے پھول خاموشی کے ساتھ اپنی معصوم آنکھوں سے ہماری طرف جھانکتے ہیں
وہ صرف جاودانی سکون کی غمازی ہی نہیں کرتے بلکہ ان کے اندر سے
"بے نیازی" قدرت کا بے پناہ سکون بھی پھوٹتا ہے ۔ وہ پھول ہمیں ابدی

نئے سرو نما پیڑ اُگے ہوئے ہیں۔ ایک درخت ایک کنارے پر ہے اور دوسرا
دوسرے کنارے پر۔ اس مقبرے میں بقّہ گینی دفن ہے۔ قریب ہی کے ایک
گاؤں سے اکثر دو نحیف بوڑھے انسان اس قبر پر آتے ہیں۔ ان میں ایک
شوہر ہے اور دوسری بیوی۔ دونوں ایک دوسرے کو سہارا دیتے ہوئے
بھاری قدموں کے ساتھ قبر تک آتے ہیں۔ دونوں لوہے کے حصار تک جاتے
ہیں اور گھٹنے ٹیک کر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر دیر تک دونوں پھوٹ پھوٹ کر
روتے ہیں۔ اپنی آرزوؤں پر بین کرتے ہیں اور نظریں گاڑ کر اس گونگے پتھر
کو گھورتے ہیں جس کے نیچے ان کا بیٹا دبا ہوا ہے۔ دونوں ایک دوسرے
سے ایک آدھ ٹوٹی پھوٹی بات کہتے ہیں اور پتھر سے گرد جھاڑتے ہیں
قبر کے پیڑ کی شاخ سیدھی کرتے ہیں اور پھر دوبارہ دعا کرتے ہیں اور فاتحہ
پڑھتے ہیں۔ ان سے اس جگہ سے جدا نہیں ہوا جاتا۔ وہاں انھیں محسوس
ہوتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے سے قریب ہیں، بیٹے سے اور بیٹے کی یاد سے
——— کیا ان کی دعائیں، ان کے آنسو بے کار جائیں گے؟ بے کار
اور بے ثمر؟ کیا محبت، پاک اور مخلص محبت سب سے بڑی قوت نہیں
ہے۔ ہر چیز سے بلند، اور ہر چیز پر چھائی ہوئی؟ مقبرے میں چھپا ہوا دل
کتنا ہی جذباتی، گنہ گار اور باغی کیوں نہ ہو اس کے اوپر اُگتے اور مسکراتے
ہوئے پھول خاموشی کے ساتھ اپنی معصوم آنکھوں سے ہماری طرف جھانکتے ہیں
وہ صرف جاودانی سکون کی غمازی ہی نہیں کرتے بلکہ ان کے اندر سے
"بے نیاز" قدرت کا بے پناہ سکون بھی پھوٹتا ہے۔ وہ پھول ہمیں ابدی

تسلیم و رضا سے بھری ہوئی ایک ایسی زندگی کا راز بتاتے ہیں جو کہیں ختم
نہیں ہوتی۔